موت کے بعد روحوں کی زندگی کا تذکرہ

جامع مکمل و مستند کتاب

حیات الموات فی بیان سماع الاموات

روحوں کی دنیا

تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

مدینہ منزل
حامد اینڈ کمپنی ۳۸، اردو بازار لاہور

(۱۳۷۵)

واذ قال ربك للملئكة اني خالق بشرا من صلصال من حما مسنون فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بودار سیاہ گارے سے ہے تو جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر جانا

موت کے بعد روحوں کی زندگی کا ثبوت

جامع مکمل اور مستند کتاب

حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات

روحوں کی دنیا

تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

حامد اینڈ کمپنی
مدینہ منزل
۳۸ اردو بازار
لاہور

نام کتاب ـــــــــــــــــــ حیات الموات فی بیان سماع الاموات

تصنیف لطیف ـــــــــــــــــــ اعلیحضرت احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

ناشر ـــــــــــــــــــ حامد اینڈ کمپنی لاہور

مطبع ـــــــــــــــــــ جنرل پرنٹرز ۔ ۱/۲۲ ریٹیگن روڈ لاہور

قیمت ـــــــــــــــــــ ۵۰ ــ ۱۶ روپے

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حامد اینڈ کمپنی نے مختصر عرصہ میں اسلامی کتب کی اشاعت میں ایک مقام حاصل کر لیا ہے، اللہ تعالےٰ کی توفیق شاملِ حال رہی تو امید ہے کہ یہ ادارہ دینی لٹریچر کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔

حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں مدظلہ العالی (بریلی شریف) اگر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں اور ہمیں امام اہل سنت کی غیر مطبوعہ تصانیف کی فوٹوسٹیٹ کاپی عنایت فرمائیں تو ہم تمام اخراجات کی ادائیگی اور ان کتابوں کی اشاعت کی ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہیں۔

پیش نظر کتاب "حیات الموات" عصرِ حاضر کے امام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف لطیف ہے، اس کتاب میں انہوں نے روحانی دنیا اور اس کے وظائف واشغال کی نقاب کشائی کی ہے، قرآن وحدیث اور چودہ سو سالہ اسلامی لٹریچر کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد روح فنا نہیں ہو جاتی بلکہ ایک نئے سفر کا آغاز کرتی ہے، ارواح کھانے پینے سے بے نیاز اور گھٹنے بڑھنے سے پاک ہوتی ہیں، دیکھنا، سننا، جاننا وغیرہ افعالِ روح ختم نہیں ہو جاتے بلکہ ان کی صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، کتاب میں صرف اس مسئلہ کے متعلقات پر ہی بحث نہیں کی گئی بلکہ مذہبی مادہ پرستوں کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

ہمارے محترم دوست الحاج محمد عارف قادری رضوی نے اس کتاب کا نادر نسخہ فراہم کیا، مولانا اختر شاہجہانپوری نے امامِ اہلِ سنت کے حالاتِ زندگی لکھے حضرت مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری نے بڑی محنت سے تصحیح کی ہم ان حضرات اور دیگر معاونین کے شکر گزار اور دعاگو ہیں۔

سید حامد لطیف

فہرست مضامین

فہرست فوائد رد وہابیت

فہرست خدمت گذاری تفہیم المسائل

فہرست دیگر فوائد

فہرست فوائد حواشی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ آغاز

مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں جہاں آپ کی علمی عظمت کا ڈنکا عرب وعجم میں بج رہا ہے وہاں پوری دنیا میں آپ کے فیض کا دریا رواں دواں ہے۔ زمانہ کے مایہ ناز اہل علم حضرات نے بھی آپ کے علمی تبحر اور درجۂ امامت کو خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کو چودھویں صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ ؎

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ بزرگوں کی مقدس امانت یعنی حقیقی اسلام کے سچے محافظ، خالص عقیدہ توحید و رسالت کے قابل فخر علمبردار، جبوں اور عماموں میں چھپے ہوئے فرقہ سازوں اور فتنہ پردازوں کے لیے پیغام اجل اور برٹش گورنمنٹ کے پرفتن دور میں وقت کی اہم ترین ضرورت ثابت ہوئے۔ سابقہ مجددین کی طرح چودھویں صدی میں خدائے ذوالمنن نے آپ کو ملت اسلامیہ کے بیڑے کا ناخدا بنایا۔

آپ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو متحدہ ہندوستان کے صوبہ یو۔ پی کے مشہور شہر بریلی شریف کے محلہ سوداگراں میں مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) بن مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء) کے علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد محترم اپنے وقت کے جید عالم دین مفتی اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ دادا جان بھی جید عالم اور صاحب دل بزرگ۔

ہو گزرے ہیں۔ دونوں بزرگوں کی آپ پر خصوصی نگاہ کرم رہی جس کا اثر اعلیٰ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مجمع صفات میں کھلی کتاب کی طرح صاف نظر آتا تھا۔

آپ مولداً بریلوی، نسباً بڑیسچے پٹھان، مذہباً حنفی اور مشرباً قادری برکاتی تھے۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی المختار رکھا گیا تھا۔ جد امجد آپ کو احمد رضا خان کہا کرتے۔ والدہ محترمہ کی زبان میں آپ کو امن میاں کے لقب سے پکارا جاتا، علمائے اہلسنت نے آپ کو اعلیٰحضرت اور فاضل بریلوی کہا، یگانہ روزگار ہستیوں نے آپ کو امام زمانہ اور مجدد مائۃ حاضرہ قرار دیا۔ لیکن مسلمانان عالم کا یہ امام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اپنا نام بڑے فخر کے ساتھ یوں لکھا کرتا تھا: عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں — عبد مصطفیٰ ہونے کا آپ کو بجا طور پر ناز تھا، جس کا ایک نعت شریف میں آپ نے یوں اظہار بھی فرمایا ہے۔ ؎

خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ولادت کی جو تاریخ نکالی اس کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنی سوانح حیات کے دریا کو آپ نے کوزے کے اندر بند کر کے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ خامہ قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے آپ کی زبان پر یہ آیت کریمہ جاری فرمائی

اُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

باغ عرب کا سرو ناز، دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جان غمزدہ، گونج کے چہچہائی کیوں

۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو تیرہ ۱۳ سال، دس ماہ اور تین دن کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے سند فراغ و دستارِ فضیلت پائی۔ والد محترم نے منصب افتاء کی ذمہ داری اسی روز آپ کے سپرد کر دی اور خود سرپرستی فرمانے لگے۔ چنانچہ اسی روز آپ نے رضاعت کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب تحریر فرمایا۔

۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں جب کہ آپ عمر عزیز کی بائیس۲۲ منزلیں طے کر چکے تھے تو اپنے والد ماجد کے ہمراہ مارہرہ شریف جا کر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں جناب شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسی موقع پر جملہ سلاسل میں اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے مرشد برحق کو اس گوہر یکتا پر بڑا ناز تھا۔ ایک موقع پر فرمایا، اگر قیامت کے روز پوچھا گیا کہ۔ "اے آل رسول! دنیا سے میرے لیے کیا لائے ہو؟ تو عرض کروں گا، الٰہی! میں تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں۔"۵

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ اس مبارک موقع پر آپ نے مکہ مکرمہ میں شیخ احمد دحلان مفتی شافعیہ اور شیخ عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ رحمۃ اللہ علیہما سے تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اور اصول فقہ کی سندیں حاصل کیں۔ اس موقع پر ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کا ذکر مولوی رحمان علی مرحوم (المتوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) نے یوں کیا ہے۔

"ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم (علیہ السلام) میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا، اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ۔ (بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں۔ مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء سے رسالہ جوہرہ مضیئہ کی شرح جو مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق ہے، دو۲ دن میں لکھی

یہ رسالہ شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے۔ مولوی احمد رضا خان اس کا نام الخیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوھرۃ المضیئۃ[ل۱] رکھ کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے ان کے حق میں تحسین و آفرین فرمائی"[۲]

دوسری مرتبہ جب آپ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ سے مشرف ہوئے تو علمائے حرمین شریفین نے آپ کی وہ فقیدالمثال تعظیم و تکریم کی جو پاک و ہند کے شاید ہی کسی بزرگ کو اس مقدس سرزمین پر میسر آئی ہو۔ علمائے حرمین نے لاینحل مسائل آپ سے حل کروائے اور آپ سے سندیں اور اجازتیں حاصل کرنا اپنے لیے سرمایہ افتخار شمار کیا۔ ایسی سندوں اور اجازتوں کو آپ کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے ایک رسالے کی شکل میں جمع کیا جس کا تاریخی نام الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ ہے۔ موصوف نے اس رسالے میں مذکورہ اعزاز و اکرام کا آنکھوں دیکھا حال عربی میں سپرد قلم کیا ہے، جس کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

"والد ماجد نے اگرچہ گوشہ نشینی اور گمنامی کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھ دی، گویا مکہ مکرمہ میں کارکنان قضا و قدر سے ندا کروا دی گئی کہ اے اہل صفا! جلدی چلو، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آیا ہوا ہے۔ تو ہم نے وہاں کے علمائے کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے اور اکابر عظام کو آپ کی تعظیم و توقیر میں جلدی کرتے دیکھا۔ بعض آپ کے علمی انوار حاصل کرنے کے لیے آئے۔ بعض صرف برکت ملاقات کی غرض سے پہنچے۔ کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا۔ کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ دکھایا (اور تصدیق و تقریظ چاہی)۔ یہاں تک کہ باعزت لوگوں

ل۱ یہ رسالہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

۲ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تذکرہ علماء ہند، (اردو)، مطبوعہ کراچی، بار اول ۱۹۶۱ء، ص ۹۹

ممتاز شخصیتوں نے آپ سے برکت اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعتِ طریقت میں داخل ہوئے اور اہل کرم مخدوم عمدہ خدمات بجالانے لگے۔ تا آنکہ ہم نے خود سنا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ، بلند مرتبہ پیشوا۔۔۔۔ سے گفتگو کرتے وقت جب حضرت والد ماجد نے ادباً اُن کے گھٹنے کو چھونا چاہا تو وہ بولے :- انا اقبل ارجلکم و نعالکم کثر اللہ فی الامۃ امثالکم۔ (میں آپ کے قدموں اور جوتوں کو بوسہ دوں۔ اللہ تعالیٰ اس امت میں آپ جیسے علماء بکثرت پیدا کرے"۔ ۱؎

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں امام احمد خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے المعتمد المستند کے اندر گمراہ گروں کے پانچ سرغنوں کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا تاکہ بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کے کفر وارتداد کے جال میں پھنسنے سے بچایا جائے۔ اس مبارک موقع پر آپ نے غنیمت جانا کہ علمائے حرمین طیبین سے اس فتوے کی تصدیق کروائی جائے چنانچہ آپ نے اپنا فتویٰ اور گمراہ گروں کی متعلقہ کتابیں علمائے مکہ مکرمہ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ان حضرات نے آپ کے فتوے کی زبردست تائید کی اور دھوم دھام سے تقریظیں لکھیں۔ اسی طرح علمائے مدینہ منورہ نے بھی آپ کی تائید میں تقاریظ لکھیں۔ چنانچہ ان حضرات کی تصادیق کے مجموعے کو وطن واپس لوٹتے ہی حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کے تاریخی نام سے شائع کروا دیا گیا تھا۔ یہ مقدس مجموعہ آج بھی حق و باطل کے درمیان خطِ فاصل کا کام دیتا ہے۔ ۲؎

یوں تو ہر سال حج بیت اللہ کے موقع پر عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا لیکن ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کا یہ اجتماع عظیم الشان تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سال اس ارضِ مقدس پر حق و باطل کا واضح

۱؎ محمد احسان الحق، مولانا :- رسائل رضویہ جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء، ص ۲۴۹۔

۲؎ بدر الدین احمد، مولانا ، سوانح اعلیٰحضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۹۲۔

فیصلہ ہوا تھا معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ قدرت کا یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس سال حق و باطل کے علمبرداروں کو وہاں بلا کر، سب کے سامنے دربارِ رسول سے فیصلہ کرا دیا جائے۔ چنانچہ اس مقدس مرتبع پر جہاں اہلِ حق کا قافلہ سالار یعنی امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پہنچا، اس طرح اہلِ باطل کا سرخیل مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء) بھی وہاں پہنچا ہوا تھا۔

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا جب دیوبندیوں کو علم ہوا تو انہوں نے شریف مکہ کے کان بھرے اور آپ کے خلاف سازشوں کا جال بچھا دیا مسئلہ علم غیب کو اپنا سہارا بنانے کی کوشش کی اور تاثر یہ دیا کہ احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب علومِ الٰہیہ کے برابر ہے اور وہ ذاتی و عطائی کے سوا اور کوئی فرق نہیں مانتا۔ چنانچہ پانچ سوال متعلقہ علوم غیبیہ آپ کی خدمت میں حکومت کی جانب سے پیش ہوئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ بخار کے باوجود مختلف نشستوں کے اندر ساڑھے آٹھ گھنٹے میں، آپ نے وہ تحقیقی جوابات بغیر کتابوں کی مدد کے۔ اپنی خداداد و عدیم النظیر ذہانت و علمیت کے بل بوتے پر دئے کہ علمائے مکہ مکرمہ انگشت بدنداں رہ گئے اور انہوں نے آپ کو سر آنکھوں پہ جگہ دی۔ آپ کے اس مقدس مجموعہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبۃ پر تقریظ و تصدیق لکھنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھا۔ پون صدی گزر چکی گستاخانِ رسول کے تمام ٹولوں سے اس کا جواب نہیں ہو سکا بلکہ کوئی دشمن رسول اس کی ایک دلیل کو بھی کمزور ثابت نہیں کر سکا۔ [1]

مکہ مکرمہ میں آپ کے علم کے انوار چمک اٹھے۔ ان حضرات پر بخوبی عیاں ہو گیا کہ احمد رضا خاں تو آسمان رشد و ہدایت کے نیر تاباں، علوم و معارف میں امام زمانہ اور اس صدی کے مجدد برحق ہیں۔ پھر کیا تھا! وہاں کی مایہ ناز علمی ہستیوں نے آپ کی راہوں میں دیدہ و دل کا فرش بچھا دیا۔ آپ سے سندیں اور اجازتیں لیں، مشکل مسائل حل کروائے اور اس طرح ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک علمائے مکہ مکرمہ کے درمیان

---

[1] بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیحضرت، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۳ء، ص ۲۱۱۔

یوں جلوہ افروز رہے جیسے چودھویں کا چاند ستاروں کے جھرمٹ میں[1]۔ لیکن رئیس وہابیہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے ۲۷ اور ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی درمیانی رات میں فَتَرَ یَفِرُّ فِرَارًا۔ کی ایسی گردان پڑھی کہ ایک ہی جست میں جدہ جاکر سانس لیا۔ غرضیکہ وہابیہ کے ایجنٹ احمد مگیہ، مخصوم، نائب الحرم اور عبدالرحمان اسکوبی وغیرہ یعنی ساری منور علی اینڈ کو ذلیل وخوار ہو کر رہ گئی[2]۔ رئیس وہابیہ راہ فرار اختیار کر گیا اور ٹانڈوی جی کی مہاتمائی اپنے اکابر کی ذلت ورسوائی کا مدینہ طیبہ میں بدلہ لینے کی غرض سے انگڑائیاں لینے لگی[3]۔

جب آپ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور کعبہ جان سے رخصت ہو کر قبلہ دین و ایمان (روضہ اطہر) کی زیارت سے مشرف ہوئے تو علمائے مدینہ طیبہ نے بھی آپ کے اعزاز و اکرام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ان حضرات نے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر بڑی محبت سے تقریظیں لکھیں نیز جب تک آپ کا قیام رہا اس وقت تک اہل علم آپ سے سندیں اور اجازتیں حاصل کرتے رہے بلکہ جن حضرات کو زمانہ قیام میں سند و اجازت نہ دے سکے اُن سے وعدہ فرمالیا تھا، ایسے تمام حضرات کے لیے بریلی شریف واپس پہنچ پر بذریعہ رجسٹری سندیں اور اجازتیں بھیجی گئیں[4]۔

علمائے مدینہ منورہ نے بھی آپ کو امام زمانہ اور چودھویں صدی کا مجدد برحق سمجھا اور شایانِ شان تعظیم و تکریم کی جیسا کہ تقاریظ سے ظاہر ہے۔ اسی لیے مولانا اختر الحامدی الرضوی مدظلہ نے کہا ہے :۔

نہ کیوں نازاں ہوں اختر اہل سنت اپنی قسمت پر
رضا لوٹے مدینہ سے مجدد کی سند لے کر

---

[1] مصطفیٰ رضا خاں، مولانا:۔ الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۳۸۔

[2] سید عبدالرحمان بنیجوی مولانا:۔ مقدمہ خالص الاعتقاد، مطبوعہ لاہور، ص ۷۔

[3] محمد مسعود احمد، پروفیسر:۔ اعلحضرت علماء حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷۶، ۱۷۷۔

[4] حامد رضا خان، مولانا:۔ الاجازات المتینہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۶ء، ص ۲۵۶۔

اس وقت تک عالم اسلام کے کسی مفتی سے نوٹ کی شرعی حیثیت کا صحیح تعین نہیں ہو سکا تھا۔ اس مبارک موقع پر جب علمائے مکہ مکرمہ نے آسمان علم و عرفاں کے اس نیر تاباں کو دیکھا تو انہوں نے نوٹ کے بارے میں بارہ [۱۲] سوالات آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے ایسے محققانہ جواب دیے کہ ہمیشہ کے لیے نوٹ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس مجموعے کا نام کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراھم ہے۔ اس محققانہ رسالے کی اہمیت و عظمت کا اپنوں اور بیگانوں سب کو اقرار ہے۔ اس کی وجہ تصنیف اور مکہ مکرمہ کے مفتی احناف حضرت مولانا عبداللہ بن صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے واقعے کو مولانا بدرالدین احمد مدظلہ نے یوں بیان کیا ہے:۔

واقعہ یوں ہے کہ اسی زمانے میں مولانا عبداللہ مرداد، امام حرم شریف اور مولانا حامد محمد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق اعلیحضرت کی خدمت میں ایک استفتا پیش کیا، جس میں بارہ [۱۲] سوال تھے۔ اعلیحضرت نے اس کے جواب میں مبسوط کتاب کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراھم۔ تصنیف کرنی شروع کی جو بفضلہ تعالیٰ ۲۳ محرم ۱۳۲۴ھ کو مکمل ہو گئی۔ پھر یہ کتاب تبیض کے لیے کتب خانہ حرم میں حضرت مولانا سید مصطفیٰ (محافظ کتب حرم مولانا سید اسماعیل بن سید خلیل کے برادر خورد) کے پاس بھجوائی گئی کیونکہ مولانا موصوف نہایت خوشخط عالم تھے۔ ۲۸ صفر ۱۳۲۴ھ کو اعلیحضرت کفل الفقیہ کے مبیضہ کی تصحیح کے لیے کتب خانہ حرم میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک شاندار عالم (مفتی احناف مولانا عبداللہ بن صدیق) بیٹھے ہوئے کفل الفقیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیحضرت نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ لَوْ بَاعَ کَاغِذَۃً بِاَلْفٍ یَجُوْزُ وَلَا یُکْرَہُ۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے — تو پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے اَیْنَ جَمَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا النَّصِّ الصَّرِیْحِ۔

حضرت جمال بن عبداللہ (سابق مفتی احناف و رئیس علماء) اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے۔ جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی علیہ الرحمہ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں"۔ [1]

۱۳۲۹ھ میں امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے اس رسالے کا ضمیمہ بنام کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم ۔ کے نام سے عربی میں لکھا اور ساتھ ہی الذیل المنوط لرسالۃ النوط ـــــ کے تاریخی نام سے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔[2] اس رسالے میں مسئلہ نوٹ کے تحت مولوی عبدالحی لکھنوی مرحوم (المتوفی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) کی تحقیق پر [30] ایرادات قائم کیے اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کی تحقیق پر، جن کو دیوبندی حضرات امام ربانی کہتے اور فقیہ النفس ٹھہراتے ہیں، ان کی اس ایک ہی مسئلہ میں فقاہت دکھاتے ہوئے ایک سو بیس رد کیے، جن میں سے کسی ایک کے تحقیقی جواب سے عہدہ برآ ہونے کی ان حضرات کے کسی جامع المجددین اور مفتی اعظم وغیرہ بننے والوں نے آج کے دن تک توفیق نہیں پائی ہے

ممکن ہے قارئین کرام کو ۱۳۲۳ھ کے اس مقدس سفر کی تفصیلات موضوع سے بیگانہ نظر آئیں لیکن اعلیحضرت کے منصب امامت علمی رفعت اور مجددانہ صلاحیت کے اظہار کی خاطر اس بیان کو طول دینا پڑا ہے۔ اس سے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منصب کو سمجھنے اور آپ کے قلمی کارنامے کی اہمیت و اصابت سے باخبر ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ویسے جب دیار حبیب کا ذکر آئے تو وہ تھم ہی کیا

۱ہ بدرالدین احمد، مولانا: سوانح اعلیحضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۲۲۰، ۲۲۱

۲ہ محمد مسعود احمد، پروفیسر: اعلیحضرت علماء حجاز کی نظر میں، طبع سوم، ص ۱۲۱

۳ہ سبحان محمود، مولوی: دیباچہ فتاویٰ رضویہ مبوب، مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی، ص ۳

جو تسکینِ قلب و جگر حاصل کر لینے سے پہلے اُن کی چوکھٹ سے اپنا سر اٹھائے۔ اس محبوب کا ذکر تو راحتِ جاں بلکہ جانِ ایمان ہے۔ ؎

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

غرضیکہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علوم و معارف کے گوہر لٹاتے، انوار و فیضان کے دریا بہاتے اور مجددانہ انداز میں ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا فرماتے رہے۔ آخر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ حکمتِ الٰہیہ کے تحت آپ کو بھی اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رختِ سفر باندھنا پڑا۔ یعنی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء کو جمعہ مبارکہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذان کے وقت ادھر حیّ علی الفلاح کی آواز سنی ادھر آفتابِ جہانتاب ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ چہرہ مبارکہ پہ ایک نور کا شعلہ لپکا اور اعلیٰحضرت اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے ربِ قدیر کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ [۱]

حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میرے والد محترم وضو کر رہے تھے اچانک رونے لگے، وجہ پوچھی تو فرمایا، بیٹا! میں فرشتوں کے کندھوں پہ قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ رہا ہوں اور اس کے بعد زبانِ مبارک سے فرمایا رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ۔ دیکھا تو یہ تاریخی مادہ (۱۳۴۰ھ) ہے۔ چند گھنٹوں کے بعد بریلی شریف سے مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ کے وصال کی خبر کا تار آ گیا۔ [۲] خود محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخ نکالی:۔ اِلٰم الھدیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ (۱۹۲۱ء) [۳] لیکن وصال سے تقریباً پانچ مہینے پہلے رمضان المبارک میں بھوالی پہاڑ پہ خامہ قدرت نے سالِ وصال کے لیے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان

---

[۱] محمد عبدالحکیم شرف، مولانا: یادِ اعلیٰحضرت، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ ص ۵۹۔

[۲] محمد صابر نسیم بستوی، مولانا:۔ مجددِ اسلام، ص ۱۶۶۔

[۳] حسنین رضا خان، مولانا:۔ وصایا شریف، مطبوعہ مقبولِ عام پریس لاہور، ص ۱۹۔

پر یہ آیہ مبارکہ جاری فرمائی تھی :۔ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ؎

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف کثیرہ ہو گزرے ہیں ۔ آپ کو تقریباً پچاس علوم و فنون میں کامل عبور حاصل تھا بعض علوم وفنون کے موجد ہونے کا آپ نے شرف پایا تھا۔ کئی علوم تو ایسے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہی گویا دفن ہو گئے۔ ان علوم میں کامل ہونا تو درکنار کوئی ان کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی آج دنیا میں نظر نہیں آتا اکثر علوم وفنون میں آپ کو منصب امامت حاصل تھا۔ اہل علم کا ارشاد ہے کہ گذشتہ دو صدیوں میں ایسا جامع عالم اور کوئی نظر نہیں آتا۔ مذکورہ پچاس علوم وفنون میں سے کوئی علم و فن ایسا نہیں جس میں آپ کی متعدد تصانیف موجود نہ ہوں۔ تفسیر، حدیث اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام اور تصوف وغیرہ کی تقریباً ڈیڑھ سو متداول کتابوں پر آپ نے حواشی لکھے اور قریباً پانچ سو کتابیں ان لوگوں کے رد میں ہیں جن میں برٹش گورنمنٹ کے اشارے پر فرقے بنا کر ملت اسلامیہ کی اجتماعی قوت کو منتشر کیا اور جو اصلاح کے پردے میں مسلمانوں کی ایمانی دولت کو چھیننے پر تلے ہوئے تھے۔ اگرچہ آپ کی تصانیف کی مکمل فہرست تو تاحال مرتب نہیں ہو سکی لیکن مجموعی تعداد ایک ہزار سے کم نہیں جو پوری دنیا میں ایک ریکارڈ ہے ۔ ؎۲

اعلیحضرت امام احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے قلمی کارناموں میں سب سے نمایاں ان کا فقہی کارنامہ ہے۔ آپ نے بے شمار سوالوں کے ایسے محققانہ جواب تحریر فرمائے کہ فقہ حنفی کے آسمان میں چار چاند لگا دیئے۔ مجموعہ فتاوی بارہ [12] ضخیم جلدوں میں ہے اور ہر جلد ہزار کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل ہے تاحال پہلی پانچ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ ردالمحتار جیسی فقہ حنفی کی مشہور کتاب کی جدالممتار [علہ] کے نام سے آپ نے

؎۱ ایضاً: ص ۱۸

؎۲ ا:۔ المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر، ص ۳۵۸

ب:۔ انوار رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ، ۳۲۵ تا ۳۴۸

علہ جدالممتار عربی ٹائپ میں حیدر آباد دکن سے طبع ہو کر مبارک پور سے شائع ہو رہی ہے

پانچ جلدوں میں شرح لکھی جو فقہ حنفی میں یقیناً ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ کتب حرم کے محافظ اور مکہ مکرمہ کے جید عالم دین، مولانا سید اسماعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے آپ کے فتاوے کے چند اوراق پڑھے تو پھڑک اٹھے اور بیساختہ اُن کی زبان سے نکلا:۔

واللہ اقول والحق اقول لو راٰھا	اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا
ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ	ہوں کہ اگر اسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
ولجعل مؤلفھا من جملۃ	علیہ دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی
الاصحاب ؎	ہوتیں اور اس کے مولف کو اپنے
	اصحاب میں شامل فرماتے۔

آپ کا دوسرا قلمی کارنامہ کنز الایمان کے نام سے قرآن کریم کا ملت اسلامیہ کو ایسا اردو ترجمہ دے دینا ہے جسے اگر ایمانی عینک لگا کر پڑھا جائے تو یقیناً یہی کہنا پڑے گا کہ کلام الٰہی کی ترجمانی کا اردو میں اگر کسی نے حق ادا کیا ہے تو وہ کنز الایمان ہے جو ملت اسلامیہ کو ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں مرحمت فرمایا گیا تھا؎۲ یوں تو قرآن کریم کے اردو میں بے شمار ترجمے ہو چکے ہیں اور بعض بڑی آب و تاب سے شائع بھی ہو رہے ہیں لیکن ان میں اپنے خانہ ساز نظریات کو اس طرح ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ترجمانی کی صورت مسخ ہو کر رہ گئی۔ ایسے حضرات نے اپنے مخصوص نظریات پر بساط بھر قرآنی تائید کی نقاب تو ڈال دی لیکن ایسا کرکے جہاں انہوں نے امت محمدیہ کو غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کی وہاں اپنے لیے بھی نفع بخش زاد راہ جمع نہیں کیا۔

میری نظر میں مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا قلمی کارنامہ

؎۱ حامد رضا خان، مولانا۔ الاجازات المتینۃ، مطبوعہ لاہور، ص ۲۵۸۔

؎۲ الف: محمد مسعود احمد، پروفیسر:۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور، طبع پنجم ۱۳۹۷ھ، ص ۲۰۔

ب۔ انوار رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۱۰۱ تا ۱۱۱

یہ ہے کہ جب وہابیت کی تند و تیز آندھی چلی اور وہ مسلمانوں کی ایمانی دولت کو خس و خاشاک کی طرح اڑائے جانے اور انہیں بارگاہ رسالت کا گستاخ بنا دینے پر تلی ہوئی تھی تو اس سچے عاشق رسول نے بلبل باغ مدینہ بن کر یوں چہچہانا شروع کیا کہ مسلمان آپ کے نغموں کو سن کر جھوم اٹھتے، ان کے دین و ایمان کے گلشن میں بہار آگئی، ان کی کشت ایمان لہلہانے لگی۔ آپ نے اپنے ایمان افروز نغموں کے ذریعے گلشن ملت اسلامیہ کی یوں آبیاری کی کہ اس چمنستان کا ہر نخل مئے حُبِ نبی سے سرشار ہوتا اور مست جام بادہ الفت ہو کر جھومنے لگتا تھا[1]۔ ایک روز یہی حقیقت آپ کے قلم سے بھی یوں ٹپک پڑی :- ؎

جھوم جھوم اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان

کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

آپ کا جو تھا قلمی کارنامہ، بلکہ تمام کارناموں کا جامع، وہ تجدیدی کارنامہ ہے جس کا چودھویں صدی میں آپ نے پوری کامیابی کے ساتھ فریضہ ادا کیا۔ ایک جانب اگر آپ سرمایہ ملت کی نگہبانی کر رہے تھے، اسلامی علوم و معارف کی حفاظت کا فریضہ ادا کر رہے تھے تو دوسری جانب کوئی ایسا فتنہ پرداز اور فرقہ ساز نہ ہوگا جس کے خلاف آپ معرکہ آراء نہ ہوئے ہوں۔ کوئی گمراہ گر ایسا نہیں ملے گا جو اپنے وقت کا مرحب یا عمرو بن عبدود ہی کیوں نہ ہو، کہ اسے قلمی میدان سے بھاگنے پر مجبور کر کے کھونٹے سے نہ باندھ دیا ہو اسی لیے تجدیدی کارنامے کا چودھویں صدی میں قدرت نے جس کے سر پر سہرا باندھا وہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات ہے[2]۔ اس زندہ حقیقت کا آپ نے خود یوں اعلان فرمایا تھا :- ؎

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے، یہ وار وار سے پار ہے

مولانا عبدالجبار خاں ساہر اعظم گڑھی مدظلہ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر :- فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص ۲۱

[2] المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر، بابت اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء، ص ۲۷۰ -

خوب فرمایا ہے کہ بیب مجدد مأتہ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی زبان اور اپنے قلم کو جنبش دی اجس کے لیے قدرت نے آپ کو پیدا فرمایا تھا اور اس فرض کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہوئے جس پر رضائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی مہر لگی ہوئی تھی، تو ایوانِ باطل کے ہر گوشے میں (خواہ وہ بدعت و ضلالت کا ہو یا کفر و ارتداد کا) کھلبلی مچ گئی۔ تہلکہ اور زلزلہ بپا ہو گیا۔ اس کے قلم کی نوک نے مذہب اسلام کے ہر نقاب پوش ڈاکو کے چہرے سے نقاب الٹ دی اور اس طرح اس کا خوفناک اور اصلی مکروہ چہرہ اسلامیوں کے سامنے کر دیا۔ بقول ایک معاصر، میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے پہلے یہ خیال مدتہائے مدت تک باز رکھتا ہو گا کہ اعلیحضرت کی سیف زبان و قلم کا جواب کیا ہو گا ——— غرضیکہ اعلیحضرت نے اپنے دور میں ملت اسلامیہ کو وہ سب کچھ دیا جس کی اُسے ضرورت پیش آئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا اَمْرَ دِیْنِھَا۔ یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لیے اس کا دین تازہ کر دے حدیث شریف کی رہنمائی کے مطابق جب ہم چودھویں صدی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک ایسا مجدد نظر آتا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی شان مجددیت میں درخشاں اور تاباں ہے۔ فضل و کمال کے ساتھ ہر ایک علم میں اللہ اور رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے دین کے لیے اس مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے سامنے عرب و عجم اور حل و حرم کے بڑے بڑے علماء نے سر نیاز خم کیے۔ جن کے علمی دبدبے سے یورپ کے سائنس داں اور ایشیا کے فلاسفہ لرزتے رہے ———

جانتے ہو اس عظیم المرتبت مجدد کا نام کیا ہے؟ ——— لو اب ہم سے سنو۔ اس کا پیارا نام عبد المصطفیٰ احمد رضا خان ہے، جو اسلامی دنیا میں اعلیحضرت، فاضل بریلوی کے نام سے مشہور ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا[۵]

---

[۵] بدر الدین احمد، مولانا: سوانح اعلیحضرت، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۶۵، ۶۶۔

جائے غور ہے برٹش گورنمنٹ کے پرفتن دور میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور ایسا کون ہے جو گمراہ گروں اور دشمنانِ دین سے پنجہ آزما اور معرکہ آرا ہوا ہو؟ جب دشمنانِ اسلام نے ذاتِ قدوس اور بے عیب خدا پر کذب کے معنی درست کرکے اسلامی عقیدہ توحید پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو آپ کا قلم اللہ کے لیے شمشیر خارا شگاف بنا۔ جب شاتمانِ رسول نے مسلمانوں کے عقائدِ نبوت کو مجروح کرنا چاہا تو کس کا قلم ان بدنصیبوں پر ذوالفقارِ حیدری بن کر ٹوٹا؟ مجھے جواب دیجیے کہ دین و مذہب کے ڈاکوؤں نے جب اہلِ ایمان کے سینوں سے اس امانتِ خداوندی یعنی عظمتِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کو چھین لینے کا خواب دیکھا تو ان کے خوابوں کے فلک بوس محل کو تعبیر سامنے آنے سے پہلے کس کی زبان و قلم اور حکمتِ عملی نے مسمار کرکے رکھ دیا اور جب ان مکاروں نے پیری اور مشیخیت کے لبادے اوڑھ کر ملت کے دلوں کے فانوس میں بزرگانِ دین و عمائدینِ اسلام کی عقیدت کے جلتے ہوئے چراغوں کو بجھانے کے لیے ناپاک تمناؤں کے قلعے تیار کیے تو کس کی سعی پیہم نے ان کو زمین بوس کرکے نہس نہس کر دیا؟ جب مولویت نما عیاروں نے آثارِ اسلام اور مقاماتِ مقدسہ کی عزت و حرمت کو غلامانِ مصطفٰے کے دلوں اور دماغوں سے نکال پھینکنے کی جرأت کی، تو کس کی زبان پاک اور قلم مبارک نے ان کی چالاکیوں کے پردوں کو چاک کیا؟ اسی مردِ مجاہد کا نامِ نامی و اسمِ گرامی احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہی تاریخ ساز فرد کامل اس صدی کا مجدد ہے۔ [۱]

اعلیٰحضرت کا شمار ان جلیل القدر شہیدانِ محبت میں ہوتا ہے جنہوں نے عظمتِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے پرچم کو بلند رکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی اور پہاڑ کی طرح جم کر دشمنانِ رسول کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ جب متحدہ ہندوستان کے بے دین علماء نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں لکھ کر عظمتِ رسول کو گھٹانے کا ہولناک فتنہ کھڑا کیا، تو آپ نے کوہ استقامت بن کر اس عظیم فتنہ کی بیخ کنی فرمائی۔ پھر تو ان دشمنانِ دین نے جل بھن کر اپنے رسالوں، اخباروں اور کتابوں میں آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ

---

[۱] انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۲۰۲۔

کردی اور طرح طرح کی آپ کو گالیاں دینے لگے۔ مگر مجدد کچھار کے اس شیر نے اُن کی گالیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لیے سپر ہی بنائے رکھا اور ان کی دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔" [1]

۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک متواتر چوّن سال آپ نے سرمایہ ملّت کی نگہبانی کا عظیم الشان فریضہ ادا کیا۔ شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگانے والوں کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جبوں اور عماموں میں چھپے ہوئے تمام لصوص دین کے مکروہ چہروں سے نقاب اٹھا کر سب کو دکھاتے رہے اور آخری وقت بھی ملتِ اسلامیہ کی خیر خواہی کے پیش نظر بھولے بھالے مسلمانوں کو یوں فہمائش فرمائی:

پیارے بھائیو! تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے (مودودیت ان سب کے بعد میں اٹھنے والا فتنہ ہے) جنھوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں، حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں، یہ نور ہم سے لو، ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے

---

[1] ایضاً ص ۱۰۰۔

دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اُسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتا رہا ہوں۔ اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا۔ مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے، کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے۔ اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو۔ حجۃ اللہ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتلانے نہ آؤں گا۔ جس نے اسے سنا اور مانا، قیامت کے دن اُس کے لیے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اُس کے لیے ظلمت و ہلاکت۔ یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے۔ جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں۔" [1]

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ قلمی میدان میں عمر بھر سرمایہ ملت کی نگہبانی کرتے رہے۔ جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھایا تو تحقیق کا وہ حق ادا کیا کہ مایہ ناز اہل علم بھی دنگ رہ جاتے۔ محاسبہ اتنا جاندار ہوتا تھا کہ مخالف کے فرار کی ہر گلی بند کر دی جاتی تھی۔ نظر میں اتنی وسعت تھی کہ اہل علم کے لیے اضافے کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی ——— ایسے ہی موضوعات میں سے ایک مسئلہ سماعِ موتیٰ کا ہے۔ مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ جب عمر عزیز کی تینتیسویں منزل طے کر رہے تھے تو اس موضوع پر اپنے رہوار قلم کو

[1] حسنین رضا، مولانا، وصایا شریف، مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور، ص ۳ تا ۵۔

اذن خرام دینا پڑا، برزخی زندگی کے بارے میں اہلسنت وجماعت (اللہ تعالیٰ ان حضرات کی سعی کو مشکور فرمائے) کا ہمیشہ سے یہ مذہب ہے۔

۱۔ دنیاوی زندگی جس کا سلسلہ موت پر ختم ہو جاتا ہے اور اخروی ودائمی زندگی جو روزِ حشر سے شروع ہو گی ان دونوں زندگیوں کے درمیانی وقفے کو برزخی زندگی کہتے ہیں۔

۲۔ برزخ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کو، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، ایک خاص قسم کی زندگی عطا فرمائی جاتی ہے یعنی جسم اور روح کا دور ہوتے ہوئے ایک گونہ تعلق باقی رکھا جاتا ہے، جس کے باعث یہ زندگی دنیاوی زندگی سے بڑی حد تک مختلف ہوتی ہے۔

۳۔ برزخی زندگی میں عام انسانوں کو چلنے پھرنے سے اگرچہ عاجز رکھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود پروردگارِ عالم انہیں ادراک وشعور سے بہرہ ور رکھتا ہے تاکہ وہ منکر نکیر کے سوالوں اور دنیا والوں کے سلام وکلام کا جواب دے سکیں، اگرچہ ہم ان کا جواب نہیں سنتے لیکن وہ سننے اور بولنے سے مجبور نہیں ہوتے۔

۴۔ موتیٰ کے سماع وادراک کا انکار، قبر کے عذاب وثواب اور نکرین کے سوالات وغیرہ امور کا انکار ہے جب کہ یہ باتیں نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں اور ایک مسلمان انہیں جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

۵۔ جسم کے اجزا جلنے، گلنے سڑنے، جانوروں کے کھا جانے یا کسی بھی وجہ کے تحت ہزاروں جگہ منتشر کیوں نہ ہو جائیں لیکن روح کے ساتھ ان کا تعلق برابر قائم رہتا ہے اور اسی تعلق کے باعث روح کے ساتھ اجزائے جسم بھی برابر راحت یا تکلیف محسوس کرتے رہتے ہیں۔

۶۔ برزخی زندگی اگرچہ دنیاوی زندگی کے مقابلے میں کئی لحاظ سے نامکمل اور ایک مخصوص قسم کی زندگی ہو کر رہ جاتی ہے لیکن قدرت ہر مردے میں ایک مخصوص طریقے پر علم وادراک اور سمع وبصر وغیرہ کی قوت باقی رکھتی ہے۔

۷۔ ارواح مومنین کی رہائش گاہ علیّین وغیرہ میں ہوتی ہے، اور کفار و منافقین کے جیل خانے کا نام سجّین ہے۔ جو زمین کی سب سے نچلی تہ کے نیچے ہے۔

۸۔ شہدار کی ارواح کا ان کے اجسام کے ساتھ اتنا مضبوط تعلق ہوتا اور ان کے اجسام کو خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ کہ اسی لیے قرآن کریم نے انہیں زندہ قرار دیا ہے۔

۹۔ اولیائے کرام کی برزخی زندگی بھی شہدار کی طرح علی قدر مراتب بہت بلند و بالا ہوتی ہے۔ اور اِن حضرات کے علوم و اختیارات میں وفات کے بعد اور بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور تمام انبیاءِ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھی۔ اُن کی موت ایک آن کے لیے تصدیق وعدہ الٰہیہ کُلّ نفس ذائقۃ الموت کے واسطے ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیاتِ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ مجالسِ خیر میں تشریف لے جاتے ہیں، کھانا، پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔

کما نطقت بہ الاحادیث وآئمۃ القدیم والحدیث واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلمؒ :۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم مسئلہ نمبر ۱۴۵ صفحہ (۱۹۷)

واخبرانہم یحیون فی القبور — فخر دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی ہے کہ
وقد ورد فی معنی احیاء الموتیٰ — مردے قبروں میں زندہ کیے جاتے ہیں۔
فی القبورسما لا یحصیٰ من — قبروں میں مردوں کے زندہ کیے جانے کے

الآیات والاخبار والآثار؎ | بارے میں اتنی آیتیں اور احادیث و آثار ہیں جنکا شمار نہیں۔

اہل سنت وجماعت کے مایہ ناز محقق، امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۵۶ھ/۱۳۵۴ء) نے فرمایا ہے:۔

قد اجمع اھل السنۃ علی اثبات الحیٰوۃ فی القبور۔ قال امام الحرمین فی الشامل وقد اتفق سلف الامۃ علی اثبات عذاب القبر و احیاء الموتٰی فی قبورھم و رد الارواح فی اجسادھم۔ ؎۲

اہل قبور کی حیات پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ حضرت امام الحرمین نے اپنی کتاب شامل میں فرمایا ہے کہ عذاب قبر کے اثبات اور مردوں کے اُن کی قبروں میں زندہ کیے جانے اور ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹائے جانے کے بارے میں اہل سنت وجماعت (اسلافِ امت) کا مکمل اتفاق ہے۔

امام المتکلمین قاضی عضد الدین، عبد الرحمان بن احمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۵۷ھ/۱۳۵۵ء) نے فرمایا ہے:۔

احیاء الموتٰی فی قبورھم ومسئلۃ منکر ونکیر وعذاب القبر للکافر والفاسق کلھا حق واتفق علیہ سلف الامۃ ؎۳

مردوں کو ان کی قبروں میں زندہ کیا جانا، سوالات منکر نکیر اور کافر وفاسق کو قبر میں عذاب دیا جانا، ہمارے نزدیک یہ سارے ہی امور حق ہیں اور امت کے اگلوں کا ان پر اتفاق رہا ہے۔

امام المحدثین، ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۲ھ/۱۴۴۳ء) نے یوں تصریح فرمائی ہے:۔

السؤال یقع علی الروح فقط من | ابن حزم اور ابن ہبیرہ کا مذہب یہ ہے کہ سوال

؎۱ طاہر بن محمد اسفرائنی، امام:۔ التبصیر، مطبوعہ مصر، ص ۱۵۸

؎۲ تقی الدین سبکی، امام: شفاء السقام، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ص ۱۵۳۔

؎۳ عبد الرحمان بن احمد عضد الدین، متکلم: شرح مواقف مطبوعہ نولکشور، ص ۷۱۵۔

غير عود الى الجسد وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح الى الجسد او بعضه كما ثبت فى الحديث۔ [1]

صرف روح سے ہوتا ہے اور روح جسم کی طرف لوٹائی نہیں جاتی، لیکن جمہور اہلسنت ان کے خلاف ہیں کیونکہ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ روح پورے جسم یا اس کے بعض حصوں کی طرف لوٹائی جاتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

دسویں صدی کے مجدد اور مایہ ناز محدث و محقق علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۴ء) نے برزخی زندگی اور اعادہ روح پر بحث کرتے ہوئے ان لوگوں کے اس الزام کی تردید بھی فرمائی ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ حضرت امام المسلمین کو اعادہ روح کے بارے میں توقف تھا۔ چنانچہ موصوف نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا ہے:۔

واعلموا ان اهل الحق اتفقوا على ان الله يخلق فى الميت نوع الحيوة فى القبر قدر ما يتألم ويتلذذ ولكن اختلفوا فى انه هل يعاد الروح اليه والمنقول عن ابى حنيفة التوقف الا ان كلامه هنا يدل على اعادة الروح اذ جواب الملكين فعل اختيارى فلا يتصور بدون الروح [3]

جاننا چاہیے کہ اس بات پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو قبر میں ایک خاص قسم کی زندگی عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت کا احساس کرتا ہے، لیکن روح کو لوٹائے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو توقف کرنا منقول ہے، اس کے برعکس ان کا کلام اعادہ روح پر دلالت کرتا ہے کیونکہ منکر نکیر کو جواب دینا ارادی ہے جو بغیر روح کے متصور نہیں۔

---

[1] ابن حجر عسقلانی، محدث :۔ فتح الباری، جلد پنجم، ص ۷۰۴۔ ۱

[2] شاید یہ کتابت کی غلطی ہو ورنہ ابن حزم کے ہم خیال کا نام تو ابن ہبیرہ تھا۔

[3] ملا علی قاری حنفی، محدث :۔ شرح فقہ اکبر، ص ۱۲۱۔

اہلسنت وجماعت کے مشہور و معروف عالم و متکلم اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کے ہمعصر یعنی علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) نے فرمایا ہے:-

لا یخفی علیک ان لیس المراد بالحی ههنا ما یعاد فیه الروح ویصدر عنه الافعال الاختیاریة بل ما یدرک الالم واللذة فاذا خلق الله فیها ادراکا یکون سببا لادراک الالم واللذة یکون حیا ولا جمادا ؎۱ -

تجھ پر مخفی نہ رہے کہ زندہ سے مراد یہاں ایسا زندہ نہیں ہے کہ جس میں روح پورے طور پر لوٹا دی جائے اور اس سے دنیاوی زندگی کی طرح اختیاری فعل صادر ہونے لگیں بلکہ صرف اتنی زندگی مراد ہے جس سے تکلیف اور راحت کا ادراک ہو سکے جب اللہ تعالیٰ اس میں ادراک پیدا کر دیتا ہے جو تکلیف اور لذت محسوس کرنے کا سبب بنتا ہے تو اسے زندہ کہتے ہیں نہ کہ جماد۔

تفسیر مظہری کے مصنف جنہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) نے بیہقی وقت کا لقب دیا تھا، یعنی حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) نے مختلف احادیث کو تطبیق دیتے ہوئے جمہور کے موقف کی یوں ترجمانی کی ہے:-

قلنا وجه التطبیق ان مقر ارواح المؤمنین فی علیین او فی السماء السابعة ونحو ذلک کما مر ومقر ارواح الکفار فی سجین ومع ذلک لکل روح منها اتصال بجسدہٖ

ہم کہتے ہیں کہ ان میں مطابقت اس طرح ہے کہ ارواح مومنین کی رہائش گاہ علیین یا ساتوں آسمان یا ان کے مانند کوئی جگہ ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور کفار کی ارواح کا ٹھکانہ سجین ہے۔ اس کے باوجود ہر ایک روح کا اس کے متعلقہ جسم سے قبر وغیرہ میں اتصال و تعلق ہوتا ہے اور

؎۱ عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ:- حاشیہ خیالی، ص ۱۱۸۔

في قبره لا يدرك كنهه الا
الله تعالى وبذلك الاتصال
يصح ان يعرض على الانسان
المجموع المركب من الجسد
والروح متعدة من الجنة
والنار ويحس اللذة او الالم
ويسمع سلام الزائر يجيب
المنكر والنكير ونحو ذلك
مما ثبت بالكتب والسنة [1]

اس تعلق کی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی اتصال و تعلق کی وجہ سے تو یہ درست ہوا کہ انسان پر، جو جسم اور روح کے مجموعے سے مرکب ہے، اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ اور وہ راحت و تکلیف محسوس کرتا ہے، زائر کا سلام سنتا اور منکر نکیر کو جواب دیتا ہے اور اسی طرح وہ تمام چیزیں واقع ہوتی ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

متاخرین میں سے احناف کے مایہ ناز فقیہ یعنی علامہ سید محمد امین ابن عمر عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) نے اس سلسلے میں جمہور کے موقف کی یوں ترجمانی فرمائی ہے:۔

ولا يرد تعذيب الميت في
قبره لانه توضع فيه الحيوة
عند العامة بقدر ما يحس
بالالم والبنية ليست بشرط
عند اهل السنة بل تجعل
الحيوة في تلك الاجزاء المتفرقة
لا يدركه البصر [2]

عذاب قبر ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کیونکہ علم علماء کے نزدیک مردے کے اندر اتنی زندگی پیدا کر دی جاتی ہے جس سے وہ تکالیف وغیرہ کا احساس کر سکے۔ اہلسنت و جماعت کے نزدیک ڈھانچے کا باقی رہنا شرط نہیں ہے بلکہ جسم کے اجزائے متفرقہ میں ایسی جان ڈال دی جاتی ہے جسے نگاہ نہیں دیکھتی۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے جمہور اہلسنت و جماعت کا برزخی زندگی کے بارے میں موقف بالکل واضح ہے۔ اس مسئلے میں سب سے پہلے ابن حزم ظاہری المذہب

---

[1] ثناء اللہ پانی پتی، محدث: تفسیر مظہری، جلد دہم، ص ۱۲۴، ۱۲۵۔

[2] سید محمد امین ابن عابدین، علامہ: رد المحتار، جلد دوم، مطبوعہ مصر، ص ۲۰۱۔

(المتوفی ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء) نے اہلسنت وجماعت سے اختلاف کیا موصوف احادیث صحیحہ کے خلاف اعادہ روح کے منکر تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ برزخ میں جو راحت یا کلفت پہنچتی ہے اس کا احساس صرف روح کو ہوتا ہے اور جسم اُس کی لذت و احساس سے قطعاً نا آشنا رہتا ہے۔ اس سراسر غیر اسلامی نظریہ کی صدائے بازگشت آج بھی مبتدعین زمانہ سے سنی جاتی ہے اور مبتدعین زمانہ بعض اصولی و فروعی مسائل میں کتاب وسنت کے خلاف ہونے کے باوجود، ابن حزم، ابن تیمیہ حرانی (المتوفی ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء) ابن قیم الجوزی (المتوفی ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء) اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی (المقتول ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کی پیروی بڑی عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں۔

ان حضرات میں ابن تیمیہ حرانی کی شخصیت سب سے قد آور ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے غلط عقائد و نظریات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو ایسے ہر عقیدے کا سلسلہ علامہ ابن تیمیہ حرانی سے جا ملے گا۔ ابن قیم موصوف کے شاگرد و شریک کار تھے جب کہ وہابیت کے نجدی و ہندی بانی علامہ موصوف ہی کے مخصوص نظریات کے شارح و ناشر ہیں اس حقیقت کے باوجود ان حضرات نے کھل کر ابن حزم کی اس مسئلے میں تائید نہیں کی بلکہ جمہور کا ساتھ دیا۔ چنانچہ ابن تیمیہ حرانی نے سماع موتیٰ کے بارے میں یوں لکھا ہے:۔

وسماع المیت للاصوات من السلام والقراءۃ حق ۱؎	مردے کا سلام و قراءت وغیرہ کی آوازوں کو سننا حق ہے۔

موصوف کے شاگرد خاص علامہ ابن قیم الجوزی نے ایک مشہور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:۔

فھذا نص فی انہ یعرفہ بعینہ ویرد علیہ السلام ۲؎	یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ سلام کہنے والے کو مردہ حقیقی طور پر پہچانتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۱؎ ابن تیمیہ، علامہ: الاقتضاء الصراط المستقیم، مطبوعہ مصر، ص ۱۸۱۔

۲؎ ابن قیم، علامہ: کتاب الروح، ص ۴

غیر مقلد حضرات کے پیشوا اور اس مسلک کی سب سے بڑھ کر ترویج و اشاعت کرنے والے عالی جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں :۔

جملہ اموات از مومنین دکفار از حصول علم و شعور و ادراک و سماع و عرض اعمال و رد جواب بہ زائر برابر اند[1]۔	تمام مردے، خواہ مومن ہوں یا کافر، وہ علم و شعور اور ادراک و سماع کے حاصل ہونے نیز اعمال پیش ہونے اور زیارت کرنے والے کو جواب دینے میں برابر ہیں۔

دیوبندیوں کے علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء) نے سماع موتی کے بارے یوں تحریر کیا :۔

اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر[2]	میں کہتا ہوں کہ سماع موتی کے بارے میں حدیثیں تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) نے سماع موتی کے بارے میں یوں تصریح کی ہے :۔

ان سماع الموتی ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ[3]۔	بے شک سماع موتی جن احادیث سے ثابت ہے وہ تعداد میں بہت زیادہ اور صحیح ہیں۔

اگرچہ متبدعین زمانہ اور گستاخان رسول کے اکثر اکابر نے بھی سماع موتی اور اعادہ روح وغیرہ امور کو تسلیم کیا ہے لیکن ان میں سے بعض حضرات کی روش ابن حزم ظاہری کے مطابق ہے۔ علاوہ بریں وہابی حضرات جن کے مذہب کی بنیاد ہی مقربین بارگاہ الٰہیہ کی توہین و تنقیص پر ہے، لہٰذا وہ اولیاء اللہ کے علوم و اختیارات کو عوام الناس کی نگاہوں میں فرضی دکھلانے کی خاطر سماع موتی کا انکار کر دینا اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں اور اپنی منزل

۱۔ صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب :۔ دلیل المطالب، ص ۸۸۶

۲۔ انور شاہ کشمیری، مولوی :۔ فیض الباری، جلد دوم، ص ۴۶۷

۳۔ شبیر احمد عثمانی، مولوی :۔ فتح الملہم، جلد دوم، ص ۴۷۹

منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اس مسئلے کو زینے کے طور پر استعمال کرتے ہیں چنانچہ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک مفتی صاحب سے سماعِ موتیٰ کے بارے میں پوچھا گیا، موصوف نے اپنے فتوے میں اہلِ قبور سے خطاب کو شرک یا کم از کم شبہ و شائبہ شرک قرار دیا نیز تصریح کردی کہ زائر اور مقبور کے درمیان چونکہ مٹی کا ڈھیر حائل ہے اس لیے مقبور سے کلام و خطاب کرنا اُسے سمیع و بصیر علی الاطلاق ماننا ہے۔

مستفتی نے موصوف کا یہ خلافِ جمہور اور مہری دستخطی فتویٰ مجددِ مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کرتے ہوئے استفتاء پیش کیا کہ سماعِ موتیٰ کے بارے میں جمہور کا مذہب مدلل بیان فرمایا جائے اور مرسلہ فتوے کی حقیقت بھی واضح فرما دی جائے۔ امامِ اہلسنت نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی خاطر اپنے رہوارِ قلم کو میدانِ تحقیق میں ایسا اذنِ خرام دیا کہ ماہ رجب ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۶ء) کے ابتدائی چند ایام میں حیات الموات فی بیان سماع الاموات کے تاریخی نام سے ایسا محققانہ رسالہ تیار ہو گیا جس نے دشمنانِ اولیاء کے تمام مزعومہ دلائل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ ایسے ساڑھے چار سو دلائل قائم فرمائے جن میں سے کسی ایک دلیل کو غلط یا دعویٰ سے لاتعلق ثابت نہیں کیا جا سکا بفضلہ تعالیٰ چون ۵۴ سال گزر گئے لیکن علم و فضل کے تمام تر دعادی کے باوجود کسی گمراہ گر سے اس کا جواب نہیں لکھا گیا اور نہ کبھی لکھا جا سکے گا کیونکہ — الحق یعلوا ولا یعلیٰ۔ ——— فاضل بریلوی نے میدانِ تحقیق میں قدم رکھتے ہی اہلِ ایمان کو یہ مژدہ سنایا تھا:۔

"یہ عجالہ نہ صرف سماعِ موتیٰ کا ثبوت دے گا بلکہ بفضل اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پائندہ اور اُن کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں، خادموں، محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت دیاری۔"

یہ تحقیقی رسالہ تین مقاصد (ابواب) پر مشتمل ہے۔ مقصد اول میں مذکورہ فتوے پر آپ نے مذہب اہلسنت و جماعت کی رو سے پچیس ۲۵ اعتراضات کیے اور ساتھ ہی

اس فتوے کی منکرینِ سماعِ موتی کے مذہب سے دس مخالفتیں دکھائیں۔ مفتی صاحب چونکہ اس وقت تک سنی حنفی مشہور تھے لیکن اس فتوے میں جہاں خلاف اہلسنت چلے وہاں منکرین سماعِ موتیٰ سے بھی پرے جا کر بیٹھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس لحاظ سے برٹش گورنمنٹ کا عہد بڑا پر اسرار ہو کر رہ گیا تھا کہ اس دور میں بعض رہنما، مصلح اور لیڈر نظر آنے والے ظاہر و باطن میں یکساں نہیں رہے تھے۔ لباس سے تقدس ٹپکتا تھا لیکن دلوں میں کھوٹ چھپا ہوا تھا۔ زبان پر قوم کی خیر خواہی اور ملت کی رہبری کے گیت تھے لیکن حقیقت میں وہ انگریزی مفادات کے محافظ ہو کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے گندم نما جو فروش بننا پسند کر لیا تھا۔ ملتِ اسلامیہ نے دیکھا اور آئے دن دیکھ رہی ہے کہ :- ؎

راہزن خضرِ رہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

مقصد دوم کے تحت آپ نے ساٹھ احادیثِ مطہرہ پیش کیں، جن کی اجمالی صورت یہ ہے :-

۱۔ انیس ۱۹ احادیث سے ثبوت دیا کہ موت کے بعد بھی روح اور صفات وافعال روح کو بقا حاصل رہتی ہے۔
۲۔ دو ۲ حدیثیں اس امر پر دلالت کرنے والی کہ احیاء نے اہل قبور سے حیا کی۔
۳۔ چار احادیث ایسی کہ زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے سے اہل قبور کا جی بہلتا ہے۔
۴۔ آٹھ ۸ احادیث اس امر پر دال کہ زندوں کی بے اعتدالی سے مردوں کو اذیت پہنچتی ہے۔
۵۔ تیرہ ۱۳ احادیث سے ثابت کیا کہ زیارت کرنے والوں کو اہل قبور پہچانتے، ان کا سلام کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ زندوں کے جوتوں کی آہٹ تک سنتے ہیں۔
۶۔ چھ احادیث ایسی جن میں کفار مقتولین بدر سے کلام کرنا اور ان کا سننا مصرح۔
۷۔ چھ احادیث متعلقہ تلقینِ میت پیش فرمائیں۔

۸۔ چار احادیث ایسی جن سے واضح کہ صحابہ کرام نے اہل قبور سے کلام وخطاب فرمایا۔
مقصد سوم میں آپ نے انتیس۲۹ صحابہ کرام، اکیس۲۱ تابعین عظام اور مابعد کے آئمہ مجتہدین مفسرین، محدثین، فقہا، متکلمین اور حضرات اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے تین سو پانچ اقوال پیش کرکے ثابت کر دکھایا کہ امت محمدیہ شروع سے آج تک سماع موتیٰ کی قائل چلی آرہی ہے۔ مذکورہ شمار میں بعض اقوال سرخیل منکرین کے بھی ہیں، جن کے باعث مبتدعین زمانہ اور دشمنانِ اولیاء کے فرار کی آخری گلی بھی بند ہو گئی۔ یہ مرحلہ وہابیہ کے لیے سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی طرح ہو جاتا ہے، جسے اگلتے بنے نہ نگلتے۔ نہ تو یہ حضرات کبھی اہلسنت کے ساتھ اپنے بزرگوں کو مشرک ٹھہرا سکتے ہیں اور نہ کبھی مذہب مہذب اہلسنت وجماعت کی حقانیت کا کھل کر اعتراف کرنے پر آتے ہیں کذلک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون —— اس اتمام حجت اور وضوح حق کے بعد مجدد زمانہ حاضرہ نے مسلمانوں کو یوں فہمائش کی :۔

ہاں عوام اہلسنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ وتابعین وآئمہ مجتہدین و علمائے دین واولیائے کاملین، قرون ثلاثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک وکافر، بدعتی خاسر ٹھہریں ..... ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اُسے سنت وجماعت سے کتنا علاقہ؟ سبحان اللہ! سنت وجماعت کو شرک بتائیں، جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سنی ہونے کا دعویٰ بجا! کلا ورب العرش الاعلیٰ۔

امام اہلسنت، مجدد دین وملت قدس سرہٗ نے اس مقصد سوم کے اندر تین سو پانچ اقوال پیش فرمائے ہیں۔ تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تین مزید مذکور ہوئے، یوں جملہ تین سو آٹھ اقوال ہوئے، جن سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے کہ امت محمدیہ کا شروع سے اب تک کیا عقیدہ رہا ہے۔ ان جملہ اقوال کے مفادات کا خلاصہ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ ایک سو پچاس اقوال سے موتیٰ کے علم وسمع وبصر کا صریح اثبات۔

۲۔ پانچ[۵] اقوال اس بارے میں کہ بعد وصال بھی اولیاء کی کرامتیں باقی رہتی ہیں۔
۳۔ پندرہ[۱۵] اقوال ایسے کہ اولیاء اللہ بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں۔
۴۔ چوراسی[۸۴] اقوال اس بارے میں کہ رحلت کے بعد بھی اولیائے کرام نزدیک و دور سے مدد کرتے ہیں۔
۵۔ بیالیس[۴۲] اقوال میں اس امر کی تصریح کہ بوقت حاجت اولیاء کو پکارنا، اُن سے مدد چاہنا جائز ہے۔
۶۔ تیرہ[۱۳] اقوال اس سلسلے میں کہ حضرات اولیاء کو بعد وصال بھی دیکھنے سننے میں نزدیک و دور یکساں ہے۔

مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کا وہ حق ادا کیا کہ منکرین ومخالفین کے سامنے دو[۲] راستے آ گئے۔ ایک یہ کہ جواب دے کر اپنی بگڑی بناتے لیکن اس کی گنجائش باقی نہ رہی۔ دوسرا یہ کہ باطل سے عدول کرتے ہوئے حق کو قبول کر لیتے لیکن جملہ فرقہ سازوں، فتنہ پردازوں کو ہمیشہ راہ ہدایت پر آنے سے چڑ رہی ہے، ہاں اہل حق کو الٹا بدنام کرنے پر ہمیشہ کمربستہ رہے ہیں۔ پس منکرین ومخالفین نے مذکورہ دونوں کے علاوہ ایک تیسرا راستہ ایجاد کیا یعنی ہیرا پھیری کی دکان کھول لی تاکہ جہلا میں بھرم رہے اپنوں کے نزدیک اسی طرح دھرم رہے۔ علم وفضل کی ساکھ رکھنے کی خاطر مقربین بارگاہ الٰہیہ کے انکار کرامات وقطع کمالات کی خاطر تفہیم المسائل جیسی بھونڈی کاوش دکھائی۔ مائۃ مسائل اور سراج الایمان وغیرہ کا دامن تھام کر مسئلہ بیّن کو اپنے لیے ڈھال بنانا شروع کر دیا۔ مجدد دین وملت، امام اہلسنت قدس سرہٗ نے اُن کی اس کارگزاری کو دیکھا تو سنہ ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۷ء میں حیات الموات کا تتمہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین کے تاریخی نام سے لکھا۔ میدانِ تحقیق میں قدم رکھتے ہوئے فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی کہ:۔

> حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایہ نازاس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے یا کیا چاہتے ہیں۔

مائۃ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ و عینی شرح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع و برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتیٰ سے منکر نہ ہوں تو لا اقل تردد تو کر جائیں۔ مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار، جتنی اور ہوں، نہ ہمیں مضر، نہ منکرین کو مفید، نہ اہلسنت و جماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ، احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت، کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہوئے۔ فقیر غفر اللہ المولی القدیر اس کی تحقیق و تنقیح میں بھی کلمات چند نافع و سودمند گزارش کرے کہ باذنہ تعالیٰ موافق کو ثبات و استقامت، مخالف منصف کو رشاد و ہدایت، مکابر متعسف کو وبال و غرامت دیں۔"

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ ہمیں پر میدان تحقیق میں قدم رکھا تو پانچ مقدمات بارہ دلائل اور پچیس ۲۵ شواہد سے ثابت کیا کہ جن مشائخ سے اس بارے میں نفی منقول وہ بدن موتیٰ کے سماع کے انکار پر محمول ہے ورنہ مذہب اہلسنت کی تغلیط لازم آتی ہے مائۃ مسائل نے معتزلہ کا مذہب خود یوں نقل کیا کہ میت جماد است لیکن جھک پھیری ہے کر خود بھی یوں معتزلہ کی تعلیم پر داری کی کہ: "ہر چند در میت حیات نیست مگر جائز ست کہ خدائے تعالیٰ دراں نوعی از حیات بقدر ادراک الم عذاب و لذت تنعم مند الایلام والتعذیب پیدا کند و آں مستلزم سماع نیست"۔ آپ نے اس اعتزال پسندی کے جملہ مزعومہ دلائل کا رد بلیغ فرمایا اور ثابت کر دکھایا کہ مذہب اہلسنت ہی اس مسئلے میں بھی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کے عین مطابق ہے۔

اعلحضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ نے داد تحقیق دینے کے بعد حد درجہ تنزل فرماتے ہوئے وضاحت کی کہ اگر منکرین کے دلائل کو تھوڑی دیر کے لیے قابل احتجاج تسلیم کر ہی لیا جائے تو اس صورت میں فریقین کے دلائل کی تطبیق لازم آئے گی اور ثابت کیا کہ اس مرحلے پر بھی دلائل اہلسنت کو دس وجہ سے واضح ترجیح حاصل ہے۔

غرضیکہ مسئلہ ایمین پر بھی تحقیق کے وہ دریا بہائے کہ منبدعین قدیم وجدید اور دشمنانِ اولیاء کے مزعومہ دلائل کے سارے تار پود بکھیر کر دکھا دیے منکرین سماع موتی کی اس سرمایہ ملت کے نگہبان نے یوں زبان بندی کی کہ تحقیق کے میدان میں ذرا بھی بولنے کی گنجائش باقی نہ چھوڑی آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا مجددانہ انداز میں فریضہ ادا کرنے کے بعد تحدیث نعمت کے طور پر یوں اعلان حق فرمایا ہے :-

جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ بہ دل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ ہمین آج حل ہوا۔ جسے مخالف موافق سمجھا کرتے تھے، اُس کا عقدہ آج منحل ہوا۔ جن کلمات کو مخالف اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کلمے خود انہیں کو ذلیل بنائیں گے۔ جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے اب انہیں کو اپنی دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ تفہیم المسائل کی ساری بلا خوانیاں بھی نبچی پڑیں۔ صبح سنیت شرق حق سے چمکی، باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اڑیں۔"

راقم الحروف نے اپنی علمی بے مائیگی کے باوجود چودھویں صدی کے مجدد برحق اور اُن کی مایہ ناز تصنیف حیات الموات کے بارے میں چند ٹوٹے پھوٹے تعارفی کلمات اس لیے پیش کیے ہیں تاکہ اُس مردِ حق آگاہ سے عقیدت رکھنے والے اپنے موجودہ علمائے کرام کو یہ دعوت غور و فکر دے سکوں کہ اس پرفتن دور میں جب کہ باطل کا سیلاب مختلف خوشنما رنگوں میں چاروں طرف سے اُمڈتا اور بڑھتا چلا آ رہا ہے، جس نے اہل حق کو ہر جانب سے پوری طرح اپنے نرغے میں لیا ہوا ہے اور اُن کی ایمان جیسی متاعِ عزیز کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جانے پر تلا ہوا ہے، تو ایسے نامساعد حالات میں آپ حضرات نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی کارناموں کو سامنے رکھ کر کہاں تک اُن کے عقیدت مند بیدار ہونے اور اپنا فریضہ ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے؟ ——— انہوں نے تو حق کی حمایت اور باطل کی تردید میں سینکڑوں تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن آپ نے؟ ——— انہوں نے مبتدعین کے

اتنے سارے سرگروہوں اور مرغنوں کو علمی میدان سے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن آپ حضرات نے؟ یہ خود سوچیے اور اس میدان میں اگر کسی کوتاہی کا آپ حضرات کو احساس ہو جائے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اور مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں کو مشعلِ راہ بنا کر سرمایہ ملت کی نگہبانی کا فریضہ اپنے منصب کے مطابق ادا کیجیے۔ مقدس اسلام آج بھی آپ سے مطالبہ کر رہا ہے ؎

بمژگان سیہ کردی ہزاروں رخنہ در دینم
بیا کز چشمِ بیمارت ہزاروں زخم برچینم

خدائے ذوالمنن ہم سب کو اپنا اپنا فرض پہچاننے اور اُسے ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔ یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

گدائے درِ اولیاء:۔ محمد عبدالحکیم خان اختر
مجددی، مظہری، شاہجہانپوری
دارالمصنفین لاہور

۱۶ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ
۱۲ر جون ۱۹۷۹ء

بسم الله الرحمن الرحيم

ابتدائیہ

الحمد لله الذی خلق الانسان ؞ علمه البیان ؞ واعطاه سمعا وبصرا وعلما قرآن ؞ وجعله مظهر الصفات الرحمٰن ؞ ولم یجعله معدوما بفناء الابدان والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان ؞ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملك المستعان ؞ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ؞ سیدنا ومولٰنا محمد النافذ حکمه فی عوالم الامکان ؞ وعلی اله وصحبه وابنه الغوث الباهر السلطان ؞ الحی المنعم فی القبر المکرم بفضل المنان واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له شهادة یحیی بها وجه الدیان ؞ واشهد ان محمدا عبده ورسوله شهادة توردنا موارد الرضوان ؞ فصلی الله وسلم وبارك وانعم علی هذا الحبیب القریب الملتجی البعید المرتقی الرفیع المکان ؞ وعلی اٰله وصحبه وعیاله وحزبه اولی العلم والعرفان ؞ وعلینا معهم وبهم ولهم یا جلیل الاحسان ؞ وجمیل الامتنان آمین آمین اله الحق آمین

امابعد یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکیں تنقیح مسئلۂ علم وسماع موتیٰ وطلب دعا بمشاہد اولیا میں جنہیں افقر الفقرا احقر الورٰی عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا اور بلحاظ تاریخ حیاۃ المواتفی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ سے مسمی کیا اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ نے چند کلمے مسمی بہ

الاہلال بفیض الاولیا بعد الوصال جمع کیے تھے ان کے اکثر مطالب و مضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع و فصول میں مندرج ہوئے اب یہ عجالہ نہ صرف علم و سماع موتی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیا بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت دیاری۔ والحمد للہ القدیر البار ی۔

یہ رسالہ حق سے منفصل باطل سے منفصل مقدمہ وسہ مقصد و خاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولانا وعلیہ التعویل۔

مقدمہ

باعث تالیف یں سلخ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق و اظہار ادعائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا صورت سوال یہ تھی :-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرح متین دریں باب کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدۂ درگاہ کبریائی آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی بر آئے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیل رسول[ؐ] مقبول واسطے اللہ کے حاجت بر آوے بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا اور پیشتر ہیں پڑھا یوں مزارگاہ ہیں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں - زیادہ والسلام فقط انتہیٰ بلفظہٖ"

اس پر بعض اجلہ مخادیم کا جواب مزین بمہر و دستخط جناب تھا جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ شرک قرار دیا اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ و امتناع سے کام لیا - تحریر شریف یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم - اس میں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات اموات کو بخشنا مندوب و مسنون ہے جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا نص صریح ناطق لیکن بزرگان اہل قبور کو خطاب طلب

ؐ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ -

دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہۂ شرک نہیں کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال اگرچہ بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ زیادتِ[1] ادراک بھی حاصل ہو لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلاتوجہ خاص جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر اور بغیر اختیار پروردگار عالم ہے بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اس کی دعا کو سن لیں جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک اور ادنیٰ درجہ شائبہ وشبہ شرک تو بالضرور ہوا جس سے احتراز واجتناب لازم وواجب فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ازاں جملہ ہے سورۂ

[1] مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کردیا عنقریب سوال ۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ مانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہوئے جو انکار واقرار دونوں کا پہلو دیں خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خالی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساعت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے کما ستری ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ۔

یوسف میں وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اور حدیث شریف میں ہے حلف بغیر اللہ فقد اشرک اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے جو معنیٔ شرک ہے واللہ اعلم۔ مہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافات محدثہ میں آج تک نظر سے نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذن رقم ملا تو یوں کہ طرز ارشاد فریقین کے مضاد پھر سراپا ناتمامی تقریب و ناکامی مدعا و اجنبیت دلیل و بے تعلقی دعوے اگرچہ حضرات نجدیہ کا قدیمی دستور مگر فضیلت سے بغایت دور فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور ولہذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور اور حدیث صحیح میں الدین النصح لکل مسلم ماثور میرا قصد تھا کہ اس مسئلے میں تحقیق بالغ و تنقیح بازغ سے کام لوں اس تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ براہین اثبات کا حصر وافی ہو آرہاق شبہات کا احاطہ کافی ہو مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دور اور اکثر اوہام جو اُدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور تو مجھے بہت کفایت مؤنت و کمی مشقت ہوئی اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کرکے چند آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث و نبذے بحث اصل مدعا یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعا اور بعد وصال ان کا فیض و نوال لکھ کر ختم کلام کردوں اور بقیہ تحقیقات باہرہ و تدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں انہیں بشرط جواب مولوی صاحب[1] دور آئندہ پر محمول رکھوں

[1] اس رسالہ کا پہلا ہی نسخہ رجب ۱۳۰۵ھ میں مولوی صاحب کی خدمت (باقی بر صفحہ آئندہ)

باایں ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع ان کے اصل مذہب[1] کے چار سو وجہ سے دارو گیر واللہ المعین بہ استعین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حاضر کردیا گیا مدتوں عزم جواب کا جوش رہا مگر پھر صدائے برنخاست یہاں تک، کہ شوال ۱۳۱۲ھ میں مولوی صاحب نے انتقال کیا اب ان کو خود ہی معلوم ہو گیا ہوگا کہ مردے دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں یا مر کر پتھر ہو جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ سلطان احمد خان۔ غفرلہ۔

لے اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے۔ کہ میت جماد ہے۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

اَلْمَقْصِدُ الْاَوَّلُ

فِی الْاِعْتِرَاضَاتِ وَاِزَاحَتِ الشُّبُہَات

اور اس میں دو نوعیں ہیں۔

نوع اول:۔

اعتراضات مقصودہ ہیں۔ شاید مولوی صاحب نام اعتراض سے ناراض ہوں لہذا مناسب کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض ہوں فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

سوال ۱۔ جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی صورت دیکھنی محال ٹھہرائی اس مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی بر تقدیر اول کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پہ قائم فرمائی ہوتی میں پوچھتا ہوں اللہ تعالی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو اگر کہیے نہ تو ان اللہ علی کل شیء قدیر کا کیا جواب اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں بر تقدیر ثانی آیات قرآنیہ یا احادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حائل وحجاب رہیں گے ابصار وسماع نہ ہو سکیں گے الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں بر تقدیر ثالث عادت اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ در صورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی عائق برزخ بھی ہے کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں حتی کہ کفار بھی احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ در صورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا اور کس طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو اور ماحول کہ دعوے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲)۔ اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اس کا اول رد کہ محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق

نہ ہوگا و بر شق ثالث اس کا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی ممکن عقلی ہے اور
شک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بیّن
الفساد • بعبارۃ اخری او ضح و اجلی جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ
بعض اموات کو ایسی زیادت ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو
باذن اللہ دعائے زائر سن سکتے ہیں - میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں کہ
یہ قوت انہیں ہر وقت کے لیے بخشے بر تقدیر انکار سخت مشکل افعیینا بالخلق
الاول ۔ در صورت اقرار مبین یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں میں
جانتا ہوں ہاں نہ کہیے گا اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وہ وصف جس کے
ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی اس کے اثبات سے خدا کا شریک کرنا کیونکہ
قرار پایا اور جس کی حقیقت شرک نہیں اس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا۔

سوال (۳) کیا آدمی اسی کام کو اپنے لیے حلال جانے جس کے بکار آمد
ہونے پر یقین رکھتا ہو باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔
در صورت اولی واجب کہ نماز روزہ تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ
بے قبول بکار آمد نہیں اور ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول
در صورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک ہونا[۱]
مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ دعائے زائر سن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت
امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں پھر کلام کیونکر
ناروا ہو سکتا ہے جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر
وقت فراخ دست نہیں ہوتے اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر

---

[۱] اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت
مان کر پھر اس کلام کی کیا گنجائش ہے یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیے - ۱۲ منہ -

شخص کے حال خانہ پر اطلاع موقوف ہے یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائرہ بیچاروں نے حضرات اولیا کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا یونہی آپ نے ان بھیک مانگنے والوں جوگیوں سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔ اور اگر فرمائیے نہ تو جبکہ سائل بلا حصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی و قادر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں بر تقدیر اول واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو تو ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر اولیا و علما نے وقت حاجت اس پر اقدام فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان و جلالت شان آفتاب نیم روز سے اظہر ہنگامہ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیأ للہ فرماتے یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاذ حضرت ابو حفص حداد و حضرت ابراہیم ادہم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول نقل کل ذلک العلامۃ المناوی فی التیسیر [۱] کتب فقہیہ شاہد عدل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے معاذ اللہ یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا بر تقدیر ثانی زائرہ بیچارہ بلا حصول علم سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جا کر جس وقت بات کیجئے سن لے اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں اگر کہیے ہاں تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولتخانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے اور فرمائیے نہ تو

۱؎ تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم و خبر مطلق نہ فقط اتنا سمع و بصر مطلق ۱۲ منہ

۲؎ تحت قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ۔

مزار پر جاکر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق جاننا کیونکر سمجھا گیا۔

ایک فرشتہ تمام عالم کی آوازیں سنتا ہے

سوال (۶) ۔ زمانۂ وجودِ مخاطب کے استغراق ازمنہ با وصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنۂ وجود وامکنۂ دنیا بدرجۂ اولیٰ موجب ہوگا اب کیا جواب ہے اس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی وعقیلی وابن النجار وابن عساکر وابو القاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:۔

ان اللہ تعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علی قبری (زاد الی یوم القیمۃ) فما من احد یصلی علی صلوٰۃ الا ابلغنیھا۔

بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں:۔

ای قوۃ یقتدر بھا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرھما (زاد المناوی) فی ای موضع کان،

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اکثروا الصلوٰۃ علی فان اللہ تعالیٰ وکل لی ملکا عند قبری

مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین

فاذا اصلی علی رجل من امتی قال	فرمایا ہے جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود
لی ذالک الملک یا محمد	بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے
ان فلان بن فلان یصلی	یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی
علیک الساعۃ ۔	حضور پر درود بھیجی ہے۔

اللّٰھم صل وبارک علیٰ ھٰذا الحبیب المجتبیٰ والشفیع المرتجی وعلیٰ اٰلہٖ وصحابہٖ واولیاء امتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین صلوٰۃ تدوم بدوام ملک وتبقی ببقائک کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین ؎

جان میدہم درآرزوای قاصد آخر باز گو
درمجلس آن نازنین حرفے گر از ما میرود

بھلا ارشاد ہو اولیاء کرام تو خاص حاضران مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں یہ بندۂ خدا کہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیا کی آوازیں سنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ ۔

سوال (۷)۔ کیا بات سننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتۂ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکہ مفہوم ہوا عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸)۔ بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار ہے جو روایت مخاطب سے حاصل یا بصر مطلق علی الاول ملازمت باطل وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لیے ماننا مطلقاً مستلزم شرک

ہو تو سب مشرک ہیں یا ہر ذی سمع بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹)۔ ان اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزام عدم تو دونوں صورت میں محتمل رہیں پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے۔

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جا کر کلام و خطاب کرنا شرک یا حرام ہے یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا بصیر علی الاطلاق مانتا ہے اور حضرت کی صحت استدلال انہیں امور پر مبنی آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ہیں مقامات متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ بینوا توجروا۔

سوال (۱۱) سورۂ یوسف کی آیہ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اس کا ترجمہ و مطلب میں کیوں عرض کروں مولوی اسمٰعیل سے سنیے تقویۃ الایمان میں لکھا:۔

"نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں انتہیٰ"

خدارا اس میں مزارات اولیا پر جانے یا ان سے کلام و خطاب کرنے کا کون سا حرف ہے استغفر اللہ تام کو بو بھی نہیں تصریح تام تو بڑی چیز ہے پھر اس آیت نے جناب کا کونسا دعویٰ ثابت کیا یا حضار مزار کو کیا الزام دیا اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریح تام تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کر سکتا ہے مثلاً فلسفی کہے تو سیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیائے متکثرہ اس

آیت سے وہابیہ کا استدلال محض بچگانہ ہے

واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں اور یہ خدا کے عزوجل پر افترا فان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد اور اللہ تعالیٰ پر افترا حرام قطعی قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سورۂ انعام میں ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ٥ یا نصرانی کے انکار تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سورہ عنکبوت میں وما یجحد بآیتنا الا الظلمون ارشاد فرمائے کیا ان تقریروں سے ان کی استدلال تام ہو گئی اور ان کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآن عظیم نے ثابت کر دیے حاش اللہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلاں دہمان کی طرح آیات الٰہیہ کو ان کے محل وقوع سے بیگانہ کر کے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور ٥ بہت اچھی طرح پیش ہو سکتی ہے اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وقوع سے تعلق رکھتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اہل قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے ۔ اب غور کر لیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے امید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

صنف آخر من ہذا النوع

یہاں ان اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنہوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجہ شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے ۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں :-

بارواح طیبۂ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا زیارت

قبر ایشاں رو دو از انجا انجذاب در یوزہ۔

اقول اولاً:۔ جناب کے نزدیک مزارات اولیا سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے افسوس وہاں تو ان سے دعا منگوانا شرک ہوا جاتا تھا۔ یہاں[1] خود ان سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً:۔ کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی غرض سنے اور اس کی طرف توجہ کرے ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگتا مگر آپ فرما چکے کہ توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زاہد و بخیر اغنیا پروردگار عالم ہے اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بحصول علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں اور شاہ صاحب نے یہ شرک خالص یا شائبۂ شرک تعلیم کیا یا نہیں اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

ثالثاً:۔ انہوں نے مزار پر جاکر گدائی تو پیچھے بتائی پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں اب تو اطلاق کا پانی سر سے گزر گیا۔

سوال (۱۳) انہیں شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ؎

آنانکہ زادناس بہیمی جستند | بالجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو | دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی:۔

"یعنی توجہ بارواح طیبہ مشایخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد"۔

اقول۔ کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلا حصول علم اُن کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک[2]

مزارات پر حاضر ہو کر بھیک مانگو

اور اُن سے فیض رضا ہو

---

[1] شاید یہاں کوئی مخمصہ ہو کہ شاہ صاحب عذر کریں کہ تیرے فاقہ مردار بھی حلال ہے ۱۲ سلطان احمد خاں غفرلہ۔

[2] شرک یا شائبہ شرک کی تردید یاد رہے ہر جگہ اظہار کی حاجت نہیں یہ وہی مثل ہوئی کہ آؤ پیر دگھر کی بھی لے جاؤ ۱۲ سلطان احمد خان عفا عنہ۔

ہو گئے۔

سوال (١٤)۔ یہی شاہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں اس سے یہی بہتر کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنف نصیحتہ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں یہ صاحب بھی عمائد کبرائے حضرات منکرین سے ہیں شفاء العلیل میں کہتے ہیں:۔

"مشایخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح اور یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو اس کے دل پر آہ ملخصا۔

اقول اولا:۔ اس ندائے یا روح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً:۔ یہ سائلان فیض بوجہ تقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلا حصول علم قبور کے سامنے یا روح یا روح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن و مترجم بتا جنا کہ مشرک ہوئے یا نہیں۔

سوال (١٥)۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں وہیں جہاں انہوں نے بعض خواص اولیا کو ایسی زیادت ادراک ملنی لکھی ہے۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا مینمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا مطلبند و می یابند۔"

کہیے زیادت ادراک مسلم مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و بغیر اختیار پروردگار عالم ہے پھر اویسی لوگ بوجہ بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکہ مصداق ان لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ

شاہ عبدالعزیز صاحب کے بیان سے اولیاء کا حاجت روا مشکل کشا ہونا

شرک ملتی ہے کیونکہ صحیح و مقبول ٹھہری یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے شیخ ابو علی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے اھ نقلہ البلہودی فی شفاء العلیل۔

ثانیاً:۔ ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں ملحوظ خاطر رہیں کس دھوم دھام سے ارواح اولیا کو حاجت روا مشکل کشا بنایا ہے واللہ کہا سچ اگرچہ بُرا مانیں ناواقف ع الناس اعداء لما جھلوا ؎

غوث اعظم بمن بیسر و سامان مددے
قبلہ دین مددے کعبۂ ایمان مددے

سوال (١٦)۔ اسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اس کے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں:۔

"از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست"

اقول:۔ انتفاع تک خیر تھی کہ بے قصد منتفع بھی ممکن استفادہ نے غضب کر دیا کہ وہ نہیں مگر طلب فائدہ پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگان خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً۔ لفظ جاری ست پہ لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا اور جو مسلمانوں میں جاری ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (١٧)۔ مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں اور حاشیۂ مکتوبات دہلویہ پر انہیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہند و عرب و ولایت میں ایسا متبع کتاب و سنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملخصاً مترجماً یہ

مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں :۔

"نسبت با آنجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ میرسد وفقیر را نیازی خاص با آنجناب ثابت است در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ با آنحضرت واقع میشود و سبب حصول شفا میگردد"

سوال (۱۸) ۔ آگے فرماتے ہیں :۔

"یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
زانگشت ید اللٰہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند اھ

اقول اوّلاً :۔ جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکل کشائی کی کی طرف توجہ کرتے تھے انہیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ الاسنے اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف توجہ سے التفات فرمالیں گے۔

ثانیاً :۔ یونہی جب قصیدہ عرض کرتے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سن لیں گے تو ان سب اوقات میں بے حصول علم مرتکب عرض و توجہ ہو کر انہوں نے جناب اسد اللٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا اور حضرت کے طور پر وہ بُرا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثاً :۔ مزار پر جاکر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا مرزا صاحب جیسے حضور مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ہیں۔ ان کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعاً :۔ اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا ان جہال کے وہم کا جو لفظ نیاز کو خاص بجناب بے نیاز مانتے اور اسی بنا پر فاتحہ حضرات اولیا کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔

خامساً :۔ یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لیے ارواح

طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباع شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا بالائے طاق سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان راسا موحد و مسلم کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے وہ بھی اس شرک عالمگیر سے محفوظ تر ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں:۔

"وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد۔

شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یوں کیا:۔

"اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب اموزہ ہوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ ادھر سے بے طلب آیا ہو بلکہ یہی جا کر قبر پہ متوجہ ہوا کرتے۔"

خود شاہ ولی اللہ اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل:۔

"میفرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین الخ پیدا شد آنجا میرفتم و بقبر شان متوجہ میشدم الخ"

یا رب حبیب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ و مشائخ سب گرفتار شرک تھے یہ کہ انہیں کے خوشہ چین انہیں کے نام لیوا ان کے مدّاح ان کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے ع وحسن نبات الارض من قوم البذر۔

صنفِ آخر من ہذا النوع

اس میں وہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال

دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرك کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی ذرا کتب ائمہ حدیث و فقہ پر نظر کر کے ارشاد ہو جائے کہ کلمات علما سے کہاں تک موافق ہے فقیر بہت ممنون احسان ہو گا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں الخ۔

سوال (۲۱)۔ اعتقاد نفع و ضرر پر قسم کی دلالت کس قسم کی دلالت آیا لغۃ اس کے معنی سے یہ امر مفہوم یا عقلاً خواہ عرفاً لازم و ملزوم کہ آدمی اسی کی قسم کھائے جس سے نفع و ضرر کی امید رکھے صدر اسلام میں جو صحابۂ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے کما رواہ النسائی وغیرہ اس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ بینوا توجروا۔

سوال (۲۲)۔ غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اس صورت میں کہ اسے نفع و ضرر میں مستقل بالذات مانے بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں جہاں شہد کو نافع زہر کو مضر جانتا ہے سچے دوست سے نفع کی امید پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیوی نفع کی توقع ہے مخالف مذہب سے احتیاط سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:۔

غیر خدا کو نافع و ضار سمجھنا

اٰباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔	تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ان میں کون تمہیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

لہ ذکر نسخ نافع نہ ہو گا کیا شرک و توحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ

اور فرماتا ہے:۔

وما ھم بضآرین بہ من احد	وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے
الا باذن اللہ ۔	بے حکم خدا کے

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ	تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع
فلینفعہ ۔	دے سکے وہ نفع دے ۔

امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من ضآرّ ضارّ اللہ بہ ومن شاقّ شقّ اللہ علیہ ۔	جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالے گا۔

حاکم کی حدیث میں ہے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا:۔

بلی یا امیر المومنین یضر	کیوں نہیں اے امیر المومنین یہ پتھر
ینفع	نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔

الحدیث بر تقدیر ثانی واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عدل لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں اور ہرگز ان کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع و ضرر کی مالک ہیں نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں ؎

لعمری وما عمری علی بہین

لقد نطقت بطلا علی الاقارع

اور جناب کے نزدیک اس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے اسی طرح حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) و ام المومنین صدیقہ (رضی اللہ عنہا) وغیرہما پیشوایان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی مروی کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳) ۔ غیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے اب اُن کی نسبت حکم ارشاد ہو جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رسان بلکہ مالک نفع و ضرر بتائیں اور وہ بھی کسے اس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو اور برسوں خران بے عقل نے اسے پوجا ہو وہ کون فرعون بے عون نسأل اللہ عن حال الصّوت شاہ عبدالعزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:۔

"تعظیم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع و ضرر باشد فی الجملہ وجہ معقولیت دارد گوسالہ لایعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل ست ہیچ وجہ شایان تعظیم نیست"۔

سوال (۲۴) یہ تو آئندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع و ضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دعا منگواتے ہیں تو وہ اعتقاد نفع و ضرر نکلا جو معنیٔ شرک حالانکہ وہ خود اس نے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں پھر۔

۱۔ ان کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہو کر خود ان سے بھیک مانگنا۔

۲۔ یا مراد ح یا روح پکار کر ان کے فیض کا منتظر رہنا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرعون کو مالک نفع و ضرر کہا

۳- اپنی مشکلوں کا ان سے حل چاہنا۔

۴- بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو ان کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنف سابق میں منقول ہوئے ان میں کتنا اعتقاد نفع وضرر ثابت ہوتا ہے اور۔

۵- لفظ انتفاع و استمداد تو خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن اس کا قصد بے اعتقاد نفع کس عاقل سے معقول ہاں ہاں انصاف کیجئے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری و حاجت خواہی کہیں زیادہ ہے اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے اگر سبب ظاہری و مظہر عون باری جانا تو خالص حق اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہ کی طرف محتاجی پہ دلیل واضح یہاں تک کہ توہم استقلال سے اس کا اجتماع محال کما لا یخفی علی اولی النھی با ایں ہمہ اگر یہ شرک ہے تو اس کے لیے تو مجھے کوئی لفظ شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق اسے ٹھہراؤں ع

ضاق عن وصفکم نطاق البیان ۔

اولیا و صلحا سے طلب دعا سنت ہے

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنیٔ شرک ہے۔

(۱) خود مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا چاہی جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے ارشاد فرمایا:۔

لا تنسنا یا اخی من دعائك — اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا۔

رواہ ابو داؤد رضی اللہ عنہ ۔

احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا:۔

یا اخی فی صالح دعائك ولا تنسنا۔ — بھائی اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کر لینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر ٹھہر کر صحابۂ کرام سے ارشاد فرماتے:۔

استغفروا لاخیکم واسئلوا له التثبیت فانه الاٰن یسأل	اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا۔

(رواہ ابوداود والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا لقیت الحاج فسلم علیه و صافحه ومره ان یستغفرلک قبل ان یدخل بیته فانه مغفور له	جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کر کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا:۔

فمن لقیه منکم فلیأمره فلیستغفر لکم	تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اس سے دعائے بخشش کرائے۔

(اخرجه مسلم والبیہقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنه)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا ان سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والا ہے۔ اخرجه الخطیب وابن عساکر۔

(۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ) نے ان سے دعا چاہی اخرجه ابن سعد والحاکم وابوعوانة والرویانی والبیہقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیة کلھم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی اخرجہ ابن عساکر۔

(۷)۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند[1] صحیح بطریق ابومعاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... روایت کرتے ہیں:۔

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر ابن الخطاب فجاء رجل[2] الی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتک فانہم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرھم انھم یسبقون۔ (الحدیث)

یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کی خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر کے پاس جا کر اسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا چاہتا ہے۔

---

[1] نص علی صحتہ الامام القسطلانی فی المواہب ۱۲ منہ۔

[2] ہو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواہب۔

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں (رواہ ابو عمر فی الاستیعاب)

جو بات زندوں کے ساتھ شرک نہیں مردوں کے ساتھ بھی نہیں

تنبیہ نبیہ :۔

یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور رہو گی۔

یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء و اموات و انس و جن و ملک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو امور شرک میں حیات و موت سے تفرقہ جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے دائرہ عقل و شرع دونوں سے خروج کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں صرف شرکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم بغیر ہی کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسی کی حلال نہیں یونہی اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہو گا بلکہ یقیناً احیا سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہو سکنے میں زندے مردے سب ایک سے ولہذا شیخ شیوخ علماء الہند مولینا و برکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا:۔

"اگر اینمعنی کہ در امداد و استمداد ذکر دیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین۔"

عزیزا یہ نکتہ بہت بکار آمد ہے اور اکثر اوہام و شبہات کا رد فاحفظ تحفظ و تحظی من الرشد باوفی حظ۔

نوع دوم:-

"مخالفات مولوی صاحب وہم مذہبان مولوی صاحب ہیں"

یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں بوجوہ عدیدہ واصول وفروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گو نہ موافقت فرمائی ہے پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہوا رخود مولوی صاحب ان مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں نہیں نہیں بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہو گئیں کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہ ہوں اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر دیکھیے تو یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱)۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب ومسنون ہے یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق مگر صاحب مأتہ مسائل کے بالکل خلاف انہوں نے جو قسم زیارت شرعاً بلا کراہت جائز مانی اس میں مزارات عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زنا کار کی قبر یکساں جانی حیث قال:-

"دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است"

پھر اس برابری پر بھی صبر نہ آیا آگے الٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا ہے

"بلکہ از زیارت قبور اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل میگردد"

مطلب یہ کہ جس[۱] فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے وہ مزارات

---

[۱] اقول وباللہ التوفیق اس امر دعاقل محرر مأتہ مسائل سے پوچھا چاہیے کہ اگر تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر قبور احد وبقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لے گئے (باقی برصفحہ آیندہ)

اولیا میں ہرگز ایسا نہیں جلیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقت زیارت قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا قرآن و حدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں یا قرون ثلثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں ورنہ مذہب واستنان درکنار اصول طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود و فاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا اور اسی پر حضرت کا جواب وارد بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تو اصول طائفہ پر ہیأت اجتماعیہ محل کلام رہے گی اس بنا پر آپ کو حکم بدعت دینا تھا یا تسلیم فرمائیے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ہوتے تاکہ امت کو اختیار انفع و افضل کی طرف ارشاد فرماتے یا یہ نہ سہی برابر ہی سہی کم ہی سہی کبھی ہی سہی ایک ہی بار ثابت کر دو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنی کی بوجہ غنا تخصیص فرمائی ہو پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم و اوفر اسی کو دائماً ترک فرمائیں نہ وہ صحابہ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن و طبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحا کا اہتمام و اعتنا رکھیں نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پہ چلو وہاں نفع زائد ملے گا حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم پر امر عبرت میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اس میں بحضور ہونا قطعاً باطل و مدفوع خود انہیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی جو ظاہر کر دیں گی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ما قدمت یداہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریر ین گواہ کہ جو فعل فی نفسہ حسن ہو مگر عوام میں ان کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں نہ کہ مفاسد سے منع اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع و مشہور تو اصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا نہ مندوب و مسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:۔

"اذان دادن بعد از دفن بدعت و مکروہ است زیرا کہ معہود از سنت نیست وانچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ بباشد عبارۃ الکتب ھکذا یکرہ عند القبر مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحر الرائق والنہر الفائق والفتاوی العالمگیری۔

اگر چہ ان عبارات کا مطلب جو صاحب مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انہیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرما کر وقت زیارت درود و فاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رویت و سماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یہ ابتنا باعلی ندا منادی کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع و ابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صورت و صورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود ان میں راسا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسا منکر معلم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا سماعت موتی سوائے سلام جائز است جواب دیا ثابت نیست کہ کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک جیلولتِ خاک تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اسی طرح کہتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں اور ان کے لیے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ دریاں کے لیے حکم شرعی ارشاد ہو اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے تو قطعاً مشرک یا شائبہ وشیمہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے۔ آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمدللہ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انك لاتسمع الموتٰى کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں نہ ہرگز اس سے یہ معنی مفہوم ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔

اولاً:۔ آیۂ کریمہ یقیناً عام پس اگر اس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلب کلی پر دلالت کرے گی پھر آپ ارشاد ربانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے۔

ثانیاً:۔ اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہوگا کہ نفس موت منافی سماع ہے نہ یہ کہ موتی کو اصل قوت حاصل اور عدم ادراک بوجہ حائل پھر آپ کیونکر بہ خلاف قرآن جیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے لاجرم واضح ہوا کہ آیت کریمہ کے صحیح معنی ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اس میں نفی سماع کا اصلاً ذکر نہیں کما هو الحق الناصع اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا ورنہ اس کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں بجواب الجواب پر محول رکھا واللہ الموفق مگر ازاں جا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کردوں

فاقول وباللہ استعین۔

جواب اوّل:۔ آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیۂ کریمہ انک لاتھدی من احببت ہے اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشآء یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا ان اللہ یسمع من یشآء وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے الایۃ من قبیل انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء۔

جواب دوم:۔ نفی سماع ہی مانو تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے مانتا نہیں اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادے پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ اصل سماع کا خود اسی آیۂ کریمہ انک لاتسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل ان تسمع الا من یومن بایٰتنا فھم مسلمون۔ تم نہیں سناتے مگر انہیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں) اور پھر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے پھر اس سے کیا کام آٰلْئٰنَ وقد عصیت قبل۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:۔

"السماع المنفی فی الآیۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذٰلک الحافظ الجلال الدین السیوطی بقولہ"

۵ سماع موتی کلام الخلق حق قد ٭ جائت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب
وآیۃ النفی معناھا سماع ھدی ٭ لا یقبلون ولا یصغون للادب

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۂ فاطر فرمایا۔
"شبہ الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بسمعھم"

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔
"النفی منتصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع"

جواب سوم:۔ مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے۔ موتی سے۔ موتی کون ہیں ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے جس کی تصریحات بعونہ تعالیٰ تمہید وفصل اول ودوم نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی ہے من فی القبور یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز واکرام میں ہیں جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:۔
"لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی ھو الروح"

شاہ عبدالقادر صاحب برادر شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعۂ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے پھر ان کی تصریحین کلمات علما میں دیکھیں کما سمعت وللہ الحمد اور ابھی ائمہ وعلما کے جواب اور بھی ہیں وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی الصراط الحمید۔

مخالفت (۱۰) سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا ہوا پنے ارسال و اطلاق سے شہر ہیں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل کما لا یخفی اور آپ نے بھی یونہی بر سبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد یہ اطلاقات مذہب جمہور اہلحق سے تو بیشک موافق مگر مشرب طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگا دیتے ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلقاً جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک ان کا یہ وبال اطلاق فتوے کے ذمے رہے گا فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے مگر نگاہ انصاف مبذول ہو تو چودہ سطروں پر پینتیس ۳۵ کیا کم ہیں واللہ الھادی۔

المقصدُ الثانی

(فی الاحادیث)

اگرچہ حیات وادراک وسماع وابصار ارواح میں احادیث وآثار اس درجہ کثرت ووفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم ودفتر ضخیم درکار اور خود ان کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پہ اقتصار اور مثل مقصد اول اس میں بھی دو نوع پہ انقسام گفتار۔

نوع اوّل :۔

بعد موت بقائے روح وصفات وافعال روح میں یہاں وہ حدیثیں مذکور ہوں گی جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، سننا، بولنا، سمجھنا، آنا، جانا، چلنا، پھرنا سب بدستور رہتے ہیں بلکہ اس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف وتیز ہو جاتی ہیں حالت حیات میں جو کام ان آلات خاکی یعنی آنکھ کان ہاتھ پاؤں زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے اگرچہ جسم مثالی کی یاوری سہی ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بیشمار احادیث وآثار سب حجت کافیہ ودلائل شافیہ جن میں :۔

(۱) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا۔

(۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پہ جانا۔

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔

(۴) فرشتوں کو دیکھنا۔

(۵) ان کی باتیں سننا۔

(۶) ان سے باتیں کرنا۔

(۷) اپنے منازل جنت کا پیش نظر رہنا۔
(۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔
(۹) بد ہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔
(۱۰) ملائکہ کا ان کے پاس تحفے لانا۔
(۱۱) ان کی مزاج پرسی کو آیا کرنا۔
(۱۲) ان کا منتظر صدقات رہنا۔
(۱۳) قبر کا ان سے بزبان فصیح باتیں کرنا۔
(۱۴) ان کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔
(۱۵) زندوں کے اعمال انہیں سنائے جانا۔
(۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا برائیوں پر غم کرنا۔
(۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا۔
(۱۸) ان کے ملنے کا مشتاق رہنا۔
(۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا۔
(۲۰) ہر گونہ کلام کے دفتر کھلنا۔
(۲۱) منزلوں کے فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا۔
(۲۲) اگلے اموات کا مردہ نو کے استقبال کو آنا۔
(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا ان سے مل کر شاد ہونا۔
(۲۴) ان کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا۔
(۲۵) آپس میں خوبی کفن سے مفاخرت کرنا۔
(۲۶) برے کفن والے کا ہمچشموں میں شرمانا۔
(۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سیئہ کو دیکھنا۔
(۲۸) ان کی صحبت سے انس و فرحت یا معاذ اللہ خوف و وحشت پانا۔
(۲۹) عالم دین کا علم شریعت۔

(۳۰) اہلسنت کا مذہب سنت۔

(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور و فرحت۔

(۳۲) تالی قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت دل کشا رکھنا۔

(۳۳) دشمنان عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال لعین پہ ایمان لانا۔

(۳۴) نیک بندوں کا خدمت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و عباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔

(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔

(۳۶) حج کرنا لبیک کہنا۔

(۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا۔

(۳۸) بلکہ ملائکہ کا انہیں تمام و کمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔

(۳۹) اپنے رب جل جلالہ سے باتیں کرنا۔

(۴۰) رب تبارک و تعالیٰ کا ان سے کلام جانفزا فرمانا۔

(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے ان کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا۔

(۴۲) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

(۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت ان کی دلجوئی فرمانا ہر صبح و شام ان کے اہل و عیال کی خبریں انہیں پہنچانا۔

(۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا جنت کی دائیاں مقرر ہونا مدت رضاعت تمام فرمانا۔

(۴۵) نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔

(۴۶) بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا۔

(۴۷) مقتولان راہ خدا کی دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کے قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا اللّٰھم ارزقنا

اور ان کے سوا بہت امور وارد ہوئے جو ان کے علم و ادراک و سمع و بصر و کلام و سیر وغیرہا صفات و احوال حیات پر برہان ساطع بلکہ تمام آیات و احادیث عذاب قبر و نعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع جسے ان باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتیٰ والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے مگر میں اس نوع میں صرف وہ چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال اہل دنیا کو دیکھنا ان سے باتیں کرنا ان کی باتیں سننا اور اسی قسم کے امور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لا عموم لھا اگرچہ دقیق النظر کو ان سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر ان میں وہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت لہٰذا صرف انہیں بعض امور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔ میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں۔

اولاً:۔ جب بعد فراق بدن ان کا علم و ادراک و سمع و بصر ثابت ہوا تو یہ بعینہ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اسی وقت سے نام میت ان پر صادق ہوتا ہے قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔

ثانیاً:۔ جب ان سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات و افعال پر باقی اور اُن آلات جسمانیہ سے مستغنی تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہو سکتی ہے کہ جس پر جناب مٹی وغیرہ کے حائل و حجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے۔ نہ روح پاک اور سمع و بصر و علم و خبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ تودہ خاک وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبد اللہ بن مبارک و ابو بکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن عمرو[1]

---

[1] صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ۔

بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً اور امام الکل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ للامام ابن المبارکؒ۔

قال ان الدنیا جنة الکافر	بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی
وسجن المؤمن وانما مثل	زندان ہے اور ایمان والے کی جب
المومن حین تخرج نفسه	جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی
کمثل رجل کان فی سجن فاخرج	ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس
منه فجعل یتقلب فی الارض	سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا
ویتفسح فیھا۔	اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔

ولفظ ابی بکر ھکذا

الدنیا سجن المومن وجنة	دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت
الکافر فاذا مات المومن یخلی	ہے جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ
سربه یسرح حیث شاء۔	کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے
	سیر کرے۔

حدیث (۲) سیدی محمد بن علی ترمذی انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ماشبھت خروج المومن	یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا ایسا
من الدنیا الا مثل خروج	ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے
الصبی من بطن امه من ذٰلك	نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی

لہ فائدہ:۔ اسی کے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمرو بن دینار سے ماخوذ بہا ابن ابی الدنیا ۱۲ منہ۔

الغم والظلمة الی روح الدنیا۔ جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا

اسی لیے علما فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحم مادر کو دنیا سے پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجئے وہی نسبت چاہیئے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس اور علم پرواز پنجرے میں پرند کی پرفشانی کتنی ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا اس وقت اس کی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا وضعت الجنازۃ واحتملھا	جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اسے
الرجال علی اعناقھم فان کانت	اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں اگر نیک
صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر	ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ
صالحۃ قالت یا ویلھا این	اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے
تذھبون بھا یسمع صوتھا	خرابی اس کی کہاں لیے جاتے ہو ہر
کل شیء الا الانسان ولو سمعہ	شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی
صعق	کہ وہ سنے تو بیہوش ہو جائے۔

اقول:۔ اگرچہ اہل سنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہونگے جب تک اس میں محذور نہ ہو لہٰذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے مگر بحمد اللہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرمادیا کہ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل و تشکیک باقی نہ رہی وللہ الحمد۔

حدیث (۴) ابوداؤد طیالسی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اذا وضع المیت علی سریرہ۔ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۵) امام احمد و ابن ابی الدنیا و طبرانی و مروزی و ابن مندہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

أن المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ۔	بیشک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اتارے۔

حدیث (۶) ابو الحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ما من میت یموت الا وھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بشر بروح وریحان وجنۃ نعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیہ جحیم ان یحبسہ۔	ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل اور اگر آب گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھو۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلاث خطا الا تکلم بکلام یسمعہ ما شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا	جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں جنہیں خدا چاہے سوا جن و انس کے کہتا ہے اے بھائیو اے نعش اٹھانے والو تمہیں دنیا فریب

تغرفكم الدنيا كما غرتني و لا تلعبن بكم كما لعبت بي خلفت ما تركت لورثتي والديان يوم القيمة يخاصمني ويحاسبني وانتم تشيعوني و تدعوني ۔

نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے ۔

حدیث (۸) ۔ ابن مندہ راوی حبان[1] بن ابی جبلہ نے فرمایا: ۔

بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الشهيد اذا استشهد انزل الله تعالى جسدا كاحسن جسد ثم يقال لروحه ادخلي فيه فينظر الى جسده الاول ما يفعل به ويتكلم فيظن انهم يسمعون كلامه وينظر اليهم فيظن انهم يرونه حتى يأتيه ازواجه يعني من الحور العين فيذهبن به ۔

مجھے حدیث پہنچی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے لیے ایک جسم نہایت خوبصورت یعنی اجسام مثالیہ سے اترتا ہے اور اس کی روح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو پس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں اور آپ جو انہیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حور عین سے اس کی بیبیاں آ کر اسے لے جاتی ہیں ۔

حدیث (۹) ۔ ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی: ۔

---

[1] یہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے کتاب الادب المفرد میں ۱۲ منہ ۔

ان سلمان الفارسی و عبد الله بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربك قبلی فاخبرنی ماذا لقیت فقال او تلقی الاحیاء الاموات قال نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔	سلمان فارسی و عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا دوسرے صاحب نے پوچھا کیا زندے اور مردے بھی آپس میں ملتے ہیں فرمایا ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

مغیرہ بن عبدالرحمٰن کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان[1] فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں ان سے راوی:۔

قال لقی سلمان الفارسی عبد الله بن سلام فقال له ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی وان مت قبلك اخبرتك الحدیث	یعنی سلمان فارسی نے عبد اللہ بن سلام سے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمہیں خبر دوں گا۔

حدیث (۱۰) ۔ ابن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم اپنی مصنف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:۔

لا یقبض المومن حتی یری البشری	مسلمان کی روح نہیں نکلتی جب تک

---

[1] صحابی عظیم الشان جلیل القدر ان چار میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ سلمہ۔

[2] صحابی جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ۔

فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابة صغیرة ولا کبیرة الا وھی تسمع صوته الا الثقلین الجن والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین فاذا وضع علی سریرہ قال ما ابطاء ما تمشون الحدیث ۔

بشارت نہ دیکھے پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز سے جسے انس و جن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے ندا کرتی ہے مجھے جلد لے چلو ارحم الرحمین کی طرف پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے ہیں۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ فرماتیں:۔

ان المیت اذا وضع علی سریرہ فانه ینادی یا اھلاہ و یا جیراناہ ویا حملة سریرہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی الحدیث ۔

بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو اے ہمسایو اے جنازہ اٹھانے والو دیکھو دنیا تمہیں دھوکا نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:۔

اذا مات المیت فملك قابض نفسه فما من شیئ الا وھو یراہ عند غسله و عند حمله حتی یوصله الی قبرہ ۔

جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اس کی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے نہلاتے اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

---

[1] یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرات ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیبیاں ہیں پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ [2] تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ اجلہ تلامذہ (باقی برصفحہ آیندہ)

حدیث (۱۳) وہی عمرو[1] بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی :-

ما من میت یموت الا و ھو یعلم ما یکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ و انہ لینظر الیھم

ہر مردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے لوگ اسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وہ انہیں دیکھتا جاتا ہے۔"

حدیث (۱۴) - ابو نعیم انہیں سے راوی :-

ما من میت یموت الا وروحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ یقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک۔

ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکہ غسل دیتے ہیں کس طرح کفن پہناتے ہیں کیسے لے کر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا برا کیا کہتے۔

حدیث (۱۵) امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے استاذ ہیں امام اجل بکر[2] بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا :-

بلغنی انہ ما من میت یموت الا وروحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ و

مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل و کفن دیتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ۔

[1] یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علمائے مکہ معظمہ و رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

[2] تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

یکفنونہ وھو یری ما یصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل۔

ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گھر والے کیا کرتے ہیں ان سے بول نہیں سکتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع کرے

اقول:۔ اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۳۵ مذکور ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ

حدیث (۱۶):۔ یہی امام سفیان[۱] علیہ رحمۃ المنان سے راوی:۔

ان المیت لیعرف کل شیٔ حتی انہ لینا شد باللہ غاسلہ الاخففت علی قال ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک۔

بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے جنازے پر کہا جاتا ہے سن لوگ تیرے بارہ میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷):۔ یہی امام عبدالرحمٰن بن[۲] ابی لیلیٰ علیہ رحمۃ سبحانہ وتعالیٰ سے راوی:۔

الروح بید ملک یمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع ما یقال لک الحدیث۔

روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازے کے ساتھ لے کر چلتا اور اس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸):۔ یہی ابن ابی[۳] نجیح سے راوی:۔

ما من میت یموت الا وروحہ

جو مردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے

۱؎ یہ تبع تابعین و مجتہدان کوفہ رجال صحاح ستہ سے ہیں امام ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ

۲؎ یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ۔

۳؎ تبع تابعین و علمائے مکہ و رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ۔

فی ید ملك ینظر الی جسده	کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو
کیف یغسل وکیف یکفن وکیف	دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے کیونکر
یمشی به الی قبره	کفن پہنایا جاتا ہے کیونکر قبر کی طرف
الحدیث۔	لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابو عبد اللہ بکر مزنی[1] رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی:۔

حدث ان المیت یستبشر	مجھ سے حدیث بیان کی گئی کہ دفن
بتعجیله الی المقابر۔	میں جلدی کرنے سے مردہ خوش
	ہوتا ہے۔

جعلنا اللہ بمنه وکرمه من المسرورین المستبشرین برحمته المستریحین بالموت بجوده وسابغ نعمته آمین بجاه النبی الکریم الرؤف الرحیم علیه وعلی آله وصحبه واولیاء امته افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔

نوع دوم احادیث[2]

سمع وادراک اہل قبور میں اور اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اول:۔ اصحاب قبور سے حیا کرتے ہیں۔

حدیث (۲۰) ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جو مشکوۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرط بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں:۔

کنت ادخل بیتی الذی فیه	میں اس مکان جنت آستان میں جہاں حضور

---

[1] تابعی جلیل القدر ہکام ۱۲ منہ۔

[2] تنبیہ اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی و ابی فلما دفن عمر فلو اللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاءً من عمر	سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر و حجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علی زوجہا ثم ابیہا ثم علیہا وبارک وسلم جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

فرمائیے اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنے تھے اور دفن فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے۔

حدیث (۲۱) - ابن ابی شیبہ و حاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :-

ما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بین ظہرانیہ والناس ینظرون	یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ گورستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور رہو گا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ حاجت سخت تھی۔

فصل دوم :- احیا کے آنے پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں۔

ظاہر کہ اگر دیکھتے سنتے سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا۔

حدیث (۲۲) :- شفاء السقام امام سبکی و اربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی :-

انس ما یکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا۔

قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳):- ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا استانس و رد علیہ حتی یقوم۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴):- صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:-

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا احول قبری قدر ما ینحر جزور و یقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔

جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فصل سوم:- احیا کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ افعال واحوال احیا پر انہیں اطلاع نہیں تو ایذا پائی محض بے معنی

حدیث (۲۵) امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا:۔

لا توذ صاحب ھذا القبر ۔ اس قبر والے کو ایذا نہ دے ۔

یا فرمایا لا توذہ اسے تکلیف نہ پہنچا۔

حاکم و طبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پہ بیٹھے دیکھا فرمایا:۔

یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر و لا یؤذیک ۔ او قبر والے قبر سے اتر آ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت متاسعہ:۔

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[1] بصری سے راوی ہیں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پہ سر رکھ کے سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا اور کہتا ہے لقد اذیتنی منذ اللیلۃ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی ۔

روایت دوم:۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان[2] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم فقد اذیتنی اُٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی پھر کہا تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

---

[1] تابعی ثقہ فاضل رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ ۔

[2] اجلۂ اکابر تابعین سے ہیں زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے ثبت عما ئد رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

روایت سوم:۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔

پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا:۔

الیك عنی یا رجل ولا توذی ۔ اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک و امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبدالرزاق و سعید بن منصور و ابن منصور و ابن حبان و دارقطنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

واللفظ لاحمد کسر عظام الميت واذاه ککسره حیا ۔ مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔

بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الاثم اور زائد یعنی درد پہنچنے میں زندہ و مردہ برابر ہیں ذکرہ فی القاصد الحسنۃ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابو عمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی و ابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

احسنوا الکفن ولا تؤذوا امواتکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء ۔ کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچا اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسائے سے الگ رکھو۔

لہ تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے

یعنی قبور کفار واہل بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

حدیث (۲۸) ۔ امام احمد ابوالربیع سے راوی:۔

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لم اسکتہ یا ابا عبدالرحمٰن قال انہ یتاذی بہ للبیت حتی یدخل فی قبرہ۔

میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلانے کی آواز سنی آدمی بھیج کر اسے خاموش کرا دیا میں نے عرض کی اے ابو عبدالرحمٰن آپ نے اسے کیوں چپایا فرمایا اس سے مردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:۔

انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتوذین الاموات۔

یعنی انہوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔

تنبیہ:۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا

المیت یعذب ببکاء الحی علیہ۔

زندوں کے رونے سے مردے پہ عذاب ہوتا ہے۔

جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبداللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ اور ابو یعلی نے ابوبکر صدیق و ابوہریرہ اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلانے سے مردے کو

صدمہ ہوتا ہے۔

امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنے کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کر کے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا پھر اس کی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں ذکر فرمائیں اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر ازاں جا کہ علما کو اس کے معنے میں بہت اختلاف ہے نہ ہمارا قصد حصر و استیعاب لہٰذا انہیں معدود نہ کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:۔

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔	مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی کسی نے اس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا:۔

کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ۔	مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مردہ کی۔

حدیث (۳۲)۔ طبرانی عبدالرحمن بن علا بن لجلاج سے ان کے والد[۱] علا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:۔

یا بنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ثم شن علی	اے میرے بیٹے جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہتا پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا

---

[۱] تابعی ثقہ ہیں اور ان کے بیٹے عبدالرحمن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے صاحب رجال جامع ترمذی عین ہیں ۱۲ منہ سلمہ۔

التراب شنا ثم اقرأ عند رأسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتھا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلک ۔

پھر میرے سرہانے سورۂ بقر کا شروع یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنے اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :۔

"چوں دفن کنید مرا پس بہ نرمی وسہولت بیندازید برمن خاک را یعنی اندک اندک اندازید وایں اشارت است باآنکہ میت احساس میکند ودردناک میشود بآنچہ دردناک میشود باآں زندہ۔

فصل چہارم :۔ میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور ان کا سلام سنتے اور انہیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۲) امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مامن احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلۂ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں :۔

"ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور ولفظ مثل الزرقانی فی شرح المواھب"

اسی طرح امام ابوعمرو سید علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی :۔

"ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب"

امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں :۔

"ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبد الحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرۃ ایضا انتھی قلت وستسمع ذلک"

حدیث (۳۴) :۔ ابن ابی الدنیا و بیہقی و صابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام ۔	جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا ہے

حدیث (۳۵) :۔ امام عقیلی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :۔

قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت	یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا راستہ مقابر پر ہے کوئی کلام ایسا ہے کہ

؎ ف معبود می گوید کہ احادیث دریں معنی بسیار است و ایں معنی در احاد است و عموم مومنین متحقق ۱۲ جذب القلوب ۔

عليهم قال قل السلام عليكم يا اهل القبور من المسلمين والمؤمنين انتم لنا سلف ونحن لكم تبع وانا ان شاء الله بكم لاحقون قال ابو رزين يا رسول الله يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون ان يجيبوا۔

جب ان پر گزروں کیا کروں فرمایا یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ:- امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:-

ای جوابا یسمعه الحی والا فهم یردون حیث لا یسمع۔

یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سُن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔

اقول:- یہ معنے خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحًا فرمایا مردے جواب سلام دیتے ہیں اور اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث ۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے مگر بول نہیں سکتی کہ شور و فریاد سے منع کرے اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیا کو سنا نہیں سکتے ورنہ صحیح حدیثوں میں اس کا کلام کرنا وارد جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم:- فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سننا بھی دائمی نہیں صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام سُنا ہے جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے

محل پر اور بھی مذکور رہوں۔

تنبیہ سوم:۔ بس نافع و مہم **اقول وباللہ التوفیق** طرفہ یہ ہے کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مأتہ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القادی عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلام احیا کا سننا مسلم رکھا اسی قدر سے اپنی وہ سب جولانیاں بجزیہ سوال ۲۶ کی ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا ان سب میں نفی مطلق ہے۔

اسی طرح آیۂ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کی کچھ تخصیص نہیں۔

اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت و افہام مذکور کیا بعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں۔

اور عبارت پنجم میں صریحاً لفظ جمادات موجود پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور ان عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں ان سب استنادوں کو دفعۃً سلام ہوا جاتا ہے پھر ناحق آپ نے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلمات قاری و سیوطی پر اعتماد کیا۔ قاری و سیوطی کی سنیے گا تو بہت کچھ ماننا پڑیگا ان کی تحقیقات قاہرہ و تصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرۃ و اعتسفات ہوتے ہیں۔ ادھر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث کثیرہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور ان پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا ان کا جواب سلام دینا ان سے انس حاصل کرنا اور ان کے سوا صدہا امور جو ثابت و مذکورہ کس جی سے مانیے گا یا وہاں پھر آقا لفِ ببعض الحدیث و کافر ببعض کی ٹھہرے گی

علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رد کو کیا تھوڑی ہے یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم نہ کہا گیا ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف ہم تمہارے خلف ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملیں گے۔

اس سارے کلام پر ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں فرمایا ہاں سنتے ہیں اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں سبحان اللہ سلام بھی سنیں کلام بھی سنیں جواب بھی دیں اور پھر پتھر کے پتھر انا للہ وانا الیہ راجعون سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہ نے ؎

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم
با شما نا محرمان ما خامشیم

حدیث (۳۶):۔ طبرانی معجم اوسط میں عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا الی یوم القیمۃ۔	قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷):۔ بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبد الاعلی بن عبد اللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبد اللہ بن ابی فروہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:۔

للهم ان عبدك ونبيك	الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے
یشهد ان هؤلاء شهداء	کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی
وانه من زارهم اوسلم علیهم الی	زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا
یوم القیمة ردوا علیه۔	یہ جواب دیں گے۔

تتمۂ حدیث:۔ عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں ایک بار زیارت قبور شہدا کو گئی میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے میں نے مزارات پر سلام کیا جواب سنا اور آواز آئی:۔

والله انا نعرفکو کما یعرف	خدا کی قسم ہم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے
بعضنا بعضا۔	ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔

میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے سوار ہوئی اور واپس آئی۔

روایت دوم مناسب او:۔ امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے جمعہ کا دن تھا صبح ہو چکی تھی آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے بآواز کہا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار جواب آیا وعلیک السلام یا ابا عبد الله باپ نے میری طرف پھر کر دیکھا اور کہا اے میرے بیٹے تو نے جواب دیا میں نے کہا نہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر لیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا دوبارہ ویسا ہی جواب ملا سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا میرے باپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے۔

روایت سوم:۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز پڑھی اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام نشان نہ تھا بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:۔

من یخرج من تحت القبر	جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں

اعرفه کما اعرف ان اللہ	اسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا
خلقنی و کما اعرف اللیل	ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے
والنھار ۔	اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[1] سے راوی :۔

قال بلغنی ان الموتی	مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے
یعلمون بزوارھم یوم	زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور
الجمعۃ ویوما قبلہ و	ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس
یوما بعدہ ۔	سے بعد۔

تنبیہ :۔ اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دن میں ان کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں جو معرفت وشناسائی انہیں ان روزوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں ابھی سن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام ان کا علم وادراک ثابت فرمایا تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم :۔ میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصود نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں:۔

حدیث (۴۰) :۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

---

[1] یہ تابعی ہیں ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے الا الطرفین ۱۲ منہ۔

والللفظ لمسلم ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا۔ | مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث (۴۱):۔ احمد و ابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان المیت لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین۔ | بیشک مردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں

حدیث (۴۲) بیہقی و طبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان المیت اذا دفن لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین۔ | بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا باسناد حسن اور سند طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا رجالہ ثقات۔

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر و ابن منذر و ابن مردویہ و بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون | قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا

عنہ۔ | ہے جب اس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴):- جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

یسمع خفق نعالھم ونقض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین۔	بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی و ابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن راوی:-

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا و انصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالھم الحدیث۔	ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا۔ اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ:- چالیس۴۰ سے پینتالیس۴۵ تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں آج تک کوئی جواب معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے غایت سعی ان کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اس وقت میت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اس کے لیے بیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی حالانکہ عند الانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولاطائل ہے۔

اولاً:۔ یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ قوی اور تیز ہے کہاں سے جانا کہ یہ اسی وقت کے لیے ملتی اور پھر جاتی رہتی ہے۔

ثانیاً:۔ مقدمۂ سوال کے لیے بیشتر سے حواس مل جانا کیا معنے کیا فوراً وقت سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولینا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے حیث قال:۔

"این تخصیص خلاف ظاہر است و دلیلی نیست برآں و ظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصلست میت را در قبر و زندہ گرد انیدن میت در وقت سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برای مقدمۂ سوال چہ معنی دارد"

ثالثاً کما اقول سلمنا:۔ کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضرور تھا مگر حاجت اسی قدر کی تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سنے خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مردہ کو تکلیف یعنی ایذا[1] نہیں ہوتی اس کا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیئے تھا کہ اس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو نہ ان اصوات خارجہ کے واسطے۔

رابعاً کما اقول:۔ ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدم سماع پر مبنی ہو کما زعموا اور اب آپ نے بھی بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب

---

[1] تنبیہ یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے دیکھو اسی مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی نجم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

کہ اس وقت میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ ہیں تے آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرتا نہیں سمجھا جاتا لہذا حالت حیات سے منقید رہا ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنیٰ ہے اور اب انکار سماع موتی سے آسے کچھ علاقہ نہ رہا

اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائے گا اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماع میت تسلیم کرتے ہیں اگرچہ اس وقت خاص ہی ہیں یہی تواب حکم ارشاد ہوا گر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اس سے استمداد و طلب دعا کرے تو ابھی وہ بنائے انکار یعنی عدم سماع متحقق نہ ہوا در اجی کرا کر کے اس وقت خاص ہی ہیں اجازت دے دیجئے۔

خامساً کما اقول ایضاً:۔ موت کو تمام حواس وادراکات و دیگر اوصاف حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سننا۔ دیکھنا۔ سمجھنا۔ بولنا سب کا بطلان لازم اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے اب کیا جواب ہے ان حدیثوں سے جو فصل اول و دوم و سوم میں گزریں جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی اور ان سے انس حاصل کرتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی اور ان کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الی غیر ذلک من الامور المذکورۃ بھلا یہاں تو مقدمۂ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان احادیث میں کونسی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ:۔ میرا یہ سب کلام حقیقۃً ان حضرات منکرین سے ہے۔ جو عبارات علماء کے یہ معنے سمجھے ورنہ فقیر کے نزدیک ان کے ارشاد کا وہ محمل ممکن جو عقیدۂ اہل حق سے مخالف نہ ہو مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں ان عبارات کو یاد کریں گے اس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تحقیق دقیق و تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو والعود احمد و باللہ

سبحانہ و تعالیٰ التوفیق ۔

حدیث (۴۶):۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:۔

اطلع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اہل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں پھر فرمایا تم نے پایا جو تمہارے رب نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب کسی نے عرض کی حضور مردوں کو پکارتے ہیں ارشاد فرمایا تم کچھ ان سے زیادہ سننے والے نہیں پر وہ جواب نہیں دیتے ۔

حدیث (۴۷):۔ صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اہل بدر فساق الحدیث الی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اتی الیھم فقال یا فلان بن فلان و یا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کوئیں میں بھر دیے گئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام ان کفار لیام کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا تم نے

وعد نبی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجساد الارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علیّ شیئا۔

کبھی پایا جو سچا وعدہ خدا و رسول نے تمہیں دیا تھا کہ میں نے تو پا لیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ حضور ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن کو روحیں نہیں فرمایا میں جو کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸):۔ یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن بعد اس کنویں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا۔

قسم اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ جو فرما رہا ہوں اس کے سننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حدیث (۴۹):۔ یونہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ۱۔ ما البخاری فساقہ بطولہ واما مسلم فاحالہ علی حدیث انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث (۵۰):۔ طبرانی نے بسند صحیح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یسمعون کما تسمعون و لکن لا یجیبون۔

جیسا تم سنتے ہو یونہی وہ بھی سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱):۔ اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ:۔ ان چھ حدیثوں سے جواب ہیں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعویٰ بے دلیل سے زیادہ نہیں مثلاً یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا یا یہ امر صرف ان کفار کے لیے ان کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا حالانکہ ان تخصیصوں پر اصلا کوئی دلیل نہیں ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسی چاہیں مخصص ہو سکے اور ان سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کی عبرت و نصیحت کو تھا حالانکہ نفس حدیث اس کے رد پر حجت کافیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جواب میں صاف ان کا سننا ارشاد فرمایا نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیا کے لیے ہے جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں کسی کا مصرع

ای آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و مرقاۃ و لمعات واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و مدارج النبوۃ وغیرہا تصانیف علما میں طے ہو چکی ہیں جن کی تفصیل موجب تطویل مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کر کے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برائی سمجھ لیں اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جہ لانیوں پر ہیں اور شاید ان میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مذکور ہوں و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲):۔ ابو الشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:۔

کانت امرأۃ تقم المسجد ‏ ‏ ‏ یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی

فماتت فلم يعلم بها النبي	تھیں ان کا انتقال ہو گیا نبی صلی اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی حضور
فمر علی قبرها فقال ما هذا	ان کی قبر پر گزرے دریافت فرمایا یہ
القبر قالوا ام محجن قال	قبر کیسی ہے لوگوں نے عرض کی ام محجن
التی کانت تقم المسجد	کی فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی
قالوا نعم فصف الناس	تھی عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ
فصلی علیها ثم قال ای	کر نماز جنازہ پڑھائی پھر ان بی بی
العمل وجدت افضل	کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے
قالوا یا رسول اللہ نسمع	کونسا عمل افضل پایا صحابہ نے عرض کی
قال ما انتم باسمع منها	یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے فرمایا کچھ
فذکر انها اجابته قم	تم اس سے زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا
المسجد۔	اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دیتی۔

حدیث (۵۳):۔ طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابو بکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زہیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت اور دیگر علمائے محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا مات احد من اخوانکم فسویتم	جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے
التراب علیه فلیقم احدکم	اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تم میں
علی رأس قبره ثم لیقل یا	کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور
فلان بن فلانة فانه یسمعه	فلاں بن فلانہ کہہ کر پکارے کہ بیشک

سلہ یعنی اسے اس کی ماں کی طرف نسبت کر کے مثلاً اے زید بن ہندہ اور اگر (باقی بر صفحہ آئندہ)

فلا يجيب ثم يقول يا فلان
بن فلانة فانه يستوي قاعدا
ثم يقول يا فلان بن فلانة فانه
يقول ارشدنا رحمك الله
ولكن لا تشعرون فليقل
اذكر ما خرجت عليه من
الدنيا شهادة ان لا اله
الا الله وان محمدا عبده
ورسوله وانك رضيت
بالله ربا وبالاسلام
دينا وبمحمد نبيا و
بالقرآن اماما فان منكرا
ونكيرا ياخذ كل واحد
منهما بيد صاحبه ويقول
انطلق بنا ما نقعد
عند من لقن حجته
الحديث

وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر
یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا سہ بارہ
پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب
دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم
کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں
ہوتی اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس
پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ
کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے
اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نے
پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور
اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔
منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ
پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس
کے پاس جسے لوگ اس کی حجت
سکھا چکے۔

فائدہ:۔ امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:۔ اعتضد بشواھد وبعمل اھل الشام قدیما یعنی اسے دو وجہ سے قوت ہے ایک تو احادیث اس کے مؤید دوسرے زمانۂ سلف سے علمائے شام اس پر عمل کرتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں خود اسی حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ۔

آئے ۔ نقلہ العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ ۔ اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی و امام خاتم الحفاظ حافظ الشان ابو الفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اس کی تقریر فرمائی ۔ اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا ۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا ۔ اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور بعض دیگر علماء نے اہلِ قرطبہ وغیرہا سے اس کا عمل نقل کیا ۔ مَیں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ و تابعین سے ہے ۔ حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے لئے تلقین کی وصیت فرمائی ۔ کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور ۔

قلت بل والطبرانی ایضًا علی ما ساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ ۔ اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا ظاہر ہے کہ اُن کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اُن سے پہلے ہوئے ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ علامہ ابنِ حجر مکّی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے :

" اعتضد بشواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن "

یہ حدیث بوجہ شواہد درجۂ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اس نے شواہد سے قوّت پائی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ؛

حدیث (۵۴ تا ۵۶) :- امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و استاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد[۱] بن سعد و ضمرہ[۲] بن حبیب و حکیم بن عمیر[۳] سے راوی ۔ اُن سب نے فرمایا :

اذا سوی علی المیّت قبرہ و	جب میّت پر مٹی دے کر قبر درست کر
انصرف النّاس عنہ کان	چکیں ، اور لوگ واپس آجائیں تو مستحب

[۱] تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ ۔

[۲] تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ ۔

[۳] تابعی صدوق رجال ابو داؤد و ابن ماجہ سے ۱۲ منہ ۔

یستحب ان یقال للمیت عند	سمجھا جاتا تھا۔ مُردے سے اس کی قبر کے
قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللّٰہ	پاس کھڑے ہو کر کہا جائے۔ اے فلان!
ثلٰث مرات یا فلان قل ربی	کہہ لا الٰہ الا اللّٰہ تین بار۔ اے فلان! کہہ
اللّٰہ و دینی الاسلام و نبیی محمد	میرا رب اللّٰہ ہے، اور میرا دین اسلام
صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔	اور میرے نبی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

وصل آخر من ہذا الفصل:-

فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللّٰہ سماعِ موتیٰ کی تصریح صریح فرمائی یونہی ان میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم کا اہلِ قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا۔ اور بدیہی ہے کہ جمادِ محض سے مخاطبہ و گفتگو معقول نہیں۔ لہٰذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلہ صحابہ کا اہلِ قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور نقل کر کے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللّٰہ تعالیٰ تصمیم عزم کرتے ہیں۔ وباللّٰہ التوفیق۔

حدیث (۵۷):- ابنِ ماجہ بسند حسن صحیح عبد اللّٰہ بن عمر فاروق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال جاء اعرابی الی النبی صلی	یعنی نبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر	اعرابی سے فرمایا جہاں کسی مشرک کی قبر
الحدیث الی ان قال قال رسول	پر گزرے اسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ
اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم	صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفےٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ
حیثما مررت بقبر مشرک	علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت
فبشرہ بالنار قال فاسلم	میں ڈالا کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر
الاعرابی بعد وقال لقد	یہ کہ اسے آگ کا مژدہ دیا۔

۵ے فائدہ:- یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ ۱۲ منہ۔

کلفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نعمادمرت بقبر کانی الا بشرتہ بالنار

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال اور صحابی مخاطب نے ارشادِ اقدس کو معنی حقیقی پر حمل کیا۔ ولہٰذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا۔ فتبصر۔

حدیث (۵۸) :۔ ابنِ ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی۔

انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر بن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ۔	یعنی ایک بار امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع پر گزرے اہلِ قبور پر سلام کرکے فرمایا ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمھاری عورتوں نے نکاح کرلئے اور تمھارے گھروں میں اور لوگ بسے تمھارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے، اور جو راہِ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا۔ اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) :۔ امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابنِ عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی:

قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی بن ابی طالب فنادی یا اھل القبور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تخبرونا باخبارکم	یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ رکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولیٰ نے اہلِ قبر پر سلام کرکے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤگے

ام تریدون ان نخبرکم قال فسمعت
صوتا وعلیک السلام ورحمة
الله وبرکاته یا امیرالمؤمنین
خبرنا عنا کان بعدنا فقال علی
رضی الله تعالیٰ عنه اما ازواجکم
فقد تزوجن واما اموالکم فقد
اقتسمت والاولاد قد حشروا فی
زمرة الیتامیٰ والبناء الذی
شیدتم فقد سکنها اعداؤکم
فهذه اخبار ما عندنا فما عندکم
فاجابه میت قد تخرقت
الاکفان وانتثرت الشعور
وتقطعت الجلود وسالت
الاحداق علی الخدود و
سالت المناخیر بالقیح و
الصدید وما قدمناه
ربحناه وما خلفناه خسرناه
ونحن مرتهنون بالاعمال۔

یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں۔ سعید
بن مسیب فرماتے ہیں۔ مَیں نے آواز
سنی کسی نے حضرت مولیٰ علی کو سلام جواب
دے کر عرض کی یا امیرالمؤمنین! آپ بتائیے
ہمارے بعد کیا گزری۔ امیرالمؤمنین کرم
اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا تمھاری عورتوں
نے تو نکاح کرلئے۔ اور تمھارے مال، سو
وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ
میں اُٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام
کیا تھا اُس میں تمھارے دشمن بسے، ہمارے
پاس کی خبریں تو یہ ہیں، اب تمھارے پاس
کی کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی
کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔
کھالوں کے پُرزے پُرزے ہوگئے آنکھوں
کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے نتھنوں
سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے، اور
جو آگے بھیجا تھا اُس کا نفع ملا اور جو پیچھے
چھوڑا اُس کا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال
میں محبوس ہیں۔

وحسبنا الله ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة الا بالله العلیّ
العظیم سبحٰن من تفرد بالبقاء وقهر عباده بالموت سبحٰن
الحیّ الذی لا یموت ابدًا وهو الغفور الرحیم ۔

تنبیہ:۔ جن صاحبوں نے جوابِ حدیثِ جہلم میں اس خطاب جناب

مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہہ احیاء کے لئے قرار دیا لما نقلہ فی مائۃ مسائل، غالباً انھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اول سے آخر تک صاف پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقتاً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر دیکھ لیجئے کہ جناب مولیٰ نے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کئے بلکہ اول ان سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔ کیئے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنے تھے۔ پھر ان کی درخواست پر حضرت نے اخبار دینا ارشاد فرماکر انھیں حکم دیا۔ اب تم اپنی خبریں بتاؤ چنانچہ انھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے۔ واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰) :- ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عہدِ معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المؤمنین اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا، اُس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی۔ ساتھ ہو لیا، دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بےساختہ یہ آیۂ کریمہ زبان سے نکلی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم	ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ
طائف من الشیطن تذکروا	شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے
فاذا ھم مبصرون ۝	ہیں۔ اُسی وقت اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اسکے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے۔ کہا بتا دے۔ ناچار قصّہ کہا۔ باپ بولا جانِ پدر! وہ آیت کونسی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی پڑھتے ہی غش آیا۔ جنبش دی، مُردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر

دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المؤمنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المؤمنین رات تھی۔ پھر امیر المؤمنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔ آگے لفظ حدیث یوں ہیں:

فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربه جنتان فاجابه الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیها ربی فی الجنة مرّتین۔	یعنی امیر المؤمنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے۔ اس کے لئے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دیا اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنّت میں دو بار عطا فرمائی۔

نسأل الله الجنة له الفضل والمنة وصلی الله تعالیٰ علی نبی الانس والجنة واٰله وصحبه واصحاب السنّة اٰمین اٰمین اٰمین ۔

اَلْمَقْصِدُ الثَّالِث

فِیْ اَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ

قال الفقیر محمد السطہ غفرلہ المولیٰ الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح وتلویح وتنصیص وتلمیح وتائید وترجیح وتسلیم وتصحیح میں ارشادات متکاثرہ واقوال متوافرہ ہیں حضرات عالیہ صحابہ کرام وتابعین فخام واتباع اعلام ومجتہدین اسلام وسلف وخلف علمائے عظام سے رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین آمین - فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اگر بقدر قدرت ان کے حصر واستقصا کا ارادہ کرے موجب عجالہ حد مجلد سے گزرے لہٰذا اولاً صرف سوائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول ومقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحانہ اوسع واکثر پھر دس نام ان عالموں کے بھی حاضر کردوں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا الذی یھم ادھی وامر والحمد للہ العلی الاکبر

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین -

(۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم -

(۲) امیر المومنین علی مرتضیٰ -

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود -

(۴) حضرت سلمان فارسی -

(۵) عمرو بن عاص -

(۶) عبداللہ بن عمر -

(۷) عبداللہ بن عمرو -

(۸) ابوہریرہ۔

(۹) عقبہ بن عامر۔

(۱۰) ابوامامہ باہلی۔

(۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث حثیما مرت وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور یہیں ان کے سوا اُن صحابۂ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع و ادراک موتیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل ۱۔ عبداللہ بن عباس و (۲) انس بن مالک ۔۳۔ ابو رزین ۔(۴) براء بن عازب ۔ ۵۔ ابوطلحہ ۔۶۔ عمارہ بن حزم ۔۷۔ ابوسعید خدری ۔۸۔ عبداللہ بن سیلان ۔۹۔ ام سلمہ ۔۱۰۔ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ یقیناً معلوم کہ ارشاد والائے حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر ان کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو انہیں پر اقتصار سہی جن کے خود افعال و اقوال دلیل مسئلہ ہیں، وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(۱۲) مجاہد مکی

(۱۳) عمرو بن دینار۔

(۱۴) بکر مزنی ۔

(۱۵) ابن ابی لیلیٰ۔

(۱۶) قاسم بن مخیمرہ۔

(۱۷) راشد بن سعد۔

(۱۸) ضمرہ بن حبیب۔

(۱۹) حکیم بن عمر۔

(۲۰) علاء بن اللجلاج۔

(۲۱) بلال بن سعد
(۲۲) محمد بن واسع۔
(۲۳) ام الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ومن تبع التابعین لطف اللہ بہم یوم الدین۔

(۲۴) عالم قریش سیدنا ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی۔
(۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان۔
(۲۶) عبدالرحمن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالیٰ ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالیٰ مراقدھم۔

(۲۷) عالم اہلبیت رسالت حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وبتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔
(۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی۔
(۲۹) امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیلی۔
(۳۰) امام فقیہ عابد وزاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفاء حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔
(۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی۔
(۳۲) امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر مالکی۔
(۳۳) امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی۔
(۳۴) امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی۔
(۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابو حامد محمد محمد غزالی۔
(۳۶) امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن فرح قرطبی صاحب تذکرہ۔
(۳۷) امام شمس الائمہ حلوائی حنفی۔
(۳۸) امام عارف باللہ اسمٰعیل فقیہ زاہد۔

(۳۹) امام محدّث محب الدین طبری شافعی۔

(۴۰) امام ربانی سیدنا علاؤ الدولہ سمنانی۔

(۴۱) امام ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خان وصاحب خلاصہ۔

(۴۲) بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید۔

(۴۳) امام فقیہ النفس قاضی خان حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی۔

(۴۴) امام ابوذکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم۔

(۴۵) امام فخر الدین محمد رازی شافعی۔

(۴۶) امام سعد الدین تفتازانی مصنف وشارح مقاصد۔

(۴۷) امام ابو سلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی۔

(۴۸) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض۔

(۴۹) امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحبِ فتاویٰ خبازیہ۔

(۵۰) صاحب عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خان۔

(۵۱) علامہ محمود بن محمد لؤلؤی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری۔

(۵۲) سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات۔

(۵۳) امام عارف باللہ صدر الدین قونوی۔

(۵۴) امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی۔

(۵۵) امام ملک العلماء عز الدین بن عبدالسلام شافعی۔

(۵۶) امام محدّث زین الدین مراغی۔

(۵۷) امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی۔

(۵۸) قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر۔

(۵۹) امام ابو عبداللہ بن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء۔
(۶۰) امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین۔
(۶۱) امام علامہ سید الحفاظ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحبِ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔
(۶۲) امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری۔
(۶۳) امام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام۔
(۶۴) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد۔
(۶۵) امام خاتم الحفاظ مجدد المأۃ التاسعہ ابو الفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور وبدور سافرہ وانیس الغریب وزہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ۔
(۶۶) امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ وارشاد الساری شرح صحیح بخاری۔
(۶۷) امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی۔
(۶۸) سیدی ولی اللہ احمد زروق۔
(۶۹) سید عارف باللہ ابو العباس حضرمی۔
(۷۰) امام احمد بن محمد ابنِ حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ۔
(۷۱) محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ۔
(۷۲) امام محمد عبدری مکی مالکی۔
(۷۳) امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی۔
(۷۴) امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ۔

(۷۵) علامہ نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۷۶) علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ۔

(۷۷) علامہ نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون۔

(۷۸) امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبریٰ۔

(۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۸۰) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی شارح مواہب۔

(۸۱) علامہ عبد الرؤف محمد مناوی شافعی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر۔

(۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری۔

(۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ۔

(۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

(۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی اُستاذ محقق شرنبلالی۔

(۸۶) علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح وامداد الفتاح ومراقی الفلاح۔

(۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاویٰ استاذ صاحب درمختار۔

(۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی حنفی شارح تنویر

(۸۹) سیدی عارف باللہ عبد الغنی بن اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ۔

(۹۰) سید علامہ ابو السعود محمد حنفی۔

(۹۱) مولانا عارف باللہ نور الدین جامی حنفی صاحب نفحات وغیرہ۔

(۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الہند مولانا عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات

وجذب القلوب ومدارج النبوہ۔

(۹۳) فاضل محدّث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار۔

(۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا۔

(۹۵) مولٰینا شیخ جلیل نظام الدّین وغیرہ جامعان فتاویٰ عالمگیری حنفیان۔

(۹۶) بحر العلوم ملک العلماء مولٰینا ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی حنفی۔

(۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی۔

(۹۸) فاضل سیّد احمد مصری طحطاوی حنفی۔

(۹۹) سیّدی امین الدّین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی۔

(۱۰۰) سیّدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم۔ برد اللہ تعالیٰ مضاجعہم۔

تنبیہ:۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے ان ائمہ سلف وعلمائے خلف سے صرف انھیں اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع وادراک وعلم وشعور اہلِ قبور کے نصوصِ قاہرہ یا دلائلِ باہرہ ہیں۔ پھر ان میں بھی حصر واستیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلادِ شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ وبحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام[1] ذکر نہ کئے۔ جن کے اقوال ہدائت اشتمال اس وقت

[1] قولہٗ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کئے۔ اقولُ۔ اس دعوی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے۔ ناظر اول تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمۂ مذکورین کے سواء بہت علماء مشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ میں اتمام کلام کو اُن کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو پورتے دو سو نام تک پہنچاتا ہوں۔ متن میں نوّ ائمۂ سلف وخلف اور دس معتمدین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک نوّ دس ہوئے۔ آگے چلئے من الصحابۃ والتابعین واتباعھم۔

(۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام۔

(۱۱۲) حضرت ام المؤمنین صدیقہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱۱۴) حضرت امام حسن مثنیٰ ابن حسن مجتبیٰ ابن مولیٰ مشکلکشا صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم دائما ابدا

(باقی صفحہ آئندہ)

میرے سامنے جلوہ فرما و متیسر حالت حاضرہ ہیں۔

فتلک مائۃ کاملۃ وفیھم وفاء لقلوب عاقلۃ ؎

اولئک ساداتی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

والحمد للہ اولا و اخرا وباطنا وظاھرا۔

تمام الکلام بمسلک الالزام۔

اب انھیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب۔

(۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ۔

(۱۱۷) ابن مینا۔

(۱۱۸) ابو قلابہ بصری۔

(۱۱۹) سلیم بن عمیر۔

(۱۲۰) عبداللہ بن ابی نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن۔

(۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری۔

(۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبریٰ و احکام صُغریٰ۔

(۱۲۳) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث۔

(۱۲۴) امام قاضی محبد الشریعۃ کرمانی۔

(۱۲۵) امام اجل ابو البرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ۔

(۱۲۶) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔

(۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار۔

(۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی۔

(باقی صفحہ آئندہ)

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب۔

(۲) اُن کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب۔

(۳) اُن کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب۔

(۴) ان کے برادر نامور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب۔

(۵) ان کے محمود و ممدوح جناب میرزا مظہر جانِ جاناں صاحب۔

(۶) اُن کے مرید رشید قاضی ثناءاللہ صاحب پانی پتی۔

(۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی۔

(۸) ان کے شاگرد نواب قطب الدین خان دہلوی۔

(۹) مولوی خرّم علی صاحب بلہوری۔ تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشأتین ورحم کل من یشھد صدقًا بالشہادتین۔

(۱۰) ان سب سے قوی مجتہد توی میاں اسمٰعیل دہلوی۔

واللہ الھادی الی المنہج السوی وھو المستعان علی کل غوی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۲۹) امام فخر الدین ابو محمد عثمٰن بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔

(۱۳۰) محمد بن محمد حافظی بخاری صاحبِ فصل الخطاب۔

(۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذالاستاذ ابن حجر مکی۔

(۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی۔

(۱۳۳) امام جلیل نورالدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار۔

(۱۳۴) امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار واختیار۔

(۱۳۵) صاحبِ مطالب المؤمنین۔

(۱۳۶) صاحب خزانۃ الروایات۔

(باقی صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۳۷) صاحب کنز العباد ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ۔

(۱۳۸) علامہ اجہوری صاحب تصانیف کثیرہ۔

(۱۳۹) علامہ زیادی۔

(۱۴۰) علامہ داودی شارح منہج۔

(۱۴۱) علامہ حلبی محشی درمختار۔

(۱۴۲) شیخ احمد نخلی۔

(۱۴۳) شیخ احمد شناوی۔

(۱۴۴) شیخ احمد قشاشی ہر سہ محدثان مشائخ حدیث شاہ ولی اللہ۔

(۱۴۵) مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ۔

(۱۴۶) مولانا ابو طاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ۔

(۱۴۷) مولینا محمد بن حسین کتبی حنفی مکی۔

(۱۴۸) مولینا حسین بن ابراہیم مالکی مکی۔

(۱۴۹) حضرت مولینا شیخ الحرام احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ ورد وہابیہ وغیرہا تصانیف علیہ۔

(۱۵۰) مولینا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی۔

(۱۵۱) مولینا عبد الجبار حنبلی بصری مدنی۔

(۱۵۲) مولینا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی۔

(۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد۔

(۱۵۴) اُن کے والد ماجد محمد عمری مدنی۔

(۱۵۵) حضرت سیدی ابو یزید بسطامی۔

(۱۵۶) حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی۔

(باقی صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

(۱۵۷) حضرت سیدی ابوعلی نارمدی۔

(۱۵۸) حضرت سیدی ابوسعید خراز۔

(۱۵۹) حضرت استاذ امام ابوالقاسم قشیری۔

(۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی۔

(۱۶۱) حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان۔

(۱۶۲) حضرت سیدی ابویعقوب۔

(۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی۔

(۱۶۴) حضرت میر ابوالعلیٰ اکبر آبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ۔

(۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ۔

(۱۶۶) مولینا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولینا عبدالحق محدث دہلوی۔

(۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی۔

(۱۶۸) شیخ بایزید ثانی۔

(۱۶۹) مولینا عبدالملک۔

(۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری۔

(۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ ہی ہیں۔

(۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی۔

(۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ۔

(۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جد شاہ ولی اللہ۔

(۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط المستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔

یہ مجموعہ پونے دوسو ہوا۔

من بعضھم صریح البیان ومن بعضھم افادۃ البرھان ومن بعضھم التقریر والاذعان و لبعضھم لیس الخبر کالبیان والحمد للہ فی کل حین و اٰن۔ اور ہنوز کتاب میں اور باقی ہیں۔

(باقی صفحہ آئندہ)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مقصد احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاحؒ محدثین میں انھیں بھی شامل معہذا امور قبور و احوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاںؒ موقوف بھی مرفوع میں داخل ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے۔ اور اس کی وجہ اقوال باب سے مناسبت جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول ایسے ہی تناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات واقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھئے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف تین سو قول پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنف اول کے دو سو اور الصنف دوم کے سو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع

در نعانہ اگر کس است یک حرف بس است

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ):-

اور جو حصر و استیعاب کی طرف راہ کیا ہے۔ بلکہ استقصائے نام قدرت خامہ و وسعت کاغذ سے وراء ہے۔ آخر نوع اول مقصد سوم میں ارشادات علماء سے مذکور ہوگا کہ علم و سمع و بصر موتیٰ پر تمام اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے تو آج تک جس قدر علماء اہلسنت گزرے ہیں سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کے لاکھ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے بھی ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انہی کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقام تحقیق و مرام توفیق و نظام تطبیق اور موافق و مبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ۱۲ منہ دامت فیوضہم۔

حواشی صفحہ ھذا:-

۱؎ علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں:- الحدیث اعلم ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔

۲؎ امام علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ارجوزہ مسمی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں:

(باقی صفحہ آئندہ)

تنبیہ:

عدت قول جدت مقول یا تعدد قائل سے ہے، ابتداءً خواہ تقریراً اور در صورت اخیر ہر عالم کی عبارت جدا جدا لکھنا باعث طول لہٰذا انھیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشین کے دو نوع پر منقسم۔ واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم۔

نوعِ اوّل:

اقوال علمائے سلف و خلف میں ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل **تمھید**

اس میں کہ روحیں موت سے نہیں مرتیں۔

۱۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ سے کہا گیا۔ ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے، فرمایا:

معاذ اللہ ھذا من قول اھل البدع۔	خدا کی پناہ! یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

۲۔ امام ابن امیر الحاج خاتمۂ حلیہ میں دربارۂ فوائد غسل میت فرماتے ہیں:

اذا اعتنی المولی بتطھیر جسد	یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولی تبارک و
یلقی فی التراب تنبیہ العبد الی	تعالیٰ نے ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

یکرر السؤال للانام	فی لحدہ وانی سبعۃ ایام
کذا رواہ احمد بن حنبل	فی الزھد عن طاؤس الجد العلی
وحکمہ الرفع کما قد قالوا	اذ لیس للرای فیہ مجال
ولیس للقیاس فی ذا الباب	من مدخل عند ذوی الالباب
وانما التسلیم فیہ اللائق	والاتقیاد حیث انبا الصادق

(۱۲ منہ)

تطهیر ما هو باقٍ وهو النفس فانه لا یفنیٰ عند اھل السنة و الجماعة۔ | جو خاک میں ڈالا جائے گا تو متنبہ ہوگا کہ اسکی تطہیر اور بھی ضرور ہے، جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

۳۔ امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں:

لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ۔ | روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہیں۔

۴۔ امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل ہیں:

باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع۔ | روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔

۵۔ خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی نہیں۔ بلکہ روح و بدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

لو کان المراد حیاۃ الروح نقط لم یحصل له تمیز من غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات له فی ذٰلك ولعلم المؤمنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلو یکن قوله تعالیٰ ولکن لا تشعرون۔ معنی۔ | یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی تو اس میں اُس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے۔ اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیاتِ شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا تمھیں خبر نہیں۔

یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل:

موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے نہ کہ معاذاللہ جماد ہو جانا۔

؎ نقله فی شرح الصدور عن الآیة ۱۲ منہ

قول (۱) :- امام ابو نعیم حلیہ میں بلال[1] بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے :

یا اھل الخلود و یا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء و انما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنتقلون من دارٍ الیٰ دارٍ -	اے ہمیشگی والو! اے بقا والو! تم فنا کو نہ بنے دوام و ہمیشگی کے لئے بنے ہو۔ ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲) :- شرح الصدور میں ہے :

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن و مفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دارٍ الیٰ دارٍ	علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہو جائے۔ بلکہ وہ تو یہی روح بدن کے تعلق چھوٹنے اور اُن میں حجاب و جدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ :
تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقۂ معہودہ جو عالم حیات میں تھا جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب و جدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق و اتصال رہتا ہے۔ جیسا کہ فصول آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قول (۳) :- جامع البرکات میں فرمایا :
"موت عدم محض نیست چنانکہ دہریان و طبعیان گویند بلکہ انتقال است از حالے بحالے و از دارے بدارے"

قول (۴) :- اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا :

---

[1] تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ۔۱۲ منہ سلمہ۔

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود، و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست۔

قول (۵): مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔

لا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔

اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لئے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لیجاتے ہیں، [1]

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہٗ الممتاز سے راوی، کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اُس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مُسکرایا، اور کہا:

یا اباسعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینتقلون من دار الی دار۔

اے ابوسعید، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی میں نے ایک فقیر کو قبر میں اوتارا، جب کفن کھولا اُن کا سر خاک پر رکھ دیا، کہ اللہ انکی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں، اور مجھ سے فرمایا:

یا اباعلی تذللنی بین یدی من یدللنی۔

اے ابوعلی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہوئے جو میرے ناز اُٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی، اے سردار میرے، کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:۔

بلٰی انا حی وکل محبٍ لانصرنک

میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا

---

[1] ھذہ والاربعۃ بعدھا کل ذلک - فی شرح الصدور ۱۲ منہ

بجا ہی غدًا۔ ______ زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملیگی، اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راوی، میرا ایک مرید جوان مرگیا، مجھ سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا۔ گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا جان پدر! تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

روایت چہارم: وہی امام حضرت ابویعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہ سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لئے تختہ پر لٹایا۔ اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مُردہ نہیں، یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

روایت پنجم: جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی، کہ مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا، پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤنگا حضرت یہ اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن، آدھی میں میرا کفن کریں، جب دوسرا دن ہوا، اور ظہر کا وقت آیا، مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اوتارا، آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا موت کے بعد زندگی، کہا:۔ انا حی وکل حب لِلّٰہ حی (میں زندہ ہوں، اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے) اس قسم کی صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور ہیں، ومن لم یجعل اللّٰہ لہٗ نورا فما لہٗ من نور۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا، اسکے علوم وافعال[1]

[1] امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہل سنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں: ان الروح ذات قائمۃ بنفسہا فصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذہب وتجی وتتحرک وتسکن وعلٰی ذلک اکثر من دلیل مقررۃ۔ یعنی روح ایک مستقل ذات ہے، کہ چڑھتی اُترتی، ملتی جدا ہوتی، آتی جاتی حرکت کرتی، ساکن ہوتی ہے، اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہیں ۱۲ منہ

بدستور رہتے ہیں، بلکہ زیادہ ہو جاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک ذمہ مخصص۔

قول (۶) : امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں :۔

النفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفة وغیرهم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لا یعتد به اھ ملتقطا۔	یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں، اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا، مگر ایسوں نے جو کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں۔

قول (۷) : تفسیر بیضاوی میں ہے :۔

فیها دلالة علی ان الارواح جواهر قائمة بانفسها مغایرة لما یحس به من البدن تبقی بعد الموت دراکة وعلیه جمهور الصحابة والتابعین وبه نطقت الآیات والسنن۔	یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے، اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پہ رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے۔ اور اسی پر آیات واحادیث ناطق ہے۔

قول (۸) :۔ امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں :۔

لا تظن ان العلم یفارقك بالموت فالموت لا یهدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما	یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائے گا، کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وہ

محضاً حتی تظن انك اذا علامت عدمت صفتك۔ — نیست و نابود ہو جانیکا نام ہے، کہ تو سمجھے جب تجھے نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹ و ۱۰) : امام نسفی عمدۃ الاعتقاد پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :-

الروح لا یتغیر بالموت۔ — مرنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں آتا۔

قول (۱۱) : علامہ تورپشتی فرماتے ہیں :-

الروح الانسانیۃ متمیزۃ مخصوصۃ بالادراکات بعد مفارقۃ البدن۔ — فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے، نقلہ المناوی۔

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے :-

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن — موت بالکل عدم نہیں، اور شعور باقی ہے یہانتک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳) : اُسی میں ہے :-

ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت۔ — بے شک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے، جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴) : شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن و حدیث لکھ کر کہا:

فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ۔ — ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں، ہیں۔ اپنے اوصاف شناخت و ناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذات خود ادراک و تمیز رکھتی ہیں۔

یہاں وہ تقریر یاد کرنی چاہیئے جو زیر حدیث دوم گذری۔

قول (۱۵): مقاصد و شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے :۔

عند المعتزلة وغيرهم البنية المخصوصة شرط في الادراك فعندهم لا يبقى ادراك الجزئيات عند فقد الآلات وعندنا يبقى وهو الظاهر من قواعد الاسلام۔

معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرط ادراک ہے، تو اُنکے نزدیک جب اُس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا۔ اور ہم اہلسنت والجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے، اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے۔

قول (۱۶): لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :۔

سببية الحوس للاحساس والادراك عادية كما تقرر في المذهب اما العلم فبالروح وهو باق اھ ملتقطا۔

حواس کا سبب احساس و ادراک ہونا ایک امر عادی ہے، جیسا کہ مذہب اہل سُنت میں ثابت ہو چکا۔ اور علم تو رُوح سے ہے وہ باقی ہے۔

قول (۱۷) امام سیوطی فرماتے ہیں :۔

ذهب اهل الملل من المسلمين وغيرهم الى ان الروح يبقى بعد موت البدن وخالف فيه الفلاسفة دليلنا ما تقدم من الآيات والاحاديث في بقائها وتصرفها الخ۔

تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں۔ ہاں فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اسمیں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں حدیثیں جن سے ثابت ہے کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

قول (۱۸) : ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے :-

قد انکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجین بان المیت جماد لا حیاۃ لہٗ ولا ادراک الخ۔	بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہو گئے یہ حجت لاکر کہ مردہ جماد ہے، نہ اُس کیلئے حیات ہے نہ ادراک ۔

قول (۱۹) : کشف الغطا مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے :-

مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است ۔

قول (۲۰) . اسی میں ہے :-

فرقے نیست در ارواح کاملان در حین حیات وبعد از ممات مگر بترقی کمال

فصل سوم :-

ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا واہل دنیا کو بھی شامل ہیں

قول (۲۱) : امام جلال الدین سیوطیؒ رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں :- ؎

یعرف من یغسلہ ویحملہٗ ویلبس الاکفان ومن یدلہٗ	مردہ اپنے نہلانے والے اُٹھانے والے کفن پہنانے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے ۔

قول (۲۲ تا ۲۴) : امام ابن الحاج مدخل اور امام[23] قسطلانی مواہب اور علامہ[24] زرقانی شرح میں تقریرًا فرماتے ہیں :-

واللفظ لاحمد من اتصل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیر من ذٰلک کما ھو مسطور فی مظنۃ ذٰلک من الکتب	جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر علم رکھتے ہیں، اور یہ امر بکثرت واقع ہے، جیساکہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے ۔

قول (۲۵): اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتٰی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں:-

بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت میکنند بر وجود علم موتٰی بدنیا واہل آن پس منکر نشود آں را مگر جاہل باخبار ومنکر دین۔

فصل چہارم :- (اموات سے حیا کرنے میں)

قول (۲۶) :- ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وہ ایک مقبرہ پر گذرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اُتر کے قضائے حاجت کر لیجے، فرمایا:-

سُبحٰن اللہ، واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء۔	سبحٰن اللہ! خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں، جیسی کہ زندوں سے۔

قول (۲۷) : جب سیدنا امام شافعیؒ مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے، رضی اللہ تعالٰی عنہما وعن اتباعہما نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا:-

کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لا یقول بہٖ۔	میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وہ اُس کے قائل نہیں۔

ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان ونحوہ العلامۃ ابن حجر المکی فی الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولہا واعادہ فی اٰخرہا عن بعض شراح منہاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد الولی شہاب الدین شارح المنہاج۔ بعض روایات میں آیا، بسم اللہ شریف میں جہر سے نہ پڑھی، نقلہ الفاضل الشامی

فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان بعض میں ہے تکبیرات انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہوا جواب دیا:۔

ادبنا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ	اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ انکے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں

ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا:۔

استحیی ان اخالف مذھب الامام فی حضورہ۔	مجھے شرم آتی ہے، کہ امام کے سامنے اُنکے مذہب کے خلاف کروں۔

ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ المنورۃ سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں، تو جہر و اخفاء یا رافع و ترک، یا مکث قنوت و تعجیل سجود میں کیا فارق تھا، للہ انصاف اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو، تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا، اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث ہوا۔

قول (۲۸ تا ۳۱): علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی، کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے، تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بہت بے ادبی ہے، اسی طرح اس بقعۂ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اُس پر سلام عرض کرتا جائے، کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اُس کے سامنے سے بے چلے جانا مروت و ادب سے بعید ہے۔

مولانا[۳۲] علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا۔ شیخ[۳۳] محقق نے جذب القلوب میں بعض[۳۱] دیگر علماء سے اسکی تحسین نقل کی کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل و اشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں، مسلک منقسط میں ہے:۔

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اولیٰ لان مشہد العباس اوّل ما یلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمرّ بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضاً کثیر من مشائخنا الخ

تاریخ مدینہ میں ہے :۔

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتدا بزیارت کہ کند طائفہ برانند کہ ابتداء بزیارت حضرت عباس کند وہر کہ باوے دریک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین زیرا کہ اسہل واقرب است واز پیش ایشاں درگذشتن وبزیارت دیگران متوجہ شدن، نوعی از جفا وسوئے ادب باشد الخ

اسی میں ہے :۔

محصل کلام بعضے از علماء آنست کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن معہ بعد ازاں بہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کرا ادنیٰ جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گذشتن وجائی دیگر رفتن از عالم مردت وحفظ طریقہ ادب بغایت دور است۔

قال بعضہم وھو مقصد صالح لا یضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف الخ

فصل پنجم۵: (افعال احیائے تاذی اموات میں)

قول (۳۲ تا ۴۳): مراقی الفلاح میں فرمایا :۔

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی حنفی رحمہ اللہ	مجھے میرے استاذ علامہ[۲۳] محمد بن احمد حنفی رحمۃ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی بھیل

تعالیٰ بانھم یتأذون بمخفق — سے مردے کو ایذا ہوتی ہے، علامہ
النعال۔ — طحطاوی[۳۳] نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵): حدیث میں جو قبر پر تکیہ لگانے سے ممانعت فرمائی، اور اسے ایذائے میت ارشاد ہوا، جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ اُس پر شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:۔

شاید کہ مراد آنست کہ روح وی ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن برقبر وے از جہت تضمن وی اہانت و استخفاف را بوے واللہ اعلم۔

قول (۳۶ و ۳۷): عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:۔

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامۃ الحرمۃ والاستھانۃ فتاذی بذلك۔ — اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں، کہ اُس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸ و ۳۹): حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہما میں ہے، مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے۔

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی۔ — اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں

اقول: بلکہ ویلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی، کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

المیت یؤذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ۔ — میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی، قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

قول (۴۰ و ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا:۔

از اینجا مستفاد میگردد کہ میت متألم می گردد بتمام آنچہ متالم میگردد بداں حی ولازم این است کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ۔

تذییل:۔ مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو، اُنہیں زندہ نہ چھوڑیں، کہ اُسمیں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانور کی ایذا ہے، بلکہ ذبح کرکے جلا دیں، تاکہ وہ اُن کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں۔ درمختار میں ہے:۔

حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اولا یعذب بالنار الا دبھا۔

اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اس سے اسے تکلیف نہ ہو، حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے، علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب وعذاب پاتے ہیں، تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے، جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے، جانوروں میں یہ بات نہیں، ورنہ اُن کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ ردالمحتار میں ہے:۔

اوردالمحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لایتالم مع انہ وردانہ یتالم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی ادم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات ولالزم ان لاینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رایت ط ذکر نحوہ انتھی

اقول تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے، ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں، (کما یأتی فی القول نمبر ۱۹) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل ششم :-

ملاقاتِ احیاء و ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول (۴۲) : امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا :- ع
ویانسون ان اتی المقابرا ۔ (جب زائر مقابر پر آتے ہیں، مُردے اُن سے انس حاصل کرتے ہیں)

قول (۴۳) : امام اجل نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اقسام زیارت میں فرمایا، ایک قسم زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ وسیأتی نقلہ فی النوع الثانی، انشاء اللہ تعالیٰ

قول (۴۴) : جذب القلوب میں فرمایا :-
زیارت گاہے از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتے کہ میت را بود در وقتیست کہ یکے از آشنایاں او زیارت قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است۔

قول (۴۵ و ۴۶) :- فتاوٰی قاضیخاں، پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے :-

ان قرء القراٰن عند القبور نوی بذلك ان یونسہ صوت القراٰن فانہ یقرء۔

مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو، کہ قرآن کی آواز سے مُردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹) :- ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا :-

ان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الاٰثار۔

بیشک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

قول (۵۰ تا ۵۸) : امام قاضیخاں فتاوٰی خانیہ[۵۰] شرنبلالی[۵۱] نورالایضاح و مراقی الفلاح و امداد الفتاح پھر علامہ ابوالسعود[۵۲] و فاضل طحطاوی[۵۳] حاشیہ مراقی میں استناداً و تقریراً اور شامی[۵۴] حاشیہ درمیں استناداً اور خزانۃ[۵۵] الروایات فتاوٰی[۵۶] کبرٰی سے اور امام بزازی[۵۷] فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام[۵۸] کشف الغطا میں

اوران کے سوا اور علماء فرماتے ہیں :-

واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لا بأس بہ لانہ ما دام رطبًا یسبح فیونس المیت

چوب و گیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے، اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں، کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے، اور اس سے میت کا جی بہلتا ہے۔

علامہ شامی نے اس حدیث سے مدلل کر کے فرمایا کہ اس بنا پر مطلقًا کراہت ہے، اگرچہ خودرو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے۔

تنبیہ :- فقیر کہتا ہے، غفر اللہ تعالیٰ لہٗ علماء کی ان عبارات اور ہر چار قول آئندہ و دیگر تصریحات رخشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل ہیں۔

اولًا نباتات و جمادات و تمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اسکی بقا تک ہر شجر و حجر زبانِ قال سے اس ربّ اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے، اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے نہ کہ ان میں صرف زبان حال ہے، جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر و خشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا۔ کما لا یخفیٰ اور آیۃ کریمہ وان من شیء الا یسبح بحمدہٖ خود اس پر برہان قاطع کہ اُس میں فرمایا :-

ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم — تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر عاقل سمجھتا ہے، یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے ہیں ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

اور خود مذہب اہل سنت میں مقرر ہو چکا، کہ تمام ذرات عالم کیلئے ایک نوع علم

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے :- الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذھب اھلسنت وتدل علیہ الآیات والاحادیث والآثار ویشھد لہ مکاشفۃ اھل المشاھدۃ والاسرار التی ھی کالانوار والمعتمد فی المعتقد ان شہادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد عن الشارح یحمل علی ظاہرہ ما لم یصرف عنہ صارف... وارضا فتح ھھنا کلام الاخفی ۱ھ ملتقطا ۱۲ منہ

وادراک و سمع و بصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پر قرآن[1] و حدیث کے صدہا نصوص ناطق جنہیں جمع کروں تو ان شاء اللہ تعالیٰ پانسو سے کم نہ ہوں گے ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہت کی مستدعی ہیں و لہٰذا ہے خصوصاً وہ نصوص[2] جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیاً:۔ اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصۂ ثبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز و صاف و قوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیا نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اس سے انس حاصل کرتے ہیں پھر انسان کا کلام تو واضح و اظہر ہے واللہ تعالیٰ الہادی۔

قول (۵۹ تا ۶۲) مجمع البرکات میں مطالب[۵۹] المومنین سے اور کنز[۶۰، ۶۱] العباد و فتاوی[۶۲] غرائب وغیرہا میں ہے:۔

وضع الورد والریاحین علی	گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا
القبور حسن لانہ مادام	خوب ہے کہ وہ جب تک تازہ رہیں گے

---

[1] فقیر نے اپنے فتاوے میں ان سے ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتہ دیا و باللہ التوفیق ۱۲ منہ

[2] مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما صید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو الشیخ نے روایت کی ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح اسحاق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم و کامل تھے دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا الصید صید ولا

رطبًا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ۔ | تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

فائدہ:۔ مطالب المومنین و جامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم:۔ وہ اپنے زائروں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں۔

قول (۶۳ و ۶۴):۔ مولٰینا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:۔

من اداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ۔

زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کے پائینتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑے گا) اور پائینتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵) مدخل میں فرمایا:۔

کفٰی فی ھذا بیانًا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المؤمن ینظر بنور اللہ انتھٰی ونور اللہ لا یحجبہ شیٔ ھذا فی حق الاحیاء من المؤمنین فکیف

اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم و شعور ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی جب

من كان منهم في الدار الاخرة۔	زندگی دنیا کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

قول (۶۶) شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:۔

"درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بداں زائران رامی شناسند وسلام برایشان می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات۔

شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا۔

قول (۶۷):۔ انیس الغریب میں فرمایا ع

ويعرفون من اتاهم زائرا:۔

جو زیارت کو آتا ہے مردے اسے پہچانتے ہیں

قول (۶۸) تیسیر میں ہے:۔

الشعور باق حتّٰی بعد الدفن حتى انه يعرف زائره۔	شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے

قول (۶۹) لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں ہے واللفظ للوسطی:۔

"درروایات آمدہ است کہ دادہ میشود برائے میت روز جمعہ علم و ادراک بیشتر از انچہ دادہ میشود درروزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر۔

شرح سفر السعادۃ میں مفصل و منقح تر فرمایا:۔

"کہ خاصیت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح مومناں بقبور خویش نزدیک میشود نزدیک شدن معنوی و تعلق و اتصال روحانی نظیرو

مثابۂ اتصالی کہ ببدن دارد و زائران را کہ نزدیک قبر می آیند می شناسند ونحو ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام است از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک بیشتر و قوی تر باشد از شناختِ دور و در بعض روایات آمد کہ ایں شناخت در اول روز بیشتر است از آخر آں ولہٰذا زیارت قبور دریں وقت مستحب تر است و عادت در حرمین شریفین ہمین است۔

اقول:۔ ولا عطر بعد عروس۔

قول (۱۰۷):۔ شیخ محقق الاسلام نے فرمایا واللفظ للشیخ فی جامع البرکات:۔
"تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائران و احوال ایشان ثابت است و ایں امر نیست مقرر در دین۔

قول (۲۷) تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ نقل فرمایا:۔

ھٰذا نص فی ان المیت یشعر بمن یزورہ والالما صح تسمیتہ زائرا واذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ھٰذا ھو المعقول عند جمیع الامم۔	یہ حدیث نص ہے اسبات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ملاقات کی تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی سمجھتا ہے۔

قول (۳۷ و ۴۷)۔ اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:۔

"دریں حدیث دلیلی واضحست بر حیات ست و علم وی و آنکہ

واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان و مراعات ادب بہ قدر مراتب ایشان چنانکہ در حالتِ حیات ایشاں۔
پھر کتاب الجہاد لمعات میں اسے ذکر کرکے لکھا:۔

ھل ھذا الا اثبات العلم والادراک۔	یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

فصل ہشتم:۔ وہ اپنے زائروں سے کلام[1] کرتے اور ان کے سلام و کلام کا جواب دیتے ہیں۔

قول (۵، تا ۸، ۷) امام[5] یافعی پھر امام[6] سیوطی امام محب[7] الدین طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام[8] اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھا:۔

فقال لی یا محب الدین	انہوں نے فرمایا اے محب الدین
اتؤمن بکلام الموتی قلت	آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام
نعم فقال ان صاحب ھذا	کرتے ہیں میں نے کہا ہاں کہا اس
القبر یقول لی انا من حشو	قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں
الجنۃ۔	جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ:۔ اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اس میت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیا سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل:۔ امام یافعی امام سیوطی انہیں اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے پھر کھل کھلا

---

[1] تنبیہ جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ۔

کہ ہنسے اور نہایت شاد ہوئے کسی نے سبب پوچھا فرمایا میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب قبر میں دیکھا رویا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی حکم ہوا:۔

قد شفعناک فیھم۔ — ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔

اس پر قبر والی مجھ سے بولی:۔

وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ۔ — مولانا اسمٰعیل میں بھی انہیں میں ہوں فلانی گائن ہوں

میں نے کہا:۔

وانت معھم؟ — تو بھی ان کے ساتھ ہے۔

اس پر مجھے ہنسی آئی۔ اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائک آمین

قول (۷۹) زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا:۔

ان للروح شانا اخر فتکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبھا رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناک الی ان قال انما یاتی الغلط ھٰھنا من قیاس لغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس ما یعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن انتکون فی غیرہ وھذا غلط محض۔ — روح کی شان جدا ہے یا آنکہ ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھی چیز کو محسوسات پر قیاس کر کے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول (۸۰) علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:۔

رد السلام علی المسلم من الانبیاء — انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب

حقیقی بالروح والجسد بجملته ومن غیر الانبیاء والشهداء باتصال الروح بالجسد اتصالا لا یحصل بواسطته التمکن من الرد مع کون الارواح لیست فی اجسادهم وسواء الجمعة وغیرها علی الاصح لکن لا مانع من ان الاتصال فی الجمعة والیومین المکتنفین به اقوی من الاتصال فی غیرها من الایام اھ ملخصاً

سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انہیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ و جمعہ و شنبہ میں اور دنوں کی بہ نسبت اتصال اقوی ہے۔

قول (۸۱ و ۸۲) شرح الصدور و طحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:۔

الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وانه لا توقیت فی ذلك

احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مردے کو اس پر علم ہوتا ہے اس کا سلام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہدا و غیر شہداء سب میں عام ہے[1] نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳) بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقین موتی فرمایا:۔

---

[1] انہیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا وسلموا ردوا علی المسلم۔ فی ای یوم قالہ ابن القیم۔ مردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ منہ۔

عند اھل السنۃ ھذا علی الحقیقۃ لانہ یجیب علی ماجاءت بہ الآثار۔

اہلسنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مردہ تلقین کا جواب دینا ہے جیساکہ احادیث میں آیا۔

فصل نہم:۔ اولیا کی کرامتیں اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور رہیں۔

قول (۸۴)۔ امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے یہ مزارات[1] اولیا کے لیے سنت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بیشمار ہیں وستقف علیٰ ذلك انشاء اللہ تعالیٰ۔

قول (۸۵ و ۸۶)۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا تفسیر کردہ است بیضاوی آیۂ کریمہ والنّٰزعٰت غرقًا الآیہ:۔

"رابصفات نفوس فاضلہ درحال مفارقت از بدن کہ کشیدہ میشوند از ابدان ونشاط میکنند بسوی عالم ملکوت وسیاحت میکنند در آن پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس میگردند بشرف وقوت از مدبرات۔

قول (۸۷)۔ علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:۔

کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضًا ومن زعم خلاف ذٰلك فھو جاھل متعصب ولنا رسالۃ فی خصوص اثبات الکرامۃ بعد موت الولی اھ ملخصًا

اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

قول (۸۸ و ۸۹)۔ شیخ مشایخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولینا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں:۔

---

[1] ف زیارت گاہی از جہت انتفاع باہل قبور بود چنانچہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲۔ جذب القلوب۔

قال العلامة الغنيمی وھو خاتمة محققی الحنفية اذا كان مرجع الكرامات الىٰ قدرة الله تعالىٰ كما تقرر فلا فرق بين حياتهم ومماتهم (الى ان قال) قد اتفقت كلمات علماء الاسلام قاطبة على ان معجزات نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا تنحصر لان منها ما اجراه الله تعالىٰ ويجريه لاوليائه من الكرامات احياءً وامواتًا الىٰ يوم القيمة۔

علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہو چکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف سے تو اولیا کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں تمام علمائے اسلام یک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے زندہ و مردہ سے جاری کیں اور قیامت تک ان سے جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰) س میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول:-

معجزات الانبياء وكرامات الاولياء لا تنقطع بموتهم۔

انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲) امام ابن الحاج مدخل میں امام ابو عبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفينة النجا لاہل الالتجاء فی كرامات الشيخ ابی النجاء سے ناقل:-

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فی حياتهم۔

اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہو چکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت و عبرت محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

قول (۹۳)۔ جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:۔

"اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشاں را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد۔

قول (۹۴) کشف الغطا میں ہے:۔

"ارواح کمل کہ در حین حیات ایشان بسبب قرب مکانت و منزلت از رب العزۃ کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چوں ہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانکہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر از آن۔

قول (۹۵ و ۹۶)۔ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔

"یکے از مشایخ عظام[۱] گفتہ است دیدم چہار کس را از مشایخ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہائے شان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس[۲] دیگر را از اولیاء شمرد و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

فصل دہم:۔ الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول (۹۷)۔ امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

جمیع الائمۃ المجتہدین — تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی

۱؎ یعنی حضرت سعدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نور الدین ابوالحسن علی فی بہجۃ الاسرار بسند والیہ ۱۲ منہ۔

۲؎ یعنی حضرت شیخ عقیل منبجی و حضرت حیوۃ بن قیس حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کما فی البہجۃ ۱۲ منہ۔

يشفعون فى اتباعهم و يلاحظونهم فى شدائدهم فى الدنيا والبرزخ ويوم القيمة حتى يجاوزوا الصراط۔

شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتاب اجل میں فرمایا:۔

قد ذكرنا فى كتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية ان ائمة الفقهاء والصوفية كلهم يشفعون فى مقلديهم ويلاحظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منكر ونكيرله وعند النشر والحشر والحساب والميزان والصراط ولا يغفلون عنهم فى موقف من المواقف ولما مات شيخنا شيخ الاسلام الشيخ ناصر الدين اللقانى راٰه بعض الصالحين فى المنام فقال له ما فعل الله بك فقال لما اجلسنى الملكان فى القبر ليسألانى اتاهم الامام مالك فقال مثل هذا يحتاج

ہم نے کتاب الاجوبہ عن الائمۃ الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہا و صوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے جب نامۂ اعمال کھلتے ہیں جب حساب لیا جاتا ہے جب عمل تُلتے ہیں جب صراط پر چلتا ہے غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے ہمارے استاذ شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انہیں خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا کیا کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا

الیٰ سوال فی ایمانہ باللہ
ورسولہ تنحیا عنہ
فتنحیا عنی اھ واذا کان
مشائخ الصوفیۃ
یلاحظون اتباعھم
ومریدیھم فی جمیع
الاھوال والشدائد
فی الدنیا والاخرۃ
فکیف بائمۃ المذاھب
الذین ھم اوتاد الارض
وارکان الدین وامناء
الشارع صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم علی امتہ
رضی اللہ تعالیٰ اجمعین۔

ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے
کہ اس سے خدا اور رسول پر ایمان کے بارے
میں سوال کیا جائے الگ ہوا اس کے
پاس سے یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے
الگ ہو گئے اور جب مشائخ کرام
صوفیہ قدست اسرارہم ہر ہول وسختی
کے وقت دنیا و آخرت میں اپنے
پیروؤں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے
ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا
ہی کیا ہے جو زمین کی میخیں ہیں اور دین
کے ستون اور شارع صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی امت پر اس کے امین رضی
اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ اکبر اللہ اکبر
و للہ الحمد۔ ۵

حسبی من الخیرات ما اعددتہ — یوم القیمۃ فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذہب النعمٰن
وارادتی وعقیدتی ومحبتی — للشیخ عبد القادر الجیلانی

وی بخاک رضا شدم گفتم — کہ تو ہیچ نی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکر فضول — ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم
خبری گو بماز تلخی مرگ — گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکام ما کردند — سنیت را گدای میکدہ ایم
شیر بودیم وشہد افزودند — ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

تنبیہ نبیہ:۔ ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی وشادمانی اور ان کے مخالفوں کو

حسرت و پشیمانی مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے تبع نہیں ہوتا پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمۂ سلف کے خلاف ہو تو یہ کہاں وہ اور کہاں اتباع یوں تو بہیترے معتزلی حنفیت بخاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں بہت مجسمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے پھر کیا ارواح طیبۂ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے خوش ہوں گے کلّا واللہ ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے بیزار روح پاک ائمۂ اطہار ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یونہیں نجد کے حنبلی ہند کے حنفی جو مخترعان مذہب جدید و متبعان قرن طریقہ ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ جبلی[۱] و جنفی[۲] ہیں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم کی شرح مجیر معظم ۱۳۰۳ھ میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی:۔

"اما ہوس کارانیکہ نزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمال تصوف در رد احکام شرع تمنائے تعرف مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و دواہی ریاضت ایں راہ روزہا دارند اما یہ گردن و نمازہا گزارند یعنی ترک کردن و نہ آنکہ از نیہا باکی دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حسابی ندارند و خود از نیہا چہ حکایت واتریدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشان ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند من و خدائی من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی ع سایہ شان دور باد از ما دور الخ اھ ملخصا

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم حسب ان کے نزدیک ارواح گزشتگان مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد تو وہ اس

---

[۱] جبل بفتحتین بمعنے غضب ۱۲ منہ۔

[۲] جنف بفتحتین میل و جور ۱۲ منہ۔

قائل کہاں کہ ارواح ائمہ ان پر نظر فرمائیں سنت الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:۔

انا عند ظن عبدی بی۔ (رواہ البخاری) | میں بندے سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔

جب ان کے گمان میں امداد محال تو ان کے حق میں ایسا ہی ہوگا ع

گر بہ تو حرام است حرامت بادا

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں:۔

شفاعتی یوم القیمۃ حق | میری شفاعت روز قیامت حق ہے
فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا۔ | جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے اہل سے نہ ہوگا۔

(رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ اجمعین اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللھم آمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰)۔ امام[۹۸] غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ[۹۹] محقق پھر شیخ[۱۰۰] الاسلام فرماتے ہیں واللفظ لشرح المشکوٰۃ:۔

"حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ میشود بوی در حیات استمداد کردہ میشود بوی بعد از وفات۔"

قول (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ[۱۰۲] نے شروح مشکوٰۃ میں فرمایا:۔

"صالحان را مدد بلیغ است زیارت کنندگان خود را باندازہ ادب ایشاں"

قول (۱۰۳)۔ امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم و ادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا:۔

ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور | اسی لیے قبور اولیا کی زیارت اور

الابرار والاستعانة من نفوس الاخیار۔

ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴ و ۱۰۵) ۔ رد المحتار میں امام غزالی سے ہے:۔

انهم متفاوتون فی القرب من الله تعالیٰ و نفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم۔

ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیک اور زائرین کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے

قول (۱۰۶) ۔ امام ابن الحاج مکی مدخل فرماتے ہیں:۔

ان کان المیت المزار ممن ترجی برکته فیتوسل الی الله تعالیٰ به یبدء بالتوسل الی الله تعالیٰ بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذ هو العمدة فی التوسل والاصل فی هذا کله والمشرع له۔ ثم یتوسل باهل تلک المقابر اعنی بالصالحین منهم فی قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ویکثر التوسل بهم الی الله تعالیٰ لانه سبحانه تعالیٰ اجتباهم وشرفهم وکرمهم فکما نفع بهم فی الدنیا ففی الآخرة اکثر فمن اراد

یعنی اگر صاحب مزار ان لوگوں میں ہے جن سے امید برکت کی جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کرے پہلے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی و بخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چنا اور فضیلت و کرامت بخشی تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایا یونہی بعد انتقال اس سے زیادہ پہنچائے گا تو جسے

حاجة فليذهب اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالیٰ وخلقه وقد تقرر في الشرع وعلم ما الله تعالیٰ بهم من الاعتناء وذلك كثير مشهور وما زال الناس من العلماء والاكابر كابرًا عن كابر مشرقًا ومغربًا يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذٰلك حسًا ومعنی اھ ملخصًا۔

کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات[۱] پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت وشہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف وسلف مشرق ومغرب میں ان کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں۔

قول (۱۰۷ تا ۱۰۹)۔ اشعہ میں فرمایا:۔

"سیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت روزی شیخ ابو العباس[۱۰۹] حضرمی از من پرسید امداد حی قوی است یا امداد میت قوی است من گفتم قومی میگویند کہ امداد حی قوی تر است ومن میگویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط حق است ودر حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصا کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتاب و سنت واقوال سلف صالح چیزیکہ منافی ومخالف ایں باشد ورد کند ایں را الخ۔

قول (۱۱۰)۔ اسی میں ہے:۔

---

[۱] قصد زیارت مقربان آں درگاہ ومنتسبان آنجناب واستفاضۂ خیرات وبرکات از ایشاں نماید موجب مزید خیر وزیارت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب۔

"بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند"

قول (۱۱۱ و ۱۱۲)، شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی[۱۱۲] سے ناقل :۔

"چوں می آید زائر نزد قبر حاصل میشود نفس او را تعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را بسبب این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض میشود و اگر بعکس بود بر عکس شود۔

قول (۱۱۳ و ۱۱۴) مولینا جامی قدس سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاؤ الدولہ[۱۱۴] سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ناقل :۔

"درویشی از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگی ہمان باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکی آنکہ چوں بزیارت کسی میرود چندانکہ میرود توجہ او زیادہ میشود چوں بسر خاک رسید بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر دہد و دیگر آنکہ ہرچند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکیست اما بآن موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصاً"

قول (۱۱۵ و ۱۱۶)۔ سیدی جمال مکی کے فتاوے میں امام شہاب الدین رملی[۱۱۶] سے منقول :۔

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم	انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم :۔

تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول (۱۱۷)، امام عزالدین بن عبدالسلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں :۔

انا امرنا بالسلام على القبور ولولا ان الارواح تدرك لما كان فيه فائدة۔
ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸)۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا:۔

احادیث زیارۃ القبور والسلام علیہا وخطابہم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذلک اھ ملخصاً
زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں۔

قول (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:۔

قد شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل
بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول درباره سماع موتی نقل کرکے فرماتے ہیں:۔

ھوالظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث سلام القبور
یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں۔

قول (۱۲۱)۔ علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی:۔

فان السلام علی من لا یشعر محال۔
کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلا معقول نہیں۔

قول (۱۲۲)۔ شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:۔

"خطاب باکسیکہ نشنود و نفہمد معقول نیست و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت۔

قول (۱۲۳)۔ مولینا علی قاری شرح اللباب میں دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں:۔

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ نفوت الاسماع الذی ھو السنۃ	نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنت ہی فوت ہو جائے۔

فصل دوازدہم:۔

اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام ہیں۔

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷)۔ منسک متوسط[۱۲۴] و مسلک متقسط[۱۲۵] و اختیار[۱۲۶] شرح مختار و فتاوی[۱۲۷] عالمگیری میں ہے واللفظ للاخرین فانہ ابسط، کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے:۔

جزاک اللہ عنا افضل ما جزی اماما عن امۃ نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ خیر مسلک وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرا لاھلہ حتی اتاک الیقین۔	آپ کو اللہ تعالی ہم سے جزا و عوض نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ و طریقہ پر چلے آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا آپ نے اسلام کو آراستگی دی آپ نے صلہ رحم فرمایا آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے:۔

جزاک اللہ عنا افضل الجزاء	اللہ تعالی آپ کو بہتر بدلہ دے اور

ورضی عمن استخلفك فقد نظر للاسلام والمسلمين حيًّا وميتًا فكفلت الايتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام كنت للمسلمين امامًا مرضيا وهاديا مهديا جمعت شملهم واغنيت فقيرهم وجبرت كسيرهم۔	ان سے راضی ہو جنہوں نے آپ کو خلیفہ کیا (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہ انہوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی رعایت فرمائی آپ نے یتیموں کی کفایت اور رحم کا صلہ کیا اسلام نے آپ سے قوت پائی آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے آپ نے ان کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کر دیا اور ان کی شکستہ دلی دور فرمائی۔

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸ تا ۱۳۰)۔ امام خطابی نے دربارۂ تلقین فرمایا:۔

لا بأس به اذ ليس فيه الا ذكر الله تعالىٰ وعرض الاعتقاد على الميت (الیٰ قوله) وكل ذٰلك حسن	اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالیٰ کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد اور یہ سب خوب ہیں۔

نقلہ القاری[۱۲۹] فی المرقاۃ بعینہ اسی طرح ذیل مجمع البحار[۱۳۰] میں مذکور۔ وحسبنا اللہ العزیز الغفور وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الیٰ یوم النشور

فصل سیزدہم:۔

بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں یہ فصل فصل دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب و کلام ہے کما لایخفی میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو

قاطبۃً قائل تلقین ہیں الا من شاء اللہ۔

قول (۱۳۱ تا ۱۳۳)۔ امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میت کو جماد مانتے ہیں۔ امام[۱۳۲] حاکم شہید نے کافی اور امام[۱۳۳] خبازی نے خبازیہ میں ان سے نقل فرمایا:۔

ان ھذا (ای منع التلقین) علی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ محمول علی حقیقتہ لان اللہ تعالٰی یحییہ علی ما جاءت بہ الاثار وقد روی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن الخ۔ ذکرہ فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ

قول (۱۳۴ و ۱۳۵)۔ درمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے:۔

انہ مشروع عند اھل السنۃ۔ — بیشک تلقین اہلسنت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶) بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:۔

کیف لا یفعل وقد روی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن۔ — تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہل سنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا:۔

لا یؤمر بہ ولا ینھی عنہ۔ — تلقین کا نہ حکم دیں نہ اس سے منع کریں

نقلہ فی البنایۃ وغیرھا حلیہ[۱۳۸] میں اسے نقل کرکے فرمایا:۔

ظاھرہ انہ یباح — اس قول سے ظاہر یہ ہے کہ مباح ہے۔

قول (۱۳۹)۔ امام فقیہ النفس قاضیخان نے فرمایا:۔

ان کان التلقین لاینفع	تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر
لایضر ایضاً فیجوز۔	بھی نہیں پس جائز ہو گی۔

اثر الممنوع کو دان اور ظاہر ہے کہ نفی نفع بر سبیل تنزل ہے۔

قول (۱۴۰ تا ۱۴۳)۔ صاحب عباب فرماتے ہیں:۔

انی سمعت استاذی قاضیخان	میں نے اپنے استاذ قاضیخاں کو سنا
یحکی عن الامام ظہیر الدین	کہ امام[۱۴۱] اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی
انہ لقن بعض الائمۃ	سے حکایت فرماتے تھے بعض[۱۴۲] ائمہ
واوصانی بتلقینہ فلقنتہ	نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے
فیجوز۔	کی وصیت کی کہ میں نے انہیں تلقین کی
(انقلہٗ فی شرح النقایۃ)	پس جواز ثابت ہوا۔

اسی طرح صاحب[۱۴۳] حقائق نے تصریح اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی صاحب عباب سے نقل کیا، کما فی الحلیۃ

امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں یفید ان فعلہ راجح علی ترکہ (یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے) پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کر کے ائمۂ محدثین امام ابو عمرو بن الصلاح وغیرہ سے اس کا بوجہ شواہد وعمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں:

قول (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے:۔

نحن نعمل بھما عند الموت	ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں
وعند الدفن۔	وقت نزع بھی اور وقت دفن
(نقلہ فی الھندیۃ)	بھی۔

قول (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے:۔

اتفق کثیر علی التلقین۔	بہت علما کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷) نورالایضاح میں ہے :-

تلقینہ فی القبر مشروع — مردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس والمزید سے ناقل :-

التلقین بعد الموت فعلہ بعض مشائخنا۔ — ہمارے بعض مشایخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی۔

قول (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز میں جواہر[۱۵۱] سے منقول :-

سئل القاضی[۱۵۲] مجد الکرمانی عنہ قال ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن وروی فی ذلک حدیثین۔ — قاضی مجد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

قول (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول :-

کیف لا یفعل مع انہ لا ضرر فیہ بل فیہ نفع للمیت۔ — تلقین کیونکر نہ کی جائے کی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میت کا فائدہ ہے۔

قول (۱۵۴) کشف الغطا میں ہے :-

"بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنت و جماعت تلقین مناسب"

پھر امام صفار کا ارشاد کہ :-

"سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شود میت برمذہب امام اعظم وہرکہ تلقین نمیکند و نمیگوید بآن پس اوبر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است و روح درقبر معاد نمیشود۔"

نقل کرکے فرمایا :-

"وانچہ در کافی گفتہ کہ اگر مسلمان مردہ است محتاج نیست بسوی دے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ با وجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقیست چنانچہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از دفن فرمودے استغفار کنید برادر خود را و سوال کنید برائے وی تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کردہ میشود از وے الی آخرہ۔

قول (۱۵۵ و ۱۵۶)، علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارۂ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کر کے استحباب پر دلیل قائم کی اور بیشک تعلیل دلیل اختیار و تعویل ہے۔

علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا۔

ھو المعتمد اذ ھو المحلی بالتعلیل۔

ولہٰذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کر کے فرماتے ہیں: ظاھر استدلالہ للاول اختیارہ یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں۔

اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز و استحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کر کے پھر اسی معراج سے بحوالہ کافی و خیانہ یہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انہوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی پھر غنیہ سے لائے کہ حدیث میں تجوز نہ ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے۔

پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیت تلقین کو قول اہل سنت کہا اسے مقرر و مسلم رکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکتۂ جلیلہ تتمیم کلام وازالۂ اوہام ہیں :-

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول اے ذری التحقیق طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کر دیتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت بیمزہ ہے ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین نے ادراک وسمع موتی مانا اور یہ امر اقوال مذکورہ سے یقیناً ثابت ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ان ائمہ نے کیا چیز جائز مانی تلقین میت پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنٰے کیا ہیں تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی۔

پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد و دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو۔ حاشا وکلا ہر سمجھ دار بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخالف نہ عقل وفہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سنے پھر اس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون و دیوانہ ہو گا لہذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ وعلما استحباب خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے انہوں نے بلا شبہہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیا سننے سمجھنے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو جیسا کہ حلیہ میں ہے :-

نص الشیخ عزالدین بن عبد السلام علی انہ بدعۃ

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ ان کے نزدیک بدعت تھی حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷ میں گزرا کہ مردے کو ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا۔ یونہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ

ان کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مردہ باایمان گیا تو خود رحمت الٰہی اسے بس ہے وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالیٰ :- یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اور جو عیاذًا باللہ نوع دیگر ہے اسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنی کیا۔ حیث قال ولقن الشہادۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وارید بہ من قرب من الموت و قیل ھو مجرًی علیٰ حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہٗ تعالیٰ یحییہ وقد رُوی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا انا نقول لا فائدۃ فی التلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنًا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین اھ ببعض تلخیص۔

اگرچہ علمانے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میت کا قوی ہوگا گھبراہٹ بندھیگی وحشت گھٹے گی قال اللہ تعالیٰ :-

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب   سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا کما مر فی المقصد الاوّل۔ شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سن چکے۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں :-

نفی صاحب الکافی فائدتہ مطلقا ممنوع (بأن فیہ فائدۃ التثبیت) للجنان، نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان

فی هذا الوقت) منتفیة ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان، للسوال فی القبر اھ موضحا بحاشیۃ الطحطاوی۔

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میت کا فائدہ ہے کہ ذکر خدا سے اس کا جی بہلے گا۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعا وغیرہ تمام کارخانۂ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقریر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل۔

غرض جب واضح وبین کہ تلقین بے فہم و سماع میت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک و منع ہمیں اصلاً مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجے کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علما کے وہ اقوال جن کا مبنےٰ اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کونسا مقدمہ ہے کہا تو یہ تھا کہ یہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں ائمہ نے اس پر فلاں بات بنی کی اس کا یہ کیا جواب ہوا کہ فلاں فلاں نے وہ بنا نمائی کیا انکار بنا انکار بنی کو مستلزم ہوتا ہے واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت سی چالاکیوں کا حال کھلتا ہے واللہ الہادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں:۔

اقول وباللہ تعالٰی استعین۔ نفس بحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت و عدم جواز کے لیے متعین نہیں آخر نہ سنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ

میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں اور علما نے اس کے معنے عدم وجوب لیے۔

اشباہ میں ہے:۔

سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا واجبۃ وھو معنی ماروی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبًا اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسید ان الفاضلان احمد الطحطاوی ومحمد الشامی فی حواشی الدر۔

فتاویٰ حجہ میں فرمایا:۔

عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب وقول محمد علی الجواز والاستحباب فیعمل بھما لا یجب بکل نعمۃ سجدۃ الشکر کما قال ابوحنیفۃ ولکن یجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سرّ بنعمۃ اوذکر نعمۃ فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد الاستحباب اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی وقبلہ الحلبی فی الغنیۃ۔

اسی ذخیرہ میں فرمایا:۔

لا یتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذہ۔

درمختار میں اسے نقل کرکے کہا:۔ ای لا یسن۔

نہر میں کہا:۔

لیس ما فی الذخیرۃ نفی المشروعیۃ وعدمہا بل فی الاستنان وعدمہ

یونہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق منقول علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنے نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:۔

لا یعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولا

سنة لكنه مباح۔

اسی طرح[۲] عامۂ کتب میں مثل ہدایہ[۱] ووقایہ[۲] ونقایہ[۳] وبدائع[۴] ومنیہ[۵] وملتقی[۶] وتنویر[۷] وجوہرہ[۸] وغیرہ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارہ میں امام اعظم وامام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا قول بلفظ لا یاتی ولا یسمی ذکر کیا۔

پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں رہی کراہت وممانعت وہ کسی کا مذہب نہیں کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیساکہ ذخیرہ[۱] ومجتبیٰ[۲] وبحر[۳] ونہر[۴] وحاشیۂ[۵] درر للعلامۃ الشرنبلالی وشرح علائی وحواشی[۶] شامی وطحطاوی[۸] وغیرہا سے واضح۔

علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا:۔

لا بین الفاتحۃ والسورۃ

محقق علائی نے "لا" کے بعد لفظ "تسن" بڑھا دیا۔

پھر فرمایا:۔

ولا تکرہ اتفاقا۔

طحطاوی نے فرمایا:۔

بل لا خلاف فی انہ لو سمی لکان حسنا ھ۔

بحر الرائق میں ہے:۔

الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبیٰ بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ الخ

پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین ہیں امام نصیر بن یحییٰ سے اخذ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف ح وعن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد یہ بالیقین اعرف بمذہب امام ومعنی ظاہر الروایۃ ہیں پھر اس سے ہزار درجہ زائد اس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہل سنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے اور

واقعی مشائخ مذہب ہیں اس فرقۂ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب ہیں اس کے اقوال ونتخارہ یح کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہو جاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول والرحمٰن لاافعل کذا سے اگر سورت رحمٰن مراد لی یمین نہ ہو گی صاحب ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب ہے حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے اور مذہب مہذب ائمۂ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق۔ ردالمحتار میں کہا:۔

هذا التفصيل فی الرحمٰن قول بشر المريسی۔

ایسا ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:۔

مبناها على الاعتزال الصريح والعجب ان المصنف لم تفطن له مع ظهوره من القنية

اس کا مبنی اعتزال صریح پر ہے اور عجیب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔

رہی درایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس میں حدیث وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر وامام ابن امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا پھر سیدنا ابوامامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس میں مروی پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں باایں ہمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہوا تقلید[1] صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام ابومطیع

---

[1] مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں۔

قول الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ عندنا اذالم ینفہ شئی آخر من السنۃ انتہی (باقی بر صفحہ آئندہ)

بلخی سے منقول :-

قلت للامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارأیت لو رأیت رایا و رأی ابوبکر رایا اکنت تدع رأیك لرایه فقال نعم فقلت له ارأیت لو رأیت رایا و رأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرایه فقال نعم وکذلك کنت ادع رأیی لرأی عثمان وعلی وسائر الصحابة ما عدا ابا هریرة وانس بن مالك و سمرة بن جندب -

میں نے امام ابو حنیفہ سے عرض کی بھلا ارشاد فرمایئے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے فرمایا ہاں میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا فرمایا ہاں اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و علی مرتضی و باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کروں گا سوا ابو ہریرہ وانس بن مالک وسمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے۔

بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا۔

حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال فی مسافر جنب یتلوم الیٰ اٰخر الوقت ولم یرو عن غیرہ من الصحابة خلافه فیکون اجماعًا۔

بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی تو ثبوت حاضر اور نفی نفع پر مبنی تو نفع ظاہر ہاں یہ رہ گیا کہ فہم وسماع موتی کا انکار کیجیے یہ بیشک اصول معتزلہ ہی پر درست ہوگا ولہٰذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے۔

کما سیاتی نقله انشاء اللہ تعالیٰ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اقول وہذا لا یختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوی منہ ۱۲ منہ۔

لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین و ائمۂ ناقدین جن میں امام صفار و حاکم شہید و شمس الائمہ و ظہیر کبیر و فقیہ النفس وغیرہم ائمۂ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جواز و استحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات و درایات مذہب پر آگاہ تھے اور قطعاً اس کے خلاف پر اصلاً کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیاء و اموات مسلمین کا نفع ہے نہ کہ ضرر جیسا کہ زعم اعدا ہے پھر وجہ انکار کیا ہے تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ ولاینہی عنہ باقی عدم جواز یا ممانعت حاش للّٰہ محض بے حجت۔ ومن ادعی فعلیہ البیان ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فصل چہاردہم اصل مسئلہ مسئولۂ سائل میں:۔

یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل و طلب دعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی واللہ الموفق۔

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق[۱۵۸] جذب القلوب میں ناقل:۔

قیل للرضا[۱۵۹] رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی و	یعنی امام ابن الامام ابن الامام الی ستۃ آباءِ کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم جمیعاً سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں فرمایا قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت میں آپ سے شفاعت چاہتا اور آپ کو اپنی

مسألتي وحاجتي واشهد الله اني مؤمن بسركم وعلانيتكم واني ابرؤ الى الله تعالى من عدو محمد وال محمد من الجن والانس۔

طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف سے بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین۔

قول (۱۶۰ و ۱۶۱)۔ سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوے میں ہے:۔

سئلت عمن يقول في حال الشدائد يا رسول الله او يا علي او يا شيخ عبد القادر مثلا هل هو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثة بالاولياء وندائهم والتوسل بهم امر مشروع ومرغوب لا ينكره الا مكابر او معاند وقد حرم بركة الاولياء الكرام وسئل شيخ الاسلام[۱۶۱] الشهاب الرملي الانصاري الشافعي عما يقع من العامة من قولهم عند الشدائد يا شيخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثة

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یا رسول اللہ۔ یا علی۔ یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے جواب دیا ہاں اولیا سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشئے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتا ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیا واولیا سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے امام

بالانبیاء والمرسلین والصالحین	ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین و
فاجاب بما نصہ الاستغاثۃ بالانبیاء	اولیاء و علمائے صالحین سے ان کے
والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین	وصال شریف کے بعد بھی استعانت
جائزۃ بعد موتہم الخ اھ ملخصاً	و استمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں:۔

قولھم یا شیخ عبد القادر	لوگوں کا کہنا یا شیخ عبدالقادر۔ یہ ایک
نداء فما الموجب لحرمتہ	ندا ہے پھر اس کے حرمت کا سبب
اھ ملخصاً۔	کیا ہے۔

قول (۱۶۳)۔ سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر علماء و اولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

انا لمریدی جامعٌ لشتاتہٖ	میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا
اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ	ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ	کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو
فناد بیا زروق آت بسرعتہ	یوں ندا کر یا زروق میں فوراً آموجود ہوں گا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس بشیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں:۔

"شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در حق او بشارت داده که او از ابدال سبعہ است و باوصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ و مفید و کثیر افتادہ"

پھر شمار تصانیف کے بعد لکھا:۔

"بالجملہ مردے جلیل القدر یست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است و او از محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند

ز بشاگردی اد اجلۂ علما مفتخر و بباہی بودہ اند شل شہاب الدین قسطلانی
کہ سابق حال او مذکور شدہ و شمس الدین لقانی الخ ؕ

پھر کہا :۔

"وادرا قصیدہ ایست بر طور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات
او انیست۔

اور وہی دو بیت مذکور نقل کیں۔

قول (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاۃ سے ناقل :۔

الدعاء عند قبور الصالحین	قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے
والتشفع بہم معمول بہ عند	شفاعت چاہنا ہمارے علمائے
علمائنا المحققین من ائمۃ الدین	محققین ائمۂ دین کا معمول ہے۔

قول (۱۶۶ تا ۱۷۰) ۔ لباب[۱۶۶] و شرح لباب[۱۶۷] و اختیار[۱۶۸] رد[۱۶۹] فتاوی ہندیہ میں ہے :
واللفظ للاولین فانہ اتم بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے
کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد
اعادۂ سلام و ذکر ماثر اسلام عرض کرے :۔

جزاکما اللہ عن ذلک	اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو
مرافقتہ فی جنتہ وایانا	ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں
معکما برحمتہ انہ	اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت
ارحم الراحمین وجزاکما	عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں
اللہ عن الاسلام واھلہ	بھی بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ
خیر الجزاء جئنا یا صاحبی	مہر والا ہے اللہ آپ دونوں کو اسلام
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	و اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلا
علیہ وسلم زائرین لنبینا	کرامت فرمائے ۔ اے نبی صلی اللہ
وصدیقنا وفاروقنا	تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یار اور ہم

ونحن نتوسل بكما الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليشفع لنا الى ربنا۔

اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل میں ہے:۔

يتوسل بهما الى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويقدمهما بين يديه شفيعين فى حوائجه۔

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انہیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱)۔ اشعۃ اللمعات میں فرمایا:۔

"ولیت شعری چہ میخواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر ندا نرا آنچہ ما می فہمیم ازاں انیست کہ داعی دعا کند خدا و توسل کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب یا ندا کند ایں بندۂ مقرب را کہ ای بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا اگر اینمعنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم میکند باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین و آنچہ مروی و محکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور ست میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ

استمداد کا منکر متعصب ہے اور اولیا سے بے اعتقاد

منکر متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلک کلام دریں مقام بجد اطناب کشید برغم منکراں کہ در قرب ایں زمان فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکراند استمداد و استعانت را از اولیائے خدا و متوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدۂ اصنام میدانند و میگویند آنچہ میگویند اھ ملتقطاً۔

اور شرح عربی میں اس مضمون انجیر کو یوں ادا فرمایا:۔

انما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام رغماً لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علی ذٰلک من علم ان ھم الا یخرصون۔	ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیا سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل و استمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا:۔

"دورود نص قطعی در وی حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آں کافیست"۔

قول (۱۷۲) شیخ الاسلام جنہیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار اور ان کی کتاب کشف الغطا پہ جابجا اعتماد و اعتبار کیا اسی کشف الغطا میں فرماتے ہیں:۔

"انکار استمداد راوجہی صحیح نمی نماید مگر آنکہ انزاول امر منکر شوند تعلق روح و بدن را بالکلیہ و آں خلاف منصوص است و بریں تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بیمعنی گردد و ایں امری دیگر است کہ

استمداد و استعانت کی ممانعت پر نص وارد نہیں ہوئی

جواز استمداد پر دلیل کی حاجت نہیں

استمداد کے انکار میں بہت ہو مضحکہ کا رکھا ہے

تمامۂ اخبار و آثار دال بر خلاف آنست و نیست صورت استمداد مگر ہمینکہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آں بندہ را کہ اے بندۂ خدا و ولی وی شفاعت کن مراد بخواہ از خدا تعالیٰ مطلوب مراد در وے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ اھ بالالتقاط۔

قول (۱۷۳) سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں :۔

دور دور سے قصد زیارت کرے

یاتی الیہم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ فاذا جاء الیہم فلیقف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع ویستغیث بہم و یطلب حوائجہ منہم ویجزم الاجابۃ ببرکتہم فانہم باب اللہ المفتوح وجرت سنۃ سبحانہ وتعالیٰ فی قضاء الحوائج علی ایدیہم وبسببہم۔	زائر ان کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بیچارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للہ رب العالمین۔

مزارات کے آگے خشوع و خضوع

سنت الٰہی جاری ہے کہ اولیاء کے ہاتھ پر حاجت روائی ہوتی ہے

فصل پانزدہم بقیہ تصریحات سماع اموات میں۔

قول (۱۷۴ تا ۱۷۸) امام[۱۷۴] خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل مادر دنی حیاۃ الانبیاء دوسری فصل حیات شہدا میں وضع کر کے فصل ثالث تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما سے علم و سماع موتی ثابت کر کے فرمایا:۔

علی الجملۃ ھذہ الامور	بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں
ممکنۃ فی قدرۃ اللہ تعالیٰ	ممکن ہیں اور بیشک ان کے ثبوت
وقد وردت بھا الاخبار	میں صحیح حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی
الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا	تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کر کے آخر میں فرمایا:۔

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا	رہے ادراکات جیسے علم و سماع یہ تو
شک ان ذٰلک ثابت لسائر	یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں
الموتیٰ فکیف بالانبیاء	پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ
	والسلام۔

امام جلال[۱۷۵] الدین سیوطی نے شرح للصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کر کے تقریر فرمائی۔

امام زین الدین مراغی جنہیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کر کے فرماتے ہیں:۔

انہ مما یعز وجودہ و	یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہیئے کہ ایسی
فی مثلہ فلیتنافس	ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت
المتنافسون۔	کرنے والے۔

امام[۱۷۶] احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی۔

پھر علامہ[۱۷۸] عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل[لہ] کیں۔

قول (۱۷۹) امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:۔

کان المقصود بھذا کلہ تحقیق السماع و نحوہ من الاعراض بعد الموت فانہ قد یقال ان ھذہ الاعراض مشروطۃ الحیوۃ فکیف تحصل بعد الموت وھذا خیال ضعیف لانا لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی وھو اما الروح وحدھا حالۃ کون الجسد میتا او متصلۃ بالبدن حالۃ عود الحیاۃ الیہ۔

اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ پوچ خیال ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مردہ ہے وہ سنتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح یا تو تنہا وہی جب بدن مردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول (۱۸۰) - علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ انہوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا:۔

"جمیع ایں احادیث دلالت دارد بر آنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند ولیکن حیات ایشاں در مرتبہ کمتر از حیات شہدا است وحیات انبیا صلوات اللہ تعالیٰ علیہم کاملتر از حیات

لہ یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ۔

شہد است۔

قول (۱۸۱ و ۱۸۲) امام قرطبی پھر امام سیوطی[۱۸۲] قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:۔

وقد قيل ان ثواب القراءة للقارى وللميت ثواب الاستماع ولذلك تلحقه الرحمة قال الله تعالى و اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ولا يبعد من كرم الله تعالى ان يلحقه ثواب القراءة والاستماع معًا۔	بتحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو شاید تم پر رحم ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مردے کو قراءت و استماع دونوں کا ثواب پہنچائے۔

اقول:۔ ثواب قراءت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہلسنت قائل اطلاق و عموم ہیں اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اس کی ترجیح و تصحیح کی منہم السیوطی فی انیس الغریب تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میت کو تلاوت کا بھی ثواب ہے۔

قول (۱۸۳) مرقاۃ میں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے علم و سماع کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

سائر الاموات ايضًا يسمعون السلام والكلام۔	سب مردے سلام و کلام سنتے ہیں۔

پھر فرمایا یہ سب مسائل احادیث صحیحہ و آثار صریحہ سے ثابت ہیں۔

قول (۱۸۴) - علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفاظ سے ناقل ؎

سماع موتی کلام الخلق حق قد	اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب
جاءت بہ عندنا الاثار فی الکتب	میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵) ملک العلما بحر العلوم مولینا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:-

انکار التلقین بناء علی ما قیل ان المیت لا یسمع مذہب باطل	اس بنا پر کہ بعض نے کہا مردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶) - زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق و تفصیل نقل فرمایا:-

فثبت بھذا انہ لا منافات بین کون الروح فی علیین او فی الجنۃ او السماء وان لھا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرأ وانما یستغرب ھذا الکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ ما یشابہ ھذا وامور البرزخ والاخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا۔	تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ روح علیین یا جنت یا آسمانوں میں ہو اور اس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے سنے نماز پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتی حالانکہ برزخ و آخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷ تا ۱۸۹) - علامہ عبد الرؤف تیسیر میں قائل اور مولانا [۱۸۸] علی قاری مرقاۃ میں قاضی [۱۸۹] سے ناقل:-

واللفظ للمناوی النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ	پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلیٰ سے مل

اتصلت بالملأ الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد۔ | جاتی ہیں اور اُن کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰)۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئ الاشھد لہٗ یوم القیمۃ۔ محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیرھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مردہ جن اور مردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سنتے ہیں سب روز قیامت اس کے لیے گواہی دیں گے یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم و سماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہیے لانعدام المخصص۔

قول (۱۹۱ تا ۱۹۸) امام اسمٰعیلی[191] پھر امام بیہقی[192] پھر امام سہیلی[193] پھر امام عسقلانی[194] پھر امام قسطلانی پھر امام علامہ[195] شامی پھر علامہ زرقانی نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دیے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشرحھا وغیر ذٰلک من اسفار العلماء۔ مواہب میں امام ابن جابر[196] سے بھی اثبات سماع نقل کیا امام کرمانی[197] امام عسقلانی امام عینی امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی[198] امام سیوطی علامہ حلبی علی قاری شیخ محقق وغیرہم علما نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ از انجا کہ یہ اقوال ان مباحث سے متعلق جنہیں اس رسالہ میں دور آئندہ پر محوّل رکھا ہے لہٰذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

قول (۱۹۹) جذب القلوب شریف میں ہے:۔

”تمام اہلسنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مر سائر اموات را“

قول (۲۰۰) جامع البرکات میں فرمایا:۔

"سمہودی میگوید کہ تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مر سائر اموات را از آحاد بشر انتہیٰ۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے جن ستّر ائمہ وعلما کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ ان کے اور ان سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ دو ستّر شمار کر دیے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

تنبیہ :۔ ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر پھر فقیر غفر لہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پرنور سید عالم حی باقی روح مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات عالی وعلم عظیم وسمع جلیل وبصر کریم میں وارد انہیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے۔ اوّلاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا ارباب طائفہ کہ ارواح موتی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ ممغوضہ سے انہیں بھی احتراض ہو اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ ایسا شقی لیئم قابل کلام وخطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث لاونعم میں بطور خود شامل کرے ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انہیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے العظمۃ للہ اس کا پوچھنا ہی کیا ہے آخر انہیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کیے اسی سرکار ابد قرار نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولای الغوث الاعظم والحمد للہ رب العالمین۔

نوع دوم

اقوال کبرا و عمائد خاندان عزیزی ہیں۔ یہاں اقوال مختلط نہ کو رہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کرلے سر دست نتنو مقال ان کے بھی حاضر کرتا ہوں و باللہ التوفیق۔

وصل اول :۔

مقال (۱) شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں :۔

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلک الاوضاع والعادات والعلوم معھم لا تفارقھم۔	جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے۔

مقال (۲)۔ اسی میں ہے :۔

اذا مات ھذا البارع لا یفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذٰلک بحالہ۔	جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اس کا کمال بلکہ سب بدستور اسی حال پر رہتے ہیں۔

مقال (۳) اسی میں ہے :۔

کل من مات من الکمل یتخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ ما فقد بل تجوھر وقوی	جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ اور جوہر دار و قوی ہو گیا۔

مقال (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں :۔

"چوں آدمی میرد روح را اصلاً تغیر نمیشود چنانچہ حامل قوی بود

حالا ہم ست و شعور و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صافتر و روشن تر اھ ملخصاً۔

مقال (۵) تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:۔

"چوں روح از بدن جدا شد قواے نباتی از وجدا میشوند نہ قوای نفسانی و حیوانی و اگر وجود قواے نفسانی و حیوانی فیضاناً یا بقاءً مشروط باشد بوجود قواے نباتی و مزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور و ادراک و حسے و حرکتی و غضب و دفع منافر نباشد پس حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلی و بدنی کار میکنند و مصدر افعال حیوانی و نفسانی میگردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند۔

مقال (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل و اربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب ان کے پیر و مرشد و ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۷۵ میں انہیں فضیلت و ولایت مآب مروج شریعت و منور طریقت و نور مجسم و عزیز ترین موجودات و مصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبد العزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:۔

"اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد میکند و گاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید میگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و بسبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمیخورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہد سیر کند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشان را قوت ارواح میدہد کہ در قبور نماز میخوانند و ذکر میکنند و قرآن میخوانند اھ ملخصاً۔

مقال (۷) تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء و اولیاء و عام صلحاء علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر کے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان و زمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں، لکھتے ہیں :-

"تعلقے بقبر نیز این ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس میشوند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع این دریافت نمیشود و مثال آں در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہا ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید"

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے۔

مقال (۸) مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے پانچویں قسم مہربانی اور انس کے لیے ہوتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے وعزاہ للامام النووی۔

مقال (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارت قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے۔ جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں۔

واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت۔	اور جب قبر پہ آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے۔

اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جمادیت موتی کا خاتمہ کر دیا کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میت حضور زائر پہ مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت اور اس کے بیجا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زن زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔

مقال (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہتے ہیں :۔

"یکبار قصیدہ در مدح ایشاں گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ از روئے تواضع فرمودند مالائق اینہمہ ستائش نیستیم"

مقال (۱۱)۔ اسی میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت کہا :۔

"یکبار قصیدہ بجناب ایشان عرض نمودم"

مقال (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :۔

اذا مات الانسان کان للنسمۃ	جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے
نشأۃ اخری فینشئ فیض الروح	ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی
الالٰھی فیھا قوۃ فیما بقی من	کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں
الحس المشترك تکفی کفایۃ	ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور
السمع والبصر والکلام الخ۔	دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے

مقال (۱۳) مولینا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں :۔

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔

وصل دوم :۔

بقائے تصرفات وکرامات اولیا بعد الوصال میں۔

مقال (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں :۔

"در اولیائے امت واصحاب طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل این نسبت میل کردہ ودر انجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہٰذا گفتہ اند کہ

شاہ عبدالقادر صاحب کی تحقیق

حضور غوث اعظم مزار مبارک سے تصرف فرماتے ہیں

ایشاں در قبور خود مثل احیا تصرف میکنند"

مقال (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کر کے لکھا:-

اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملائکۃ وصار منھم والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم۔	جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور انہیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وصل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک و قریب ہوتے ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے:-

"بعض خواص اولیا را کہ جارحۂ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانند دریں حالت (یعنے بعالم برزخ) تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد"

یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادت ادراک گوارا کی تھی۔

مقال (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:-

"بعض ارواح کاملان بعد ترک تعلق اجساد آنہا را دریں نشاء و تصرفے باقی است الخ۔

مولوی اسمعیل کا ایمان

مقال (۱۸)۔ میاں اسمعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت جناب مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں :۔

" در سلطنت سلاطین و امارت امرا ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست "

مقال (۱۹)۔ اسی میں شوکت و عظمت جناب مرتضوی لکھ کر کہا :۔

" شان جناب شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت و جلال مذکور ست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور سیاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات و مشغول بکار پردازی ست اگرچہ شوکت ظاہریہ و کثرت اتباع در حق ایں مصاحب بہ نسبت آں امیر اعظم قائم بخدمات اقل قلیل است لیکن در عزت و وجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ آں امیر با ہمگی شوکت و حشمت و اتباع خود گویا از اتباع آں مصاحب است زیرا کہ مشورت و تدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری و ساری است اھ ملخصا۔

مقال (۲۰) مظاہر حق میں ہے :۔

" تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں دنماہ للامام التوروی ۔

وصل سوم :۔

بعد وصال اولیا کے فیض و امداد میں :۔

مقال (۲۱ تا ۳۱) شاہ ولی اللہ[22] و مولوی[23] خرم علی نے کہا :۔

" منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو "

عزیزی[24] نے فرمایا :۔

"ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہا می یابند"

دونوں شاہ صاحبوں[۲۵،۲۶] پھر مولوی خرم علی[۲۷] نے کہا:-

"اویسیت قوی و صحیح ہے روحی فیض ہے روحانیت سے تربیت ہے"

عزیزی[۲۸] میں لکھا ہے:-

"از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است"

مرزا مظہر صاحب[۲۹] مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت مظہر:-

"قصیدۂ عرض نمودم نوازشہا فرمودند"

شاہ ولی اللہ[۳۰] و مولوی[۳۱] خرم علی نے کہا:-

"شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے"

کہ یہ سب اقوال مقصد اول کی نوع اول میں گزرے۔

مقال (۳۲) مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:-

"از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت است و سر منشاء نسبت علیہ نقشبندیہ ایشاں اند بمقتضائے بشریت غشاوۂ بر نسبت باطنی عارض میشود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت میشود"

مقال (۳۳ تا ۳۶) اسی میں[۳۳] ہے:-

"التفات غوث الثقلین بحال منتسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شدہ باہیچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست"

پھر[۳۴] کہا:-

"عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است

مغلاں در صحرا ہا وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت می سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشان میشود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں با طالت میرساند"

پھر کہا:۔

"سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار میفرمایند"

پھر کہا:۔

"ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا می نمایند"

مقال (۳۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:۔

"اولیاء اللہ دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد"

مقال (۳۸ تا ۵۴) یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبۂ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرتے کہ:۔

"فیوض و برکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل میشود اول بریک شخص نازل میشود و از ان شخص قسمت شدہ بہریک از اولیائے عصر موافق مرتبہ و بحسب استعداد او میرسد ہیچکس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمیرسد و کسی از مردان خدا بے وسیلۂ او درجہ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی و اوتاد و ابدال و نجبا و نقباد جمیع اقسام اولیاے خدا بوئے محتاج میباشند صاحب ایں منصب عالی را امام و قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند و ایں منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مقرر بود"

منا صب ولایت حضور غوث اعظم عطا فرماتے ہیں

پھر ائمۂ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:۔

"بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سیدالشرفا غوث الثقلین[۳۸] محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود"

پھر کہا[۳۹]:۔

"چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوی متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد"

پھر کہا[۴۰]:۔

"چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان بوی مفوض باشد"

اخیر میں کہا:۔

"استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ و از حدیث بیتوانیم کرد اھ ملخصا"

اصل ان سب اقوال ثلثہ کی جناب شیخ مجدد[۴۱] الف ثانی سے ہے جیسا کہ جلد[۴۲] سوم مکتوب ۱۲۳[۴۳] میں مفصلا مذکور ان کے کلام میں اس قدر امر ادر زائد ہے کہ:۔

"بعد از ایشاں (یعنی حضرت مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی) ابہر یکی از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران وہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض وہدایت میرسد بتوسط این بزرگواران بودہ ملاذ و ملجاے ہمہ ایشاں بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ الخ اھ ملخصا"

اور انہوں نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب عالی کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکورہ کا حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختصاص کب رہا جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ:۔

"مجدد الف دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ است و بنیابت

حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور۔

مقال (۴۶ تا ۵۸)۔ شاہ ولی اللہ انتباہ میں اور ان کے بارہ اساتذہ ومشایخ کہ عرب وہند وغیرہما بلاد کے علماء واولیاء ہیں حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے اور ع

«تجدہ عونا لك فی النوائب»

کو حق جانتے، وسیأتی نقلہ فی الوصل الآتی ان شاء اللہ تعالی۔

مقال (۵۹) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:۔

"از جملہ نسبتہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے امت یا ملئکہ وبسا است کہ مناسبت بروحی خاص حاصل شدہ بجہت آنکہ فضائل وی استماع کردہ محبتی خاص بہم رسانید وآں محبت سبب کشادہ شدن راہی گردد میان روح وایں کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وی یا جد وے باشد ودر وے ہمت ارشاد منتسبان خود متمکن شدہ الخ انتہی ملتقطا"

مقال (۶۰) اسی میں ہے:۔

"از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است در منام وفائدہ از ایشاں یافتن ودر مہالک ومضایق صورت آں جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وی بآں صورت منسوب شدن"

مقال (۶۱) اسی میں ہے:۔

"امروز اگر کسی را مناسبت بروح خاص پیدا شود وانجا فیض بردارد غالباً بیرون نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ یا بہ نسبت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ وآنانکہ مناسبت

بسا ثر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد و بر قبر وے بسیار میرود و ایں معنی سلسلہ جنبان از جہت قابل گشتہ است و آں بزرگ را ہمت قویہ بودہ است در تربیت منتسبان خود و آن ہمت ہنوز در روح باقی است و ایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است"

مقال (۶۲) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:۔

قد استفاض من الشرع ان لله تعالیٰ عبادا هم افاضل الملئكة وانهم يكونون سفرآء بين الله وبين عباده وانهم يلهمون فی قلوب بنی آدم خيرا وان لهم اجتماعات كيف شاء الله وحيث شاء الله يعبر عنهم باعتبار ذلك بالملاء الاعلیٰ وان لارواح افاضل الادميين دخولا فيهم ولحوقا بهم كما قال الله تعالیٰ "يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ" و الملاء الاعلیٰ ثلثة اقسام قسم هم نفوس انسانية صارت تعمل اعمالا

یعنی بیشک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القا کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے اسی لحاظ سے انہیں ملاء اعلیٰ کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور ان سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اطمینان والی جان پلٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں اور ملاء اعلیٰ کی ایک قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے

منجیة تفید اللحوق بهم حتی طرحت عنها جلابیب ابدانها فانسلکت فی سلکهم وعدت منهم اھ ملخصًا۔

رہے جن کے باعث ان ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاء اعلیٰ میں داخل ہوئے اور انہیں سے شمار کیے گئے۔

مقال (۶۳) عزیزی میں فرمایا:۔

"در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا می باشند علاقۂ روح با بدن از راہ نظر عنایت بحال میماند وتوجہ روح بزائرین و مستانسین ومستفیدین بسہولت میشود"

مقال (۶۴) میاں اسمٰعیل صراط المستقیم میں لکھ گئے:۔

"حضرت مرتضوی را یک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت است وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں وہ وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطۂ ایشاں است"

مقال (۶۵)۔ اسی میں ہے:۔

"حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطۂ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود"

مقال (۶۶) مولوی اسحاق کی مأتہ مسائل میں ہے:۔

سوال شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در عالم برزخ وشخصیکہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلوٰۃ والسلام وشخصیکہ منکر باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست"

جواب۔ ہر فیض شرعی کہ ثبوت آں باخبار متواترہ باشد منکر آں

کافر است و ہر فیضیکہ ثبوت آں باخبار مشہورہ باشد منکر آں ضال است و ہر فیضیکہ ثبوت آں بخبر واحد باشد منکر آں بسبب ترک قبول گنہگار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصاً"

ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا۔ واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا ان کی دیانت وللہیت سے انکار اور اخفائے حق وتلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

"بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدۂ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسۂ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند"

تنبیہ:۔ لفظ بتقریب زیارت مزار شریف الخ ملحوظ رہے اور یہ بھی غریب نوازہ بھی کہ حضرت خواجۂ اجمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کسے سے متعصبان طائفہ چڑھتے ہیں۔ غریب نواز

مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:۔

"دو سال کمابیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبد القادر قدس سرہ متوجہ میشد ذوق ایں راہ از انجا پیدا کرد"

مقال (۶۹) اسی میں حضرت میر ابو العلی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا:۔

اولیا کا بعد انتقال بیداری میں آکر مدد فرمانا

"بمزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند وازانجناب دلربا بیہا یافتند وفیضہا گرفتند"

مقال (۷۰ و ۷۱) اسی میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کیا:۔

"میفرمودند یکبار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دران محل تعلیم فرمودانند"

مقال (۷۲) اسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:۔

"عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشان تپ ولرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبی بنوشیدن آب وپوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آن نداشت وکسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند وآب دادند ولحاف پوشانیدند آنگاہ غائب شدند"

مقال (۷۳ تا ۷۵) قول الجمیل میں ہے:۔

تادب شیخنا عبدالرحیم من روح الائمۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بہاؤالدین محمد نقشبندی والخواجہ معین الدین بن الحسن الجشتی وانہ رآھم واخذ منہم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل واحد منہم علیٰ حدتہا مما فاض منہم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے نے ائمۂ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو ان سرکاروں سے ان کے دل پر فائض ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان سب حضرات اور ان سے راضی ہو۔

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ رآھم کے ترجمہ میں لفظ خواب میں دیکھا

اپنی طرف سے بڑھا دیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلا دلیل نہیں مگر ارواح حالیہ کا فیض بخشنا اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:۔

"از حضرت شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کرد دیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خازران خود را ہمراہ بردند و حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را باخود بردند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم"

مقال (۷۸) اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:۔

"روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ وتا قریب یکماہ فی الجملہ تنازعی درمابین روحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود می فرمود تا اینکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند وتا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی وتاثیر زور آور میفرمودند تا اینکہ در ہماں یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید"

مقال (۷۹) اسی میں ہے:۔

"روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروح پر فتوح ایشاں ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہی

پس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد"

وصل چہارم اصل مسئلہ مسئولہ سائل :-

یعنی اولیائے کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت ان کی ندائیں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸) شاہ[۸۰] ولی اللہ نے ہمعات میں کہا:-

"بزیارت قبر ایشاں روود و از انجا انجذاب دریوزہ کند"

رباعی[۸۱] میں کہا ع

فیض قدس از ہمت ایشان میجو

وہ[۸۲] پھر مولوی[۸۳] خرم علی کہتے ہیں:-

"میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح"

عزیزی[۸۴] میں فرمایا:-

"اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند"

اور[۸۵] فرمایا:-

"ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہا می طلبند"

اسی[۸۶] میں ہے:-

"از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است"

مرزا[۸۷] صاحب نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت فرمایا:-

"در عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع میشود"

کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے۔

شاہ[۸۸] عبدالعزیز صاحب نے سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا:-

"مردے جلیل القدر لیست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است"
پھر ان سے نقل کیا مصیبت میں یا زرق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا یہ اسی مقصد میں گزرا۔

مقال (۸۹) مرزا صاحب کے وصایا میں ہے:۔
"بزیارت مزارات اولیاء دریوزۂ فیض جمعیت کن الخ"

مقال (۹۰ تا ۱۰۲) شاہ ولی اللہ[۹۰] کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:۔
"ایں فقیر خرقہ از شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ و ایشاں بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند"

پھر کہا و ایضاً:۔
"فقیر در سفر حج چوں بلاہور رسیدہ دستبوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ"

یہ شیخ ابو[۹۱] طاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ میں مدینہ طیبہ میں مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کیے کہ وہی ان سے شاہ عبد العزیز صاحب اور ان سے مولوی اسحاق کو پہنچی اور ان[۹۲] شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا:۔
"یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ"

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم[۹۳] کردی والد شیخ ابو طاہر مدنی اور ان کے استاذ شیخ احمد[۹۴] قشاشی اور ان کے استاذ شیخ احمد[۹۵] شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ شیخ احمد[۹۶] نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظہر من المسلسلات وغیرھا۔ اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ

محمد اشرف[97] لاہوری اور ان کے شیخ مولینا[98] عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید[99] ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید[100] صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولینا وجیہہ[101] الدین علوی ان سب علماء و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مولف ہیں رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:۔

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند و آں این است "

ناد علیا مظہر العجائب　　تجدہ عونا لك فی النوائب،

کل ہم و غم سینجلی　　بولایتك یا علی یا علی یا علی

اگر مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا ماننا مصیبت کے وقت مددگار جاننا ہنگام غم و تکلیف اس جناب کو ندا کرنا یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں۔ اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذاً باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے۔ مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے انہیں شیخ ثقہ عادل بتاتے ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغا حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل۔

پھر شاہ عبد العزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندوں میں تمہارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

پھر مولوی اسحق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ ان کی تو ساری کرامات

اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل مشرکوں کی اولاد مشرک ہی پیر مشرک ہی استاد آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے مشرکوں کی گود مشرکوں کی بغل۔ مشرکوں کا دودھ۔ مشرکوں کا عمل۔ مشرکوں میں پلے۔ مشرکوں میں بڑھے مشرکوں سے سیکھے۔ مشرکوں سے پڑھے۔ مشرک دادا مشرک نانا عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے۔ اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کہ دکہ نیافت کو بھول نہ جائیں ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ آمین۔

مقال (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشایخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا:۔

"اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی الخ۔"

مقال (۱۰۴) شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:۔

"کاش اگر قتلہ عثمان در دوازدہ سال دیگر ہم تن بصبر دادندہ و سکوت کردہ می نشستند سندھ و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران و خراسان یا علی یا علی می گفتند الخ۔"

مقال (۱۰۵) رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے:۔

"طریق استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا میکنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد"

یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے واللہ الھادی الی سبیل الصواب الحمد للہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی تنسو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ [۱۰۵] گنے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس [۳۵] سوال تھے مقصد دوم میں ساٹھ [۶۰] حدیثیں ادھر نوع اول میں دو سو [۲۰۰] قول اب یہ ایک سو پانچ [۱۰۵] مقال مل کر چار سو [۴۰۰] کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ تعالیٰ کے اصل مذہب اور اس چند سطری تحریر پہ چار سو وجہ سے اعتراض ہے و الحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ رسالہ

(یعنی در بارۂ سماع موتی علمائے عرب کا فتویٰ)

اس رسالہ کے زمانہ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویان بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں گے۔

اقول تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں اگر حق واضح ہو تسلیم واجب ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریر جواب میں استمداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے اور اگر اوروں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھے گا بلا مرجح خود احد المفریقین ہے بھوپالیوں کو مثلاً مصطفےٰ آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لہٰذا سب سے قطع نظر کر کے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علما پر ان شاء اللہ تعالیٰ شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا جناب مولینا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو ان اکابر کرام کا مہری دستخطی فتویٰ بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل بتدع مبطل ٹھہرایا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ اس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح دستخط علما بتلخیص و التقاط حاضر کرتا ہے واللہ الہادی۔

اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدم علم و عدم سماع موتی کا ادعا و اعتقاد رکھتے ہیں فرمایا

هذا الادعاء افتراء قبيح وهذا
الاعتقاد اعتداء صريح فان
العلماء المحققين من الحنفية
والشافعية وغيرهم قد
اثبتوا اطلاع الانسان في
البرزخ وسماعه لسلام الزائر
وكلامه ومعرفته والانس به
بالاحاديث الصحيحة والآثار
الصريحة وتلك المسئلة مع
دلائلها مصرحة في المرقاة شرح
المشكوة لعلي القاري الحنفي و
شرح الصدور للحافظ السيوطي
وشفاء السقام للامام السبكي
وغيرها من الكتب المشهورة
لجمهور المحققين حتى اشاروا
اليه في كتب العقائد المشهورة
فقد صرح في المقاصد وشرحه
انه عند المعتزلة وغيرهم
البنية المخصوصة شرط في الادراك

یعنی وہابیہ کا یہ ادعا افتراء قبیح
اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے حنفیہ و شافعیہ
وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح
حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا
ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر
کا سلام و کلام سنتا اور اسے پہچانتا
اور اس سے انس حاصل کرتا ہے
مرقاۃ شرح مشکوۃ علی قاری حنفی
شرح الصدور حافظ سیوطی شافعی
وشفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور
محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ
اور اس کے دلائل کی تصریح ہے
یہاں تک کہ علما نے عقائد کی مشہورہ
کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا
مقاصد و شرح مقاصد میں تصریح
فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ
بدن شرط ادراک ہے تو ان کے مذہب
میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک
جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت

فعندهم لا يبقى ادراك الجزئيات عند
فقد الآلات وعندنا يبقى وهو الظاهر
من قواعد الاسلام ولهذا ينتفع
بزيارة قبور الابرار والاستعانة
من نفوس الاخيار الخ وبالجملة
فالنفس الانسانية تبقى لها
الادراكات ولها تعلقات كثيرة
بموضع دفن جسدها والاحاديث
والآثار شاهدة لذلك لا ينكرها
بعد العلم بها الا مكابر معاند الخ۔

کے نزدیک اور ایک باقی رہتا ہے
قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں
یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت
اور ارواح اولیا سے استعانت نفع
دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے
ادراکات باقی اور اسے موضع دفن
سے بہت تعلقات ہیں احادیث و
آثار اس پر گواہ ہیں جنہیں جان بوجھ
کر انکار نہ کرے گا مگر باطل کوش
دشمن حق۔

اس کے بعد شبہات منکرین کا نصوص علماء سے رد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مہر و دستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ معظمہ

لا كلام فيه ولا شك يعتريه۔

اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔

اى برقمه محمد بن حسين
الكتبى الحنفى مفتى مكة
المكرمة عفى عنه آمين

قال لي
ذمة منه بتسميتي
محمدا وهو اوفى
الخلق بالذمم

شرح دستخط حضرت مولٰینا و شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰینا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

لا یلتفت المفید الا الیہ ولا
یعول المستفید الا علیہ
امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام
بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف
ربہ الخفی جمال بن عبد اللہ شیخ
عمر الحنفی لطف اللہ تعالیٰ بہما

مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف
اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر

عبدہ
جمال شیخ
عمر ١٢٨٢

شرح دستخط حضرت مولٰینا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ مبارکہ

لاریب فیہ ولا شك
یعتریہ المالکیۃ
بمکۃ

عبدہ حسین

کتبہ الفقیر حسین بن
ابراهیم مفتی المشرفۃ
المحمیۃ

شرح دستخط حضرت مولٰینا و شیخنا و برکتنا زین الحرم علین الکرم مولٰینا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت هذا المؤلف الشریف
الحاوی لکل برهان لطیف
فرأیتہ قد نص علی عقائد
اهل الحق المؤیدین و ابطل

میں نے یہ تشریف تالیف جامع ہر
دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے
پایا کہ اہل حق و ارباب تایید کے
عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور

عقائد اهل الضلال المبطلین۔

باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے۔

رقمه بقلمه المرتجی من ربه الغفران احمد بن زین دحلان

(مہر: احمد دحلان)

شرح دستخط حضرت مولینا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تاملت فی هذا المؤلف فرأیت مؤلفه قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد۔

میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

کتبه الفقیر الی الله تعالیٰ محمد بن محمد الغرب الشافعی

(مہر صاف نخواندہ شد)

خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولینا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی هذه الرسالة وجدتها کالسیف الصارم للمعاند الضال لا یطعن فیها الا من اختل عقله وقبحت سیرته فی جمیع الاجیال۔

جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ برّان پایا نہ طعنہ کرے گا اس میں مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔

من خدام طلبة العلم بالمسجد النبوی

(مہر: المتوکل علی الله الحکم عبد الکریم بن عبد الحکیم)

شرح دستخط مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع فالفیتہ مھندا اسل علی من شق عصا الجماعۃ معزلا عن السنۃ۔

میں اس تالیف پر واقف ہوا تو اسے ایک تیغ ہندی پایا کھینچی گئی اس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا۔

اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ الزاھد مولٰنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہ آمین۔

عبدالجبار

شرح دستخط حضرت مولٰنا السید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت ردودا للعلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ الرسالہ

میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ و گمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا

قال بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی ابراہیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

ابراہیم بن
محمد خیارہ

الحمد للہ علی حصول المسئول وبلوغ الکلام نھایۃ المامول۔

فقیر عبد المصطفٰے احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا، پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل و تصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ بیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا۔

والحمد للہ اولاً واٰخراً وباطناً وظاھراً وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ وعلینا بھم وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً نسأل اللہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفر لنا ذنوبنا ویرحم فاقتنا ویحیینا مسلمین و یمیتنا مؤمنین ویحشرنا فی زمرۃ الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین انہٗ سمیع قریب قدیر مجیب والحمد للہ رب العالمین۔

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکمیلِ جمیل و تسجیلِ جلیل

چند فوائد عالیہ کی یاد دہانی میں

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ہر چند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہٰذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں ان کے مواضع پر مطلع کر دیا جائے۔

(فائدہ اولیٰ) اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں دیکھو (قول ۱۵[۱]) کہ ادراکات موتی کا انکار مذہب معتزلہ ہے (قول ۱۸[۲]) کہ بعض معتزلی رافضی جمادیت موتی سے سند لائے (قول ۱۹[۳]) کہ میت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۲۵[۴]) کہ علم موتی کا منکر نہ ہوگا مگر جو حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر (قول ۱۹۹[۵] و ۲۰۰[۶]) کہ علم و سمع و بصر موتی پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ پر ظاہر کہ ان کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ۔

(فائدہ ثانیہ) اہل قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے ان کا کلام سنتے سلام لیتے جواب دیتے ہیں یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں جمعہ و غیر جمعہ سب یکساں نہ کسی وقت کی خصوصیت ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے دیکھو (قول ۷۶[۱] و ۷۹[۲] و ۸۰[۳] و ۸۱[۴] و ۸۲[۵] و حاشیہ ۸۱[۶]) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم و سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق و ارسال سے اس عموم و اطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ

الیہ فی الکتاب۔

(فائدۂ ثالثہ) ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین آسمان میں جہاں جائیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں دیکھو (حدیث ۱/۱۸ و ۹/۲ و قول ۱۳/۳۱ و مقال ۶/۲۱) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۳۷ و ۶/۱۷) ناتوان بیماروں کو پانی پلاتے کپڑا اوڑھاتے ہیں (مقال ۳/۲۷) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۸/۱۵) دوستوں کی مدد دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۳۷) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ ارواح کا حال جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۷۹)

میں کہتا ہوں اولیائے احیا کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما تھے۔ پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی و ترقی کامل پر ہوتی ہے اس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کر سکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی[1] العبارۃ علی الحاشیۃ پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح القسط روح المقدس روح الارواح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقد اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہیے کہ اس وقت روضۂ انور

---

[1] ہذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح منہا جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وہو فی مستقرہ من السموات وفی الحدیث فی رویۃ جبرئیل معرفت راسی فاذا جبرئیل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت اصرف بصری حتی ناحیۃ الا رأیتہ کذلک ۲ زہر الربی۔

مجالس تحریریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اعتراض نہیں ہوسکتا

خالی رہ جائے محض حماقت۔

اولاً:- وہی روح کا جسم پر طفلانہ قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس۔

ثانیاً:- ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا میں ہوتی ہیں جیسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی[لہ] میں مفصلاً ذکر کیا۔

ثالثاً:- یہ اعتراض بعینہ ان احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرادیں وہی غنیمت ہے۔

چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں عمرو منکر ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتویٰ لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہدا وغیر شہدا عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کیے یہ فتویٰ فقیر کی مجلد

[لہ] مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل السدرۃ المنتہیٰ و بالائے آن متصل بپایۂ عرش مجید و ارواح نیکاں بعد از قبض در انجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیا دران مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد نوبسانیدن و رسیدن نامہائے اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا در میان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار می آرند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح می باشند آخر عبارت تک کہ مقال ما میں گزری ۱۲ تفسیر عزیزی۔

ششم فتاویٰ مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ میں منسلک والحمد للہ ربّ العالمین۔

(فائدہ رابعہ بغایت نافعہ) ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس و جلیل و عظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم دیکھو (قول ۶۵[۱]) کہ اولیائے احیا نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۶۹[۲]) کہ قبر سے نزدیکی تو جمعہ کو ہوتی ہے اور ادراک و شناخت دائمی (قول ۷۸[۳] و ۸۶[۴]) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی جواب دیتی ادراک کرتی اپنے بدن سے کام لیتی ہے پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کتنی لاکھ کتنی کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علی مالکہا و آلہ و بارک وسلم (قول ۱۱۳[۵] و ۱۱۴[۶]) کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انہیں سارا جہاں یکساں ہے۔ (قول ۱۸۷[۷] و ۱۸۸[۸] و ۱۸۹[۹]) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔ (مقال ۲[۱])۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے۔

یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت دو فرزند ریحانیں رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کربلا و حضرت امام حسن مثنیٰ ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبیٰ صلوات اللہ وسلامہ علی ابیہم و علیہم کے کہ زائرین مزار اقدس سے فرمایا:۔

انتم ومن فی الاندلس سواء	تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہو

حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ۔

سوال ۷ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل پھر کسی کے لیے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ "سلطنة المصطفیٰ[۱] فی ملکوت کل الوریٰ" میں ذکر کی وباللہ التوفیق۔ ۹۷

(فائدۂ خامسہ) ولہٰذا ان کی امداد ہر جگہ جاری کچھ نزدیکوں پہ منحصر نہیں اور اسی لیے ان سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضور مزار بغیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضور مزارات میں نفع اتم وزائد ہے دیکھو (قول ۱۱۳[۱] و ۱۱۴[۲]) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکہ ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائما خبرگیراں رہتے ہیں اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۹۷[۳])۔

خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی مصیبت آئے یا زروق[۱] کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۱۶۳[۴])۔

---

[۱] فائدہ جلیلہ علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منیہ میں ہے قرالزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شئی واراد ان یرد اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ یقرا الفاتحۃ ویہدی ثوابہا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یہدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من الرجال الاولیاء فان (باقی برصفحہ آئندہ)

اور شاہ عبد العزیز صاحب کا قول دیکھو (مقال ۸۸[۵])۔
شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو دیکھو (سوال ۱۲[۶])
مرزا مظہر صاحب عارضۂ جسمانی ہیں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب توجہیں کرتے ادھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۱۷[۷] و مقال ۳۲[۸]) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۱۸[۹] و مقال ۱۰[۱۰])۔
حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۳۳[۱۱])
مغلوں کا بیان کیا جنگل میں یا سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مددیں پاتے ہیں دیکھو (مقال ۳۴[۱۲])۔
ہر شہر میں بندگان خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وہ فیض حضرات ائمۂ اطہار و غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم عطا فرماتے ہیں دیکھو (مقال ۳۸[۱۳] و ۳۹[۱۴] و ۴۰[۱۵] و ۴۱[۱۶] و ۴۲[۱۷] و ۴۳[۱۸] و ۴۴[۱۹] و ۴۵[۲۰] و ۶۴[۲۱]
سلطنتیں اور امارتیں کس ملک و شہر میں نہیں ہوتیں پھر ان سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال ۱۸[۲۲])۔
حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ ابو الرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۷۰[۲۳] و ۷۱[۲۴])۔
یہ ایک معجزہ کہ پانی پلا کر لحاف اوڑھا کر غائب ہو گئے دیکھو (مقال ۷۲[۲۵])

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) یرد علی من قال ذلک ضالۃ ببرکتہ الجھوری مع زیادۃ کذا فی حاشیہ شرح المنیح للدادی رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی ۱۲ منہ۔

حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مرید ان کی تربیت فرمائی دیکھو (مقال ۷۶[26] و ۷۷[27])۔

اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دو نوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی دیکھو (مقال ۷۸[28])۔

و لہٰذا یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان و قید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا دیکھو (قول ۶۰[29] و ۶۱[30] و ۶۲[31] و مقال ۹۰[31] و ۹۱[32] و ۹۲[33] و ۹۳[34] و ۹۴[35] و ۹۵[36] و ۹۶[37] و ۹۷[38] و ۹۸[39] و ۹۹[40] و ۱۰۰[41] و ۱۰۱[42] و ۱۰۲[43] و ۱۰۳[44] و ۱۰۴[45]) مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، واللہ الھادی الیٰ صراط مُستقیم۔

تنبیہ:۔ یہ مواضع بعیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس[46] مصرحوں تیرہ[13] مؤیدوں کے جن کی طرف فائدۂ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمۂ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ گر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل و علا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آتیہ کو فراہم کر کے تحقیقات سلطنۃ المصطفےٰ وغیرہا افاضات تازہ کا اضافہ کرے، واللہ الموفق و بہٖ نستعین و الحمد للہ رب العٰلمین۔

تذییل

نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالۂ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔

میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پہ خالص شرک جلی کا حکم لگائیں غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہنچنے والا جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک تو فریادرس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا اب دیکھیئے کہ حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہو گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الثقلین لکھا دیکھو (مقال ۳۸ و ۷۸)۔

شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابو الرضا ان کے جد امجد اور مرزا جان جاناں ان کے ممدوح اوحد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبد الاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا دیکھو (مقال ۶۱ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۶ و ۷۷)۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:۔

"برخی از اولیا مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

تنبیہ:۔ ذرا یہ مسجود خلائق کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔

میاں اسمٰعیل نے صراطِ مستقیم میں کہا:-

" طالبان نافہم دانند کہ ما نیز ہم پایۂ حضرت غوث الاعظم شدیم "

انہیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا دیکھو (مقال ۷۹)۔

اور رہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنہوں نے مأتہ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا:

" ولایت وکرامت حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ "

غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بنا پر تمام ائمہ وعمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمد للہ کلام تے ذروۂ منتہی لیا اور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذٰلک من فضل اللہ علینا و علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہیے کہ اس مختصر رسالے کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ[۳۰۵] قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو انچاس[۱۴۹] علم و سمع و بصر موتی کے متعلق خاص اور پانچ[۵] میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ایک سو چون[۱۵۴] یہ تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت و ضلالت ہو اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک مخل اصل ایمان ہے۔ باقی کتنے رہے ایک سو اکاون[۱۵۱] اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدۂ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے یہ پھر ایک سو چون[۱۵۴] ہو گئے جن کے مفاد و مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر ہے

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ و علمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیا بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	۱۵۴
وقت حاجت ان سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں۔	۱۲	۱	۱۳	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو[154] چون بدعت تھے یہ ایک کسو[155] چون آپ کے مذہب میں خالص شرک اور ان کے قائل ائمہ وا فاضل عیاذاً باللہ پکے مشرک ٹھہر گئے یا نہیں اگر کہیے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی کہو) تو الحمدللہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیر تک چڑھی تھی اوتار یہ آئی رب قدیر کو ہدایت فرمانے کیا دیر لگتی ہے آخر کلمہ پڑھتے ہو شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے اور محبوبان خدا و ائمۂ ہدیٰ کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہتے جگر تھرائے، ان ذٰلک علی اللہ یسیر۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر اور اگر شاید اصرار مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے اور بیدھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے تو آپ صاحبوں سے نرا اتنا عرض کروں گا کہ حضرات جنہیں آپ نے مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رو بروان میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف وا خلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں۔

اب ان کی نسبت تصریحاً استفسار اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب اسی بات یہ ائمۂ ہدیٰ تو پنا ہم بخدا چنیں و چناں ٹھہریں۔

اور یہ حضرات مطلق العنان کیا ان کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنیٰ رہیں یا انہوں نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے کہ ان کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں مالکم کیف تحکمون ۝ آللہ اذن لکم بھذا ام علی اللہ تفترون ۝ ام لکم کتٰبٌ فیہ تدرسون ۝ ان لکم فیہ لما تخیرون اور اگر شاید بات کی پیچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کھل کر شرک کی جڑ ہی ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی
گو مشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد

غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہو گا جزاینکہ سلام علیکم لا نبتغی الجٰھلین ہاں عوام اہل سنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نا مہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ و

تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرون ثلثہ سے لے کر آج تک سب کے سب۔ معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وہ طائفہ نالفہ کیسا ہوگا اور اسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں۔ جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں پھر سنی ہونے کا دعویٰ بیجا کلا ورب العرش الاعلیٰ۔ قل جاء الحق وزہق الباطل ط ان الباطل کان زھوقاط والحمد للہ رب العالمین ط و الصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک والحمد للہ رب العٰلمین ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تذییل اہم اجل واعظم

اللّٰھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان الامین، المبارک الیمین حبیبک واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ ما بر بار او حنث حانث فی یمین۔

عائدہ جزئیہ تحقیق مسئلہ یمین میں:۔

حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے یا کیا چاہتے ہیں۔

ماثرہ مسائل ہیں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ مستخلص و عینی شرح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع بریدکچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لااقل تردد تو کر جائیں مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری بلمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید نہ اہل سنت و جماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کسی مشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہو سکے۔

فقیر غفر اللہ المولی القدیر اس کی تحقیق و تنقیح میں کچھ کلمات چند نافع وسود مند گزارش کرے کہ باذنہٖ تعالیٰ موافق کو ثبات و استقامت مخالف منصف کو رشاد و ندامت مکابر متعسف کو وبال و غرامت دین وباللہ التوفیق وبہ الوصول

ذوی التحقیق۔

مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصور رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہو گا۔

اصل مسئلہ ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف اسی قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفاً مراد و مفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم دائر ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر۔ تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیہ ہیں۔ مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا:۔

قال اللہ تعالیٰ جعل لکم الارض فراشًا وقال اللہ تعالیٰ۔
وجعل فیھا سراجًا وقمرا منیرًا وقال اللہ تعالیٰ وجعلنا السماء سقفا محفوظا

یونہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہو گا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق۔ وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء ان الفاظ میں داخل۔ مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں بخبر حاصل۔

بعینہ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اس کی موت کے بعد سلام و کلام کو غیر شامل۔

اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمۂ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل۔ اور ایسا گمان کرنے والا اصل بنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل۔

ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یونہی یہ بھی کہ صورت

مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرتے ہیں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہو جائے گا۔

یونہی اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتا تا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی۔

بحر الرائق و رد المحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے:۔

لو سلم علی قوم هو فيهم حنث الا ان لا يقصده فيدين ولو سلم من الصلوة لا يحنث وان كان المحلوف عليه عن يساره هو الصحيح لان السلامين فى الصلوة من وجه ولو سبح له لسهوا و فتح عليه القرأة وهو مقتدام يحنث وخارج الصلوة يحنث۔

اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی کچھ بھی حد ہے خود انہیں کتب مستندہ کی عبارتیں سنیئے:۔

کافی میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فى الايمان مبنية على العرف عندنا (الى ان قال) قلنا ان غرض الحالف ما هو المتعارف فيتقيد بما هو غرضه الا ترى ان من حلف ان لا يستضئ بالسراج او لا يجلس على البساط فاستضاء بالشمس او جلس على الارض لا يحنث وان سمى فى القران الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا يدخل بيتا لا يحنث بدخول لكعبة والمسجد والبيعة والكنيسة الخ

اسی فتح القدیر میں ہے:۔

الاصل ان الايمان مبنية على العرف عندنا لا على الحقيقة اللغوية كما نقل عن الشافعى ولا على الاستعمال القرانى كما

عند مالك ولا على النية مطلقا كما عند احمد۔

اسی کفایہ میں ہے:۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقة لان الحقیقة حقیق بأن یراد وعند مالك علی معانی کلم القرآن لانه علی اصح اللغات وافصحها ولنا ان غرض الحالف ماهو المتعارف فیتقید بغرضه۔

اسی میں ہے:۔

رجحنا العرف علی الحقیقة لان مبنی الایمان علی العرف۔

اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہٖ نقل کرکے لکھا:۔

کذا فی الکفایة وقد ذکر فخر الاسلام فی اصوله ان جملة ماترك به الحقیقة خمسة انواع وعد من جملتها استعمال العرف الغالب

اسی عینی شرح کنز میں ہے:۔

الایمان عندنا مبنیة علی العرف وعند الشافعی واحمد علی الحقیقة وعند مالك علی معانی کلم القرآن۔

بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں:۔

یمینه لاینعقد الا علی الحی لان المتعارف هو الکلام معه۔	یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں

علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:۔

لهذا امتهم مبنی علی ان مبنی علی الایمان علی العرف	یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اسی پر

فلا یلزم نفی حقیقۃ السماع کما قالوا فیمن حلف لا یأکل اللحم فاکل السمکۃ مع انہ تعالیٰ سماہ لحما طریا۔

مبنی ہے کہ قسم کی بنا عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے حقیقۃً نہیں سنتے جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اسے تروتازہ گوشت فرمایا۔

اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ:۔

"کہ اگر یکی سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد او را بعد مردن او حانث نمیگردد"

اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بنائے ایمان بر عرف و عادت است نہ بر حقیقت"

اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہہ و تاویل و وجہ و دلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو حضرات منکرین اور ایک یہ منکرین کیا اہل سنت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش۔ کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اپنے صریح مفر سے بھی تو استدلال کر لاتے ہیں پھر جس میں بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اس کا کہنا ہے اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر باہر زاہر ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاق نسیان پر رکھ دیں صحابہ و تابعین و ائمہ دین سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیہ علیہ سے آنکھیں بند کر لیں احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے نبی مطلع علی الغیب

ارشاد سے اس برزخی حال پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے اقوال علماء میں اجماع اہلسنت کے بادل گرج رہے ہیں جنہیں سن کر اختراع انکار کی چھاتی دہلتی ہے چارہ ناچار انہیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا خدارا انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ و نقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے بپھرتے طعن تشنیع کے رنگ نکھرتے مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش یہیں تک مجال ہے ذٰلک مبلغھم من العلم طرہ یہ کہ ان میں مدعیان حنفیت درکنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں اب نہ عمل بالحدیث کی آن نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم پر ایمان ۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین و شریعت اپنی ہواؤ ہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اسی سے کام ہے ان حضرات کی عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ:۔ ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون ۞ ارشادات حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در قفا اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول کون سنتا ہے کسے قبول خوبی یہ کہ سب کو چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا ان کے کلمات میں بھی دو ماکدر پر عمل رہا طرفہ تر یہ کہ ان کی خود عبادتوں میں عقل و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہِ انصاف و ترک اعتساف ادھر آئے کہ بعونہ تعالیٰ رفع حجاب و دفع اضطراب و تنقیح جواب و توضیح صواب کے دریا لہراتے پائے۔

فاقول بحول اللہ اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدمات مفید لائق تمہید۔ والتوفیق من اللہ العزیز الحمید۔

مقدمہ اولیٰ:-

مقدمہ اولیٰ موت بدن کی صفت ہے نہ روح کی مگر اطلاق اس پر بھی آتا ہے

فصول سابقہ میں ثابت ہو لیا کہ اہل سنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں موت سے روحوں کا مر جانا بد مذہبوں کا قول ہے کتب عقائد مثل مقاصد و مواقف و طوالع اور ان کی شروح وغیرہا اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں یہ مسئلہ بلکہ خود روح کا جسم کے علاوہ ایک شی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ: یسئلونک عن الروح اس پر ستره[1] حجج قاہرہ کا قائم کرنا پڑا مگر قرآن و حدیث ان پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر و شمار ہو سکے اور اب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جانا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ و خیرات و ایصال ثواب حسنات و صدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی و برقرار مانتا ہے تو موت حقیقۃً صفت بدن ہے نہ وصف روح و لہٰذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر قولہ تعالیٰ:-

> بَل اَحیَاءٌ عند ربھم فرمایا فیہا دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لا یغنی بخراب البدن ولا یتوقف علیہ ادراکہ و تألمہ والتذاذہ۔

پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔

---

[1] ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موت بدن حیاتِ روح بھی ثابت ۱۲ منہ۔

حدیث میں ہے :-

اللّٰھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ الحدیث ولفظہ

عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ یقول السلام

علیکم ایتھا الارواح الفانیۃ والابدان البالیۃ والعظام النخرۃ

التی خرجت من الدنیا وھی باللہ مؤمنۃ اللّٰھم ادخل علیھم

روحا منک وسلاما منا -

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں :-

(الارواح الفانیۃ) ای الفانی اجسادھا -

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں :-

یعنی الارواح التی اجسادھا فانیۃ والا فالارواح لا تفنی -

علامہ حنفی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں :-

قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذ الارواح لا تفنی

ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلک اعنی والابدان البالیۃ

ای فی غیر نحو الشھداء -

ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا

یعنی اے وہ روحو جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو ورنہ خود روح کے لیے

ہرگز فنا نہیں ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن

یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہدا اور ان کے مثل خواص کے جسم کبھی سلامت

رہتے ہیں -

اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا

یخاطب الا من یسمع - یعنی اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں

کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو -

احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کر رہی ہیں کہ بدن و روح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک و مبرا ہے۔

مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے پر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ روح پر اور پہچاننا کام روح کا ہے اور جب اپنے علم و ادراک پر باقی ہے تو اسے موت کہاں موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں موت میں کیونکر رہتی۔

حدیث ۶ و ۷ و احادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہا سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معاضدہ ہیں کما لا یخفی لا جرم۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:۔

"موت بمعنی عدم حس و حرکت و عدم ادراک و شعور جسد را رو میدہد و روح را اصلا تغیر نمیشود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ہست و شعورے وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح را مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر و فاسق بایں معنی مردہ نتوان گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور وادراک و حرکات و تصرفات کہ بسبب تعلق روح بادی اندوی ظاہر میشد نمی‌‌ شوند حالا نمیشوند آری روح را بدو معنی موت لاحق میشود اول آنکہ بعد از مفارقت بدن از ترقی باز میماند دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست او میروند لہٰذا او را نیز در شرع حکم بموت میفرمایند اما دریں امور فقط اما شہیدان راہ خدا را در حقیقت ایں دو معنی ہم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائماً در ترقی و تمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نشدہ الخ اھ۔

مختصراً اسی میں ہے:۔

"جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیرفتن آں از محالات است لہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد۔ یعنی جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازانست ابدی است ہرگز فنا پذیر نیست و آنچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جان میکند محض مجاز است نہایت کار موت آنست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ہم پاشد والا جان را فنا متصور نیست و اثبات عالم برزخ و امکان حشر و نشر مبنی بر ہمیں مسئلہ است الخ"

بالجملہ موت بمعنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل و معطل و معرض فساد و ملحق بالجماد کر دے موت مجازی کہ روح کے لیے ہے ان سب آفات سے پاک و مبرا ہے وللہ الحمد والحجۃ السامیۃ۔

مقدمۂ ثانیہ:۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ علم و ادراک صفت جان پاک ہے نہ وصف مشت خاک قال اللہ عزوجل:۔

ما کذب الفؤاد ما رای علی القول المختار ان المراد برؤیۃ بحاسۃ البصر۔

تفسیر کبیر میں ہے:۔

ان الانسان شئ واحد وذلک الشئ هو المبتلی بالتکالیف الالٰہیۃ والامور الربانیۃ وهو الموصوف بالسمع والبصر ومجموع البدن لیس کذلک ولیس عضو من اعضاء البدن کذلک فالنفس شئ مغایر لجملۃ البدن ومغایر اجزاء البدن وهو موصوف بکل

هذه الصفات۔

اسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں:۔

فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیة شیٔ واحد فثبت ان ذٰلك الشیٔ وھو المبصر والسامع والشام والذائق واللامس والمتخیل والمتفکر والمتذکر والمشتھی والغاضب وھو الموصوف بجمیع الادراکات لجمیع المدرکات وھو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریة والحرکات الارادیة

پھر فرمایا:۔

لما کانت النفس شیئاً واحداً امتنع کون النفس عبارة عن البدن وکذا القوة السامعة وسائر القوی فانا نعلم بالضرورة انه لیس فی البدن جزء واحد ھو بعینه موصوف بالابصار۔
والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیة شیٔ واحد موصوف بجملة ھذه الادراکات وثبت بالبداھة ان البدن وشیئاً من اجزاء البدن لیس کذلك ولنقرر ھٰذا البرھان بعبارة اخریٰ فنقول نعلم بالضرورة انا اذا ابصرنا شیئاً عرفناه واذا عرفناه اشتھیناه واذا اشتھیناه حرکنا ابداننا الی القرب منه فوجب القطع بان الذی ابصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھو الذی حرك الی اٰخر ما اطال واطاب ھٰذا مختصر ملتقط۔

تفسیر عزیزی میں ہے:۔

در جہ و اعظم جان است کہ شعور و ادراک و تلذذ و تالم خاصۂ اوست اھ ملخصاً۔

اقول اس معنی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم قرآن عظیم و اجماع عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع و بصیر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:۔ "انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلناه سمیعاً بصیراً" اور عقلاً و نقلاً بدیہیات سے

ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تو وہ نہیں مگر روح ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے۔ الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اذان یسمعون بھا۔ افعال و سمع بصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پہ بائے استعانت آئی ثابت ہوا کہ فاعل و سامع و بصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ۔

اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کے بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملۂ کثیرہ فصول سابقہ میں گذرا سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے۔

"قال اللہ تعالیٰ: وتعیھا اذن واعیۃ۔"

معالم میں ہے:۔ "قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ما سمعت۔"

مدارک میں ہے:۔

قال قتادۃ اذن عقلت من اللہ تعالیٰ وانتفعت بما سمعت۔

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن کما فی قولہ تعالیٰ قل اذن خیر لکم۔ جنت کی حدیث میں ہے: ما لا عین رأت ولا اذن سمعت۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے

ابصر عینای وسمع اذنای ووعاہ قلبی

تفسیر کبیر میں ہے:۔

التحقیق ان الانسان جوھر وھو الفعال وھو الدراک وھو المؤمن وھو المطیع وھو العاصی وھذہ الاعضاء آلات وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الی الآلۃ فی الظاھر وفی الحقیقۃ یضاف الی ذلک الجوھر۔

مقدمۂ ثالثہ:۔

مقدمۂ ثالثہ روح کی حیات مستمرہ ہے قبر میں اعادۂ حیات بدن کے لیے ہوتا ہے پھر بھی استمرار ضروری نہیں

جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں اور تمام کتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علیہ فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفہانی وشرح المواقف للسید الجرجانی۔ ولہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اس کے علوم وادراکات بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مسطور تو روح بعد دفن فتنہ وسوال یا نعیم ونکال کسی امر میں ہرگز اعادۂ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جدا ہی کب ہوئے تھے ہاں بدن ضرور محتاج ہے وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذاللہ عذاب جو کچھ ہے روح وجسم دونوں پر ہے۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں:۔

عذاب القبر محلہ الروح والبدن جمیع باتفاق اھل السنۃ وکذا القول فی التنعیم۔

اور اس پر شرع مطہر سے نصوص کثیرہ شہیرہ متواترہ دال ہیں جن کی استقصا کی طرف راہ نہیں اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں اسی طرح سوال نکیرین بھی روح وبدن دونوں سے ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:۔

لیس السؤال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منہ قول من قال انہ للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحۃ ترد القولین۔

اور جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اسے لذت خواہ الم کا ایصال بداہتہ

نا ل لاجرم وقت سوال وغیرہ بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں اگرچہ ہم اس کی کیفیت چگونہ نہ جانیں۔

امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں :۔

عذاب القبر للکفار ولبعض العصاۃ من المؤمنین و الانعام لاھل الطاعۃ باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق۔

امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :۔

سؤال منکر ونکیر فی القبر حق واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق

اس کی شرح منح الروض میں ہے :۔

(اعادۃ الروح) ای ردھا او تعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائہ اوببعضھا مجتمعۃ او متفرقۃ (فی قبرہ حق) والواو لمجرد الجمعیۃ فلا ینافی ان السؤال بعد اعادۃ الروح وکمال الحال

اسی میں ہے :۔

اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادۃ الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصورون بدون الروح وقیل قد یتصور الخ

امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :۔

الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس الالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لا تتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت

الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لا یاخذھا البصر وان اللہ تعالیٰ ذکر لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر ایکن والافلا یتصور ممن عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس۔

پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہوچکا کہ اس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اس کا انقطاع بجا ہے۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں:۔

لنا آیات احدھا قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا فھو صریح فی التعذیب بعد الموت الثانیۃ قولہ تعالیٰ ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالیٰ ذکر الموتۃ مرتین و ھما لا تتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین ما یحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری ما یحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر

شرح الصدور میں بدائع سے ہے:۔

نقلت عن خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقہ لابد من انقطاع عذاب القبر لانہ من عذاب الدنیا والدنیا وما فیھا منقطع فلابد ان یلحقھم الفناء والبلاء ولا یعرف مقدار مدۃ ذلک۔

پھر فرمایا:۔

قلت ودلیل ھذا ما اخرجہ ھناد بن السری فی الزھد عن مجاھد قال للکفار ھجعۃ یجدون فیھا طعم النوم حتی یوم القیمۃ فاذا صیح باھل القبور یقول الکفر یویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبہ ھذا ما وعد

الرحمٰن وصدق انہ سلون۔

مقدمۂ رابعہ: سمع و بصر کے معنی لغت میں

مقدمۂ رابعہ:۔

سمع و بصر لغۃً و عرفاً ادراک الوان و اضواء و اصوات بحاسۂ چشم و گوش کا نام ہے

قاموس میں ہے:۔

السمع حس الاذن۔

اسی میں ہے:۔

البصر محرکۃ حس العین۔

اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری و مختار رازی میں ہے:۔

البصر حاسۃ الرؤیۃ۔

مصباح المنیر میں ہے:۔

البصر النور الذی تدرک بہ الجارحۃ۔

اسی میں ہے:۔

رأیت الشیئ رؤیۃ البصر بحاسۃ البصر۔

اسی معنی پر مواقف و شرح مواقف میں فرمایا:۔

انما یحصل الادراک السمعی بوصول الھواء الی الصماخ۔

اور شارح نے مباحث نظر میں ذکر کیا:۔

الادراک بالبصر یتوقف علی امور ثلثۃ مواجھۃ[1] البصر و تقلیب

[1] ای للمبصر لفساد سبحہ المنطبع فی نحو مرآۃ علی القول بالانطباع اما علی القول بخروج الشعاع فمقابلۃ المبصر حاصلۃ فی الوجہین لاجل الانعکاس اقول و میل ائمتنا الفقہاء الی القول بالانطباع وان یقولوا بکون الابصار بہ وذلک لانہم صرحوا ان الرجل اذا رای فرج امرأۃ وہی فی الماء تثبت حرمۃ المصاہرۃ ولو رأی فرجہا فی الماء لانہ وہی خارجۃ لم تثبت لانہ علی (باقی بر صفحہ آیندہ)

الحدقۃ نحوئ بالروئیتہ[1] وازالۃ الغشاوۃ المانعۃ من الابصار

اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح و آلات ادراک تمام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے یہاں نہ مدرک بالفتح میں صورت ولون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید۔

روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے اور وہ اور اس کی صفات اعراض سے پاک ہیں اور مولیٰ عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ مصباح میں ہے:۔

سمع اللہ قولک علمہ۔

مجمع البحار میں ہے:۔

البصیر تعالیٰ یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ والبصر فی حقہ تعالیٰ عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات۔

منح الروض میں ہے:۔

السمع صفۃ تتعلق بالمسموعات والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرك ادراکا تاما لا علی سبیل التخیل والتوھم ولا علی طریق تاثیر حاسۃ ووصول ھواء۔

اسی اطلاق پر مواقف وشرح میں فرمایا:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) الاول رای فرجھا علی الثانی انما رأی شبحہ لا نفسہ کما فی الخانیۃ وغیرہا فلو قالوا بالانعکاس لکان رأی نفس الفرج فی الصورتین فلیحفظ فانی لم ار من منہ علیہ ثم رأیت المحقق نبہ علیہ فی فتح القدیر وللہ الحمد ۱۲ منہ۔

[1] اقول عند المطلب خرج وفاقا فلیس من شرط الرویۃ طلبا والمراد بالازالۃ العدم اصلیا او طارئا مفعل الرائی او غیرہ ۱۲ منہ۔

الثانية شبهة المقابلة وهى ان شرط الرؤية كما علم بالضرورة من التجربة المقابلة او ما فى حكمها نحو المرئى فى المرآة و انها مستحيلة فى حق الله تعالى لتنزهه عن المكان والجهة و الجواب منع الاشتراط۔

امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا:۔

تا نوا من اشتراط المقابلة وغيره يبطل برؤية الله تعالى ايانا الى ان قال فى
روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اول ہے اور مفارق کا از قبیل دوم
كل ذلك على الاغلب الاكثر بما يحس الملاصق بنوره كما فى كشوف الاولياء والمفارق بالآلات الباقية الدائمة كما فى الانبياء عليهم الصلاة والسلام ومعنى المفارقة فيهم طريان الفراق الى تحقيقا...

اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رویت جنت و نار و نعیم و عذاب و سماع و کلام ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر وعیاں و سيأتى تفصيله عن قريب ان شاء القريب اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی و مرئی و سامع و مسموع ہیں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صورحبیہ کا مدرک تک پہنچانا یہ اس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہوں كما بيناه فى المقدمة الثانية خواہ بروجہ اثبات اور یہ ظاہر ہے خواہ بضمن سلب جہاں سلب مقتصر نامستمر ہے لتضمنه الاثبات كما لا يخفى۔

مقدمہ خامسہ انسان کی حقیقت کیا ہے

مقدمہ خامسہ:۔

قرآن و احادیث نصوص شرعیہ و محاورات عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح وجسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں:۔

قال الله تعالى ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ۝ ثم

جعلناه نطفة فی قرار مکین الی قوله سبحٰنه وتبارک اللّٰہ احسن الخالقین ۰ وقال عز وجل واذ قال ربک للملٰئکة انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ۰ فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له سٰجدین ۰ وقال تبارک اسمه انا خلقنٰهم من طین لازب وقال جل جلاله یایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغیر مخلقة لنبین لکم ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی الآیة

یہ ظاہر کہ کھنکھناتی چکیتی خمیر کی ہوئی مٹی پھر پانی کے قطرے پھر خون کی بوند پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدت معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال واطوار[1] بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عز مجدہ وحملها الانسان انه کان ظلومًا جهولا۔

وقال تعالٰی شانه ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلٰی قادرین علی ان نسوی بنانه بل یرید الانسان لیفجر امامه یسئل ایان یوم القیٰمة الی قوله جل ذکرہ یقول الانسان یومئذ این المفر الی قوله جلت عظمته ینبأ الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علی نفسه بصیرة ولو القٰی معاذیرہ

واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ وسوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال روح سے ہیں۔

یہیں فجور بھی قال عز جدہ ونفس وما سوٰها فالهمها فجورها وتقوٰها۔ انہیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے

---

[1] خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محمل نہیں ۱۲ منہ۔

امور اس کے یہے مذکور قال عز شانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعا بصیرا ہ مرد و زن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف و آزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا و بینا و قال تعالیٰ ذکرہ اولم یر الانسان انا خلقنہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ الآیۃ رویت و علم شان روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی پھر خصومت و مثل زنی و نسیان احوال روح اور ضمیر اخبر تے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی یہی سب محاورات عرف عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع۔ احتمال ثالث تو بداہتہً مدفوع ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے بنی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک ہی انسان ہے نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن ولہذا اس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں ثلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد مقال اور ثالث خود انہیں امام جلیل و دیگر اجلۂ اکابر کا ارشاد جمیل تفسیر کبیر میں ہے:۔

اما القائلون بان الانسان عبارۃ عن ھذہ البنیۃ المخصوصۃ وعن ھذا الجسم المحسوس فھم جمھور المتکلمین وھذا القول عندنا باطل (و ذکر علیہ حججا الی ان قال) الحجۃ الخامسۃ ان الانسان قد یکون حیا حال ما یکون البدن میتا والدلیل قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء فھذا نص صریح فی ان اولئک المقتولین احیاء والحس یدل علی ان ھذا الجسد میت الحجۃ السادسۃ قولہ تعالیٰ النار یعرضون علیھا وقولہ اغرقوا فادخلوا نارا و قولہ علیہ الصلاۃ والسلام القبر روضۃ من ریاض الجنۃ اوحفرۃ من حفر النار کل ھذہ النصوص یدل علی ان

الانسان یبقی بعد موت الجسد الحجۃ السابعۃ قولہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اذ حمل المیت علی نعشہ رفرف روحہ فوق
النعش ویقول یا اھلی ویا ولدی (الحدیث) النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم صرح بان حال ما یکون الجسد علی النعش بقی
ھناک شئ ینادی ویقول جمعت المال من حلہ وغیر حلہ
ومعلوم ان الذی کان الاھل اھلا لہ وکان جامعاً للمال
وبقی فی رقبتہ الوبال لیس الا ذاک الانسان فھذا تصریح
بان فی الوقت الذی کان الجسد میتاً کان الانسان حیاً
باقیا فاھما الحجۃ الثامنۃ قولہ تعالیٰ: یاَیّتھا النفس المطمئنۃ
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ والخطاب انما ھو حال
الموات فدل ان الذی یرجع الی اللہ بعد موت الجسد
یکون حیاً راضیا ولیس الا الانسان فدل ان الانسان بقی
حیّا بعد موت الجسد الحجۃ العاشرۃ جمیع فرق الدنیا
من الھند والروم والعرب والعجم وجمیع ارباب الملل و
النحل من الیھود والنصاری والمجوس والمسلمین یتصدقون
عن موتاھم ویدعون لھم بالخیر ویذھبون الی زیاراتھم
ولولا انھم بعد موت الجسد بقوا احیاء لکان التصدق
والدعاء والزیارۃ عبثا فیدل ان فطرتھم الاصلیۃ شاھدۃ
بان الانسان لا یموت بل یموت الجسد الحجۃ السابعۃ عشرۃ
ان الانسان یجب ان یکون عالما والعلم لا یحصل الا فی
القلب فیلزم ان یکون الانسان عبارۃ عن الشئ الموجود
فی القلب او شئ لہ تعلق بالقلب اھ ملتقطاً
ملخصاً۔

امام الطریقہ بحر الحقیقہ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

لیس فی العلوم اصعب تصورا من ھذہ المسألۃ فان الارواح طاھرۃ بحکم الاصل والاجسام وقولھا کذلک طاھرۃ بما فطرت علیہ من تسبیح خالقھا وتوحیدہ ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق بہ التکالیف و ظھرت منہ الطاعات والمخالفات الخ۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابو طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:۔

الانسان عند اھل البصائر ھذا المجموع من الجسد والروح بما فیہ من المعانی

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالیٰ:۔

فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ○

فرماتے ہیں:۔

اعلم ان الانسان مرکب من بدن و نفس فقولہ تعالیٰ خلق الانسان من نطفۃ اشارۃ الی الاستدلال ببدنہ علی وجود الصانع الحکیم وقولہ تعالیٰ فاذا ھو خصیم مبین اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع

اقول وباللہ التوفیق آیات کریمہ قرآن اعظم و محاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بنگاہ اولین ذہن میں منقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید و عمرو اعلام یا من و تو ضمائر یا این و آن اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں اس میں روح و بدن دونوں ملحوظ ہیں ایک یکسر معزول ہو ایسا ہرگز نہیں اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک سنخ حقیقت انسانی میں داخل و جزء حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے نجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت شرطیت مگر ساتھ ہی عقل و نقل کی طرف نظر کیجئے تو ان کا اجماع و اطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شے مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالیٰ ہے اور یہ صفات

اس کے لیے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شے غیر ہو اور اس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کیے جاتے ہوں اس بین و واضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہو گیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد و تمحض یعنے بشرط لا شے مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں اگرچہ ہے تو لا بشرط اور یہ بھی مقبول نہیں کہ روح و بدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں اور قول اول تو اصلاً قابل قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں انسان مالک و متصرف ہے بدن کی طرح آلہ و معمول نہیں یونہی یہ بھی روشن ہو گیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد مرتبہ بشرط شے ہے نہ ترکیب نفس حقیقت ورنہ انسان عاقل و مدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک و نامدرک نامدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات و محاورات عامہ خواہ بدنیات ہوں جن میں موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح ہے نہ بدن بلکہ شے ثالث ہے لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہو سکتا۔

ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاھر بما فیہ من المعانی فما کان لعاقل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر انما المراد الدخول فی اللحاظ وکذا التنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مراد

رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنے انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بہ الروح کا ثانی بھی اس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے نہ بالتبع تو بفضل اللہ تعالیٰ عرش تحقیق مستقر ہو گیا کہ مختار و منصور وہی قول اخیر باین معنی و تفسیر ہے اور قول ثانی بھی اس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان روح ہی کا نام ہوا ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا نہ ان عبارات میں لحاظ تعلق سے قطع نظر مذکور تو اس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور و لہٰذا

امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بار بار روح ہی کے انسان ہونے پر تسجیل و تنقیح فرمائی خود ہی انسان کے روح و بدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ:۔

"جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت ازان است"

وہیں اسی کی شرح یوں ارشاد کی:۔

"تفصیل ایں اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان و بدن جزو اعظم جان است کہ تبدل و تغیر دران راہ نمی یابد و بدن بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار دروی راہ می یابد اھ مختصرا"

روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے

پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے ایک تعلق دنیوی بحال بیداری دوسرا بحال خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق تیسرا برزخی چوتھا اخروی۔

وجعلها فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسة حیث قال للروح بالبدن خمسة انواع من التعلق متغایرة الاول فی بطن الام الثانی بعد الولادة الثالث فی حال النوم فلها به تعلق من وجه ومفارقة من وجه الرابع فی البرزخ فانها وان کانت قد فارقته بالموت فانها لم تفارقه فراقا کلیا بحیث لم یبق لها الیه التفات الخامس به یوم البعث وهو اکمل انواع التعلقات ولا نسبة لما قبله الیه اذ لا یقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا اھ و تبعه القاری فی منح الروض۔

اقول الکلام فی الانواع المتغایرة ولا یظهر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادة فان کلیهما تعلق الاتصال المحض والتدبیر والتصرف الناقص بخلاف النومی فلا یتمحض للاتصال والبرزخی فلیس مع ذلک تعلق التدبیر والاخروی فلا نقص فیه اصلا فیتحصل التقسیم هکذا التعلق اما

متمحض للاتصال اولا الاول ان کمل بحیث لا یقبل الفراق
فاخروی والا فدینوی یقظی والثانی ان کان تعلق تدبیر فنوعی
اولا فبرزخی فان قیل لیس یستعمل الجنین الاته وجوارحه
فی الاعمال والادراک مثل المولود قلت لا یستعملها المولود
من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن
بلغ اشده ولا کمثله الشیخ الهرم ثم الفانی
فلیجعل عامة ذلک تعلقات متغایرة
فافهم۔

ان میں جس طرح اعلیٰ و اکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا احتمال ہی نہیں یونہی ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لیے بس ہے بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذاللہ تعذیب جو کچھ ہے اسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دنیوی میں مؤمن و مطیع یا معاذاللہ کافر و عاصی تھا نہ یہ کہ طاعت و ایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو یا کفر و عصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر انسان پر اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاء حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کے اس مدعا کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق و مرسل ہے کسی طرح کا ہو۔

اما ما قال الامام ابوطاہر بعد ما اسلفنا نقله من انه اذا
بطلت صورة جسده بالموت وزالت عنه المعانی بقبض
روحه لا یسمی انسانا فاذا جمعت ھذه الاشیاء الیه
بالاعادة ثانیا کان ھو ذلک الانسان بعینه الا ترٰی
ان الجسد الفارغ من الروح والمعانی یسمی شبحا وجثة ولا

يسمّى انساناً وكذلك الروح المجرد لا يسمى انساناً الخ۔

فأقول ليس يريد رحمه الله تعالیٰ ان الانسان يبطل بالموت وان الذى فى البرزخ من لدن الموت الى حين البعث ليس بانسان ومعاذ الله ان يريده وهو قول اهل البدع ومصادم للقواطع وكيف يجوز ان لا يكون الروح البرزخى المتصل بالبدن اتصالاً فى فراق انساناً ومعلوم قطعاً ان الانسان هو الذى كان أمن وكفر واحسن وفجر وبديهى ان غير الانسان افينعم من لم يعمل ويعذب من لم يعص والله تعالیٰ يقول عنهم يٰويلنا من بعثنا من مرقدنا فافاد ان المبعوثين فى الحشر هم الراقدون فى القبر ومعلوم ان المحشورين فى العقبیٰ هم الكائنون فى الدنيا فالانسان هو فى الدور الثلث لم يزل عن انسانية ولم ينسلخ عن حقيقته وقال تعالیٰ النار يعرضون عليها وانما اعاد الضمير الى الناس المذكورين فهم المعرضون على النار لا غيرهم۔ وقال تعالیٰ قتل الانسان ما اكفره الى قوله عز وجل ثم اماته فاقبره فالاقبار بعد الاماتة وقد ارجع الكناية فيه الى الانسان فثبت ان الميت المقبور ليس الا الانسان وبالجملة ففى الدلائل على هذا كثرة لا مطمع فى احاطتها وانما اراد التنبيه على ان الانسان ليس بمعزول اللحاظ عن شئ من الروح والبدن فالجسد اذا بطلت صورته بالموت وزالت عنه المعانى بخروج الروح عنه لا يسمى ذلك الجسد الفارغ انساناً وقد كان يسمى قبله عن فالمكان الاتصال كما سيأتى وكذا الروح المجرد من حيث هو مجرد لا يسمى انساناً وانما الانسان المجموع اعنى الروح الملحوظ بلحاظ

الاتصال اعم من ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا
ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحانہ ولی
الانعام۔

یہ تحقیق حقیقت و مصداق انسان میں کلام تھا اب آیات و محاورات مذکورہ کی طرف چلیے جب انسان در روح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہو چکا تو اب اقوال ثلثہ سے کوئی قول لیجیے آیات و محاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کما لایخفی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام[1] مانتے ہیں نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جدا جانتے ہیں تو وجہ یہ کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح و بدن شے واحد ہیں بلکہ روح خفی و نظری ہے اور بدن محسوس و مرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اسے اپنے رنگ میں رنگ لیا جس طرح دہکتے کوئلے کو اس کے ہر ذرے میں آگ کی

---

[1] بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بھذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلا نقلہ الامام السیوطی فی الاتقان تال وقد استخرجت بفکری آیات وذکر نلیا الاولی الی امر اللہ فلا تستعجلوہ امر اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرج ابن مردویہ من طریق الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما و الضمیر لہ مراد بہ قیام الساعۃ او العذاب والثانیہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین المراد بہ آدم ثم اعاد الضمیر علیہ مرادا بہ ولدہ فقال ثم جعلنٰہ نطفۃ قال والثالثۃ لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ثم قال قد سألھا قوم من قبلکم ای اشیاء اخر ہذا ملخص کلام السیوطی

اقول وقد استخرجت مثالین آخرین الاول قولہ عزوجل احصنت فرجھا فنفخنا فیہ الفرج فرج المراۃ والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ما علیہ المحققون والآخر ذکرتہ فی رسالتی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی التی ذکرت فیما تفسیر قولہ عزوجل وسیجنبھا الاتقی ۱۲ منہ

سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق کر دیا اب اسے آگ ہی کہا جاتا ہے یونہی جسم کو انا الانسان کا دعویٰ پہنچتا ہے۔ ہم سنتا دیکھتا بولتا چلتا پھرتا کام کرتا بدن ہی کو دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ لہٰذا بدن پر اطلاق انسان حقیقت عرفیہ[1] قرار پایا اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم بھی مطابقت عرف پر اترا قال تعالیٰ انہ لحق مثل ما انکم تنطقون اب نہ تجوز ہے نہ استخدام نظیر اس کی رائیت زید آگ ہے۔ زید را دیدم۔ زید کو دیکھا حالانکہ زید اگرچہ اس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں مرئی صرف رنگ و سطح بالائی ہے اور وہ قطعاً نہ روح زید ہے نہ بدن مگر شدت اتصال کے باعث اسے رویت زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز و مخالفت حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ و سطح کو یونہی دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع و مشبع لکھ کر فرماتے ہیں:۔

اعلم ان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاهدات مصرون علی هذا القول جازمون بهذا المذهب واحتج المنکرون بقوله تعالیٰ من ای شیٔ خلقه من نطفة هذا تصریح بان الانسان مخلوق

---

[1] عرف تو عرف اس قدرت اختلاط و عدم تمایز بوجہ اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں وہ بھی کہاں خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوان ناطق حالانکہ حیوانیت بدن کے لیے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک روح بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں یونہی خلط ہے جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس و مرید روح ۱۲ منہ۔

من النطفة وانه يموت ويدخل القبر ولو لم يكن عبارة عن الجثة لم تكن الاحوال المذكورة صحيحة والجواب انه لما كان الانسان فى العرف والظاهر عبارة عن هذه الجثة اطلق عليه اسم الانسان فى العرف اه مختصرا۔

اقول وهذا الجواب احسن مما قدم قبله حيث قال فان قالوا هذه الاية حجة عليكم لانه تعالى قال ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين وكلمة من للتبعيض وهذا يدل على ان الانسان بعض من ابعاض الطين قلنا كلمة من اصلها لابتداء الغاية كقولك خرجت من البصرة الى الكوفة فقوله تعالىٰ ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين ہ يقتضى ان يكون ابتداء تخليق الانسان حاصلا من هذه السللة ونحن نقول بموجبه لانه تعالىٰ يسوى المزاج اولا ثم ينفخ فيه الروح فيكون ابتداء تخليقه من السللة اھ قلت وقد يستانس له بقوله تعالىٰ وبدأ خلق الانسان من طين ہ فافهم۔

بالجملہ خلاصۂ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ متعلق برزخی دوم حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے اور اگر غرابت فن سے قطع نظر کر کے ان کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح ہو سکتا ہے وباللہ التوفیق۔

مقدمہ سادسہ:۔

اقول:۔ صفات بدن دو قسم ہیں اصلیہ کہ خود بدن کے لیے حاصل اور

مقدمہ سادسہ صفات بدن دو قسم ہیں مطلقہ اور مشروط بحیات

تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب جیسے علم وسمع وبصر وارادہ وفاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا عرف میں اگرچہ انسان نام بدن تھا مگر صفات تبعیہ کی اس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو شرعاً عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع بصیر مرید فاعل عاقل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کر دیا تھا جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا صفات تبعیہ حق بحقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودۂ خاک کی اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں نظیر اس کی وہی صحبت آتش وانگشت ہے کوئلا کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار وخانی گرم وسرخ وروشن جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اس کے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا ہو کر ان ہوئی وہی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفاً انسان خواہ بلفظ انسان وبشر وآدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام وضمائر واسمائے اشارہ سے اس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور اگر صفات اصلیہ پر مقصود ہو جیسے اٹھانا بٹھانا نہلانا وغیرہا تو کچھ حالت حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن ان کا صالح ہے اور اگر صفات تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب واعلام وافہام وکلام تو ضرورۃً متقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر اس کے بدن ان کا صالح نہیں بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنے حقیقی عرفی میں استعمال کیا جاتا رہنا اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہیے زید نے کوے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے وہی دہکتا کوئلا مراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اسی میں ہے اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلا اس سے مفہوم ہونا یہ کہ کوئلا اپنی معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا اکلہ

ظاہر جا۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنے ہیں اس ضابطے کے جو علمانے یہاں ارشاد فرمایا۔

اور تنویر الابصار و در مختار و شروح کنز وغیرہا میں مذکور ہوا کہ:۔

ما شارك الميت فيه الحي يقع اليمين فيه على الحالتين وما اختص بحالة الحياة نقيد بها۔

مقدمہ سابعہ:۔

مقدمہ سابعہ تحریر محل نزاع کلام سماع ارواح میں ہے ابدان سے غرض نہیں

اقول:۔ مناظرات میں وقت واطالت کہ راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد ومورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے فریقین اس کے پابند رہیں یہ تو معلوم کہ اہل باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر اس میں باذن اللہ تعالیٰ تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکونت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے اس مسئلہ دائرہ سماع موتی میں مقصود اہل سنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں زائروں کے سلام کلام وہ انہیں کانوں کے ذریعہ سے سنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انہیں کے پٹھوں کو قرع کرے اسی طریقے پر سماع ہو۔

یونہی رویت عامۂ اموات میں ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انہیں آنکھوں سے دیکھیں انہیں سے خروج شعاع یا انہیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعویٰ نہ ہمارے دعویٰ کو اس پر توقف۔

آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ دیکھتا سنتا ہے یونہی برسوں کا جب کہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرہ سلامت نہ رہا سب خاک وغبار ہو کر مٹی میں مل گیا جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یونہی ہندو کافر مرگھٹ میں جس وقت اس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا ان کی باتیں سنتا

اس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا ان پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے جو سلام و کلام مدفون امروزہ کے لیے شرع مطہر میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ سلام تم پر اے ایمان والو اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پچھلے خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابی اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اسے دوزخ میں جانے کا مژدہ دو تو ارشاد اقدس میں کوئی تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر ان صحابی نے کار بندی کی۔

غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مردے زندوں کی طرح صورت و صوت کا ادراک کرتے ہیں اور اوپر روشن ہو چکا کہ ادراک کار روح ہے اور روح موت سے نہ مرتی ہے نہ متغیر ہوتی مگر اس پر بھی لفظ میت کا اطلاق آتا ہے ہم انہیں ارواح موتی کے سماع و ابصار کا عقیدہ رکھتے اور اسی کو اموات کا دیکھنا سنتا کہتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع و آلات یہی ہوں یا غیر فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابو الحسین علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جب کہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جب کہ حیات جانب جسم عود کرے آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات و نار و ملائکۂ ثواب و عذاب کو دیکھتے ان کی بات سنتے سمجھتے قیامت کے آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں تو اس کی تسلیم انہیں بھی ضرور کہ دیکھنا سنتا بولنا انہیں آلات جسمانیہ پر غیر مقصور :—

قال المولیٰ تبارک و تعالیٰ: النار یعرضون علیھا غدوًّا و عشیًّا ویوم القیمۃ ادخلوا اٰل فرعون الی اشد العذاب۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان ارواح اٰل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرّتین تغدو و تروح الی النار فیقال یا اٰل فرعون ھٰذہ ماوٰنکم حتی تقوم الساعۃ۔

فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح شام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و مؤطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اذا مات احدکم عرض علیہ مقعدہٗ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھٰذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الیہ یوم القیمۃ

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا، احیا کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات و سیئات اور گاہ و ماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد مبین جس طریقے سے وہ ان چیزوں آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے۔ یونہی زائروں، قبر کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے

بھی تو جواب سوال ۹ امیں تسلیم کیا کہ مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہیں سے کلام۔

یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا اب جانب منکرین نظر کیجئے ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں کاش وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک نام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن سے تو جھگڑا ہی کیا ہے ابھی اتفاق ہو گیا اہلسنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں گوش وگوشت کی تخصیص کب بناتے ہیں مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں انہیں تو اولیاء مدفونین کی ندا حرام کرنی ہے۔ ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعۂ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں۔ گو بے واسطۂ چشم۔ انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدۂ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال۔ یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال والحمدُ للہ المھیمن المتعال وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا محمد و آلہٖ وصحبہٖ خیر صحب وآل۔

بحمد اللہ تقریر مقدمات سے فراغ پایا تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پہ علامت مق لکھ کر شمارہ مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلاں یا دیکھو مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو۔

فاقول۔ وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

جواب اول:۔ ائمہ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعاً حق ہے اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہلسنت ہیں حق انہیں میں منحصر ہے اور اس کے معنے مق۱ یہ کہ ارواح مردگان کہ ان پہ بھی اطلاق مق۱۰ مردہ و میت کیا جاتا ہے اور وہ خود اور ان کے ادراکات باقی و مستمر و بحال و نامتغیر ہیں بعد فراق بھی بدستور ادراک اصوات و کلام کرتے ہیں۔

اور ان مشائخ و شراح اہلسنت وفلاح رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیان کہ مردے نہیں

سنتے بیشک صحیح ہے اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں ان کا فضل و کمال ظاہر و باہر ہے اور اس کے معنی یہ کہ جو چیز مر گئی یعنے بدن کہ حقیقۃً وہی مردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیست اور توسط دنیا دیۂ صور کے لائق نہیں دونوں کلام صراحۃً یہ ہیں اور آپس میں نہ اصلا متخالف نہ کوئی حرف مفید مخالف۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا مخالف عبارات علما سے مستدل اور ان کے منکر سماع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال پھر سند کے لیے نظر انصاف میں متعدد دلیلیں[1] موجود مثلاً:۔

دلیل اول:۔ جب ائمۂ دین و علمائے معتمدین سے ہزار در ہزار ظاہر تصریحیں سماع موتی کے باب میں موجود اور بتصریح علما حتی الامکان کلمات ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود و مقصود اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف و نزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ایک گروہ ائمہ کا کلام غلط و باطل ٹھہرے مطرود و مردود اور یہ توفیق کہ بتوفیق الٰہی ہم نے ذکر کی واضح و صریح اور تخالف مفقود تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم اور راہ خلاف بند و مسدود۔

دلیل ۲:۔ خلاف و تطبیق درکنار ثقات علما اثبات سماع موتی پر اجماع اہلسنت نقل فرما چکے کیا معاذ اللہ انہیں جزاف و کذب کی طرف نسبت کر سکتے ہیں یا اکثر مشایخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار و نا قابل شمار کہ ان کے خلاف کو لاشئے ٹھہرا کر علما ادعائے اجماع رکھتے ہیں لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قول مشایخ نسبت اشباح۔

دلیل ۳:۔ جب احادیث کثیرہ وافرہ صریحہ متواترہ سماع موتی پر بے تخصیص و تقیید وقت ایسی ناطق جن میں ذی انصاف و دین کو مجال تاویل و تبدیل نہیں

---

[1] کہ یقال لن مناظرہ شاید نقص تفصیلی بین کما لا یخفے ۱۲ منہ۔

تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لیے خواہ مخواہ ان کا کلام مخالف احادیث سید الانام علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام ٹھہرائے اور وہ بھی کس سخت جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب و برزخ کا مقام اور خود ارشادات صریحۂ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا الابلاء لا یحتمل دعناء لا یرام۔

رہا وہابی قنوج رفو خواہ مائۃ مسائل صاحب تفہیم المسائل کا تعصب کہ:۔

"آنچہ از ملا علی قاری و شیخ عبدالحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل میکنند و مایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است و ایں احادیث قابل اعتماد نیستند"

اقول اولاً:۔ شدت تعصب نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا یا ان پر بھی طبقۂ رابعہ کا حکم ہو گیا۔ کیا علی قاری و شیخ محقق نے ان سے استناد نہ کیا یا آپ نے ان کے کاموں کا جواب دے کیا شرم شرم۔ ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا وہ دیا کہ عقل و حیا و دیانت سب کو جواب دیا آخر کلام میں اسے بھی سن لیجیے۔

ثانیاً:۔ یہاں ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمۂ فن نے جن کی تصحیحیں کیں زیادہ علم نہ تھا تو اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا۔ مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی:۔

ھذہ المسائل کلھا ذکرھا السیوطی فی کتابہ شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ۔

یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کیے شیخ محقق کی عبارت منقول تھی۔

"بالجملہ کتاب و سنت مملوو مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت میکنند بر وجود علم مرموتی را بدنیا و اہل آن پس منکر نشود آنرا مگر جاہل

باخبار ہ منکرہ دین۔"

ثالثاً:۔ کیا مولانا قاری وہ شیخ محقق نے احادیث سلام و حدیث ترمذی عن ام المومنین دربارۂ خطاب بہ میت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا یا یہ سب بھی طبقۂ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود و باطل۔

رابعاً:۔ کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقۂ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے اور جب دونوں باتیں بداہتہً باطل تو طبقۂ رابعہ کا ذکر مہمل و لاطائل۔

خامساً:۔ احادیث طبقۂ رابعہ جس طرح تصانیف امام ممدوح میں مذکور ہوئی ہیں یونہی عامۂ ائمہ کی تالیفات میں اور خود بہ بلکہ ان سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ و قرۃ العینہ ہیں و ازالۃ الخفاء و تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیف ہر دو شاہ صاحب ہیں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد و قائل ہیں تو وہ بھرے ہیں۔

سادساً:۔ لطف یہ کہ خود انہیں شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماع موتی میں خود انہیں احادیث سے استناد کیا اسی شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ:۔

"تفصیل آں دفتر طویل میخواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی ست و دیگر کتب حدیث باید دید"

(حاشیہ: فتاوی تفہیم المسائل)

سابعاً:۔ یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج[۱۳] طبقات الحدیث[۱۳] دیکھئے کہ بعونہ تعالیٰ آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہراتے ملیں۔

مکابرۂ قنوجی اب وہ جواب سنیے جو ملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علما کی تمام تحقیقوں کا دو حرف میں دے دیا یہی نسگوفۂ طبقۂ رابعہ چھوڑ کر

فرماتے ہیں:۔

"علاوہ بریں از تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آن در در منثور کردہ صریح عدم سماع موتی مستفاد ست"

پھر وہ تفسیر بحوالۂ ابو سہل سدی بن سہل الجنید النیشاپوری بطریق عبدالقدوس عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قلیب بدر پر ان کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے فانزل اللہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور۔

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اتاریں پھر خود اس روایت کی نسبت کہا:۔

"نص است بر آنکہ موتی را سماع نیست"

اقول ۔ اولاً:۔ صحاح جلیلۂ مشہورۂ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نوادر مجہولۂ اجنہ اثے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی اور ایک کتاب میں رطب و یابس مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیاً:۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کر کے فرمائیں:۔

والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم۔	قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے۔

اور تو ان آیتوں کو اس کے خلاف پر اترنا مانے کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لیے اترا ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المومنین

لہ در نسخۂ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنیں است و صحیح الجند نیشاپوری است فلتبینہ ۱۲ منہ۔

نے جب حدیث کو مخالف آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم و سہو نسبت فرمایا تھا نہ
تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ
اس خبر کی تغلیط میں آنا مانا۔

ثالثاً:۔ لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں نمل، ملٰئکہ، روم
تینوں مکیہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے کیا آیتیں
پیشگی اتر آئی تھیں علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ
مستثنیات فی النزول میں۔

رابعاً:۔ سباق و سیاق آیات دیکھیے صراحۃً کلام کفار احیاء میں ہے کہ سخن حق
نہیں سنتے نہیں مانتے نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرمایا ہے:۔

ولئن ارسلنا ریحا فراوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون
فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین۝
وما انت بھادی العمی عن ضللتھم ان تسمع الا من یومن بایتنا فھم مسلمون

بعینہٖ اسی طرح انک لا تسمع سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے۔

سورۂ فاطر میں فرمایا:۔

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ و
من تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر وما یستوی
الاعمی والبصیر ولا الظلمت ولا النور ولا الظل ولا الحرور
وما یستوی الاحیاء والاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما
انت بمسمع من فی القبور، ان انت الا نذیر۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار
رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامساً:۔ قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعے میں اس افادے کے لیے یہ کلام
پاک اترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی انک لا تسمع جدا اور

ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے اس کے کیا معنے تھے کہ جبریل اس واقعے پر انکار کے لیے ایک بار انک لاتسمع آخر تک سناتے پھر اسی وقت فانک لاتسمع آخر تک سناتے لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہو سکتی اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا۔

سادساً:۔ ظاہر حس و عقل بالبداہتہ جسم میت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں یا تو اولاً عیاذاً باللہ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ نے رجماً بالغیب کلام فرمادیا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا تھا یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی۔ پھر اس کا رد اترا تمہارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعاً:۔ اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیات مذکورہ آیت کریمہ فلو تقتلوھو ولکن اللہ قتلھو وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد و انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہو گئے۔

اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی ملا کے فہم عوار و ذلیل والحمد

لله الهادی الی سواء السبیل تجربات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور لہٰذا اصل سخن کی جانب عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دربارۂ اجسام موتی ہونے پر شواہد و اسانید ہیں یہ تین امور بالائی کافی و وافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علماء کرام کے کلام و دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد و احکام و نقض و ایرام یکزبان اس معنے پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔ مثلاً

دلیل ۴:۔ بحث دیکھیے کا ہے کی ہے ایمان کی اور باجماع حنفیہ و تصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا بلنے عرف اور عرف میں انسان وزید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق اور یہ تمام داوری و چالشگری اسی سے متعلق۔

دلیل ۵:۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے اور میت مقبلے نہیں مگر بدن خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا:۔

الروح لا یموت لکنہ زال عن قالب فلان واللہ تعالیٰ قادر علی اعادتہ	یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل ۶:۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جس میت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں جسے فہم نہیں جسے درد نہیں پہنچتا جو بے حس ہے کتب خمسۂ مستندۂ مائۃ مسائل میں ہے:۔

واللفظ للرمز الکلام لا فہام فلا یتحقق فی المیت۔

فتح القدیر میں ہے:۔

والموت ینافیہ۔

اسی مستخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے:۔

من قال ان ضربتک فعبدی حر فہو علی الضرب فی الحیاۃ

فلو مات ثم ضرب لا یحنث لان الضرب اسم لفعل مولم یتصل بالبدن والایلام لا یتحقق فی المیت۔

اسی فتح القدیر میں ہے:۔

لا یتحقق فی المیت لانہ لا یحس۔

اسی مأتہ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:۔

الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لا یتصور۔

تو قطعًا ثابت وہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی مثلًا ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک بخلاف روح کہ اس کے ادراکات قطعًا باقی ہیں خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے: الروح لا یتغیر بالموت۔

دلیل ۷:۔ پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں تألم نہیں تو عذاب قبر کیسا تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس پر عذاب کرنا ہوتا ہے اسے قبر میں ایک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے اسی مأتہ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:۔

ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح۔

اسی میں کافی سے[1] ہے:۔

---

[1] لطیفہ مأتہ مسائل میں یہ کافی کی یہ عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عود حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے حیات کاملہ ملنا قول بعض و مرجوع ہے کہ اسے عامہ کی طرف نسبت کر کے اسے بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کے نسخہ کافی میں جمہور کے نزدیک اعادہ حیات اور اس کی دلیل لکھ کر انہیں سے وہ دونوں قول حیات خفیفہ و حیات کاملہ سے یکساں طور پر نقل کیے کہ ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وقیل توضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ اھ۔

بعینہ اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا ملتقطہ ۱۲ منہ۔

عند العامة یوضع فیه الحیاۃ بقدر ما یتالم لا الحیاۃ المطلقۃ
ہو قیل یوضع فی الحیاۃ من کل وجہ

مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے :۔

وعذاب القبر یوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وعلی ھذا عامۃ
العلماء خلافا لابی الحسن[1] الصالحی لان عندہ یعذب المیۃ من غیر حیاۃ

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس و ادراک باطل کرتی پھر معاذ اللہ تعذیب کے لیے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کہ اس کی حیات مستمرہ ہے۔ امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا بعد عبارت مذکورہ لکھتے ہیں :۔

لانہ لا یحس ولذا کان ما لحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع
فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس الالم حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث
لا یتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ
فی تلک الاجزاء التی لا یاخذھا البصر وان اللہ علی ذالک
لقدیر الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ ۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھیے وہ کسے میت کہہ رہے ہیں کس کی طرح اعادۂ حیات بقدر احساس الم، مانا کس کے اجزا اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزا مٹی میں مل گئے کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تودۂ خاک ہے۔ تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے اسی کی نسبت انکار سماع و افہام ہے وللہ الحجۃ السامیۃ

دلیل ۸ :۔ انہیں کتب میں کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور یہ ظاہر کہ من فی القبر نہیں مگر بدن۔

---

[1] رجل عن المعتزلۃ الیہ تنسب الفرقۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ۔

خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بدقسمتی خود انہیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:۔

فان قلت بعد فراغ الملکین من السؤال این یکون قلت ان کان سعیدا فروحه فی الجنة وان کان شقیا ففی سجین علی صخرة فی الارض السابعة

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن۔ اسی سے آیت نفی اسماع فرماتے ہیں اور اسی سے یہ علما نفی سماع۔

دلیل ۹:۔ نیز یہ سب علماء قول ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلیل لائے اور ان شاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور ادراک روحانی کی مثبت و مقر۔

دلیل ۱۰۔ انہیں کتب میں اسی مبحث میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے ایک متقید بحیات دوسرے شامل حیات و ممات فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں یا عورت سے کہا اگر تجھ سے صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد و زن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اٹھاؤں یا چھوؤں یا بٹھاؤں تو موت و حیات دونوں کو شامل ہوں گی یہاں تک کہ اگر وہ شخص مر گیا اور اس نے اسے غسل میت دیا اس کا جنازہ اٹھایا اسے ہاتھ لگایا کفن پہنایا تو حانث ہوگا۔

کافی میں عبارت منقولہ مائتہ مسائل کے چند سطر بعد ہے:۔

بخلاف ان غسلتك او حملتك او مسستك او البستك فانها لا تتقید بالحیاة لان الغسل یراد به التنظیف والتطهیر وذا یتحقق فی المیت الا تری انه یجب غسل المیت تطهیرا له فکیف یتأفیه ولو صلی علی المیت قبل

الغسل لم یجز و بعدہ یجوز و من صلی حاصل میت لم یغسل لم یجز و لو کان غسیلا جاز والحمل یتحقق بعد الموت قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حمل میتا فلیتوضا والمس للتعظیم او الشفقة فیتحقق بعد الموت والالباس لتعظیمة والمیت محل لها۔

دیکھیے وہی کاف ہے وہی خطاب ہے اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنہیں محض بدن سے تعلق ہے جب بدن مقصود نہیں تو اسے نہلانا اٹھانا چھونا پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا اور ایک اسی قسم پہ کیا ہے قسم اول میں ضرب و جماع و بوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں نسق واحد کے ذکر کیے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف کو اس سے الگ کر دینا کس قدر دور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتک میں تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورہ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل و جمیل جو بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد کلام میں فہم بوسے میں لذت جماع میں قضائے شہوت درکار ہے اور یہ امور بدن کے ان صفات پہ مقصود کہ بہ تبعیت روح اسے حاصل ہوتی ہیں لہذا بعد موت جسم خالی انہیں کافی نہیں بخلاف غسل و حمل و مس و الباس کہ صرف صفات اصلیۂ بدن کے طالب ہیں تو ان میں حیات و موت یکساں۔

دلیل ۱۱۔ ان ائمۂ کرام و علمائے اعلام کا یہ کلام ارواح موتی پہ حمل کرنا صراحۃً باطل و توجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے ان کے کلمات عالیات ہزار زبان اس سے تحاشی فرما رہے ہیں شواہد سنیے:۔

شاہد (۱):۔ امام اجل ابو البرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں۔

(۲) خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ روحیں مرگ سے کچھ تغیر نہیں

آمنا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مرگئی فہم و ادراک کے قابل نہ رہی یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا نہ اسے جہالت۔

شاہد (۳) یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارت ۲ زیارت نہ رہیں اموات پہ سلام اور ان سے خطاب و کلام تسلیم فرماتے اور اسے سنت بتاتے ہیں فتح القدیر میں ہے:۔

یکرہ النوم عند القبر و قضاء الحاجۃ بل اولی وکل مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارتہا والدعاء عندہا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ۔

فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام و کلام ضرور دلیل سماع و افہام ہیں مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام و کلام کیا معنے۔

شاہد (۴) :۔ یونہی جس نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کی بالاتفاق ان سے علاوہ سلام خطاب و کلام تعلیم بھی کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق کے مواجہے میں آجائے اس وقت ان سے یوں گزارش کرے اگر معاذ اللہ یہ سلام و کلام محض از قبیل اے باد صبا اینہمہ آوردۂ تست تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی۔ ہٹ دھرم بے انصاف کی کہتے نہیں مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام و کلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا اسی فتح القدیر میں ہے:۔

ثم یتأخر عن یمینہ قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان راسہ حیال منکب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم وثانیہ فی الغار ابا بکر الصدیق جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا ثم یتأخر کذالک قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان راسہ من الصدیق کراس الصدیق من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا امیر المؤمنین عمر الفاروق والذی اعز اللہ بہ الاسلام جزاک اللہ من امۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا

شاہد (۵):- چلیے کہاں کو انہیں امام ابن الہمام کا وہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف توہب والجماد سنیئے کہ سارے انکاری مذہب پر مردنی چھا جائے اموات کو پتھر سمجھنے پر من سجیل۔ کا پتھراؤ آئے۔

اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:۔

یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ و ما عن ابی اللیث یقف مستقبل القبلۃ مردود بما روی ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قبل القبلۃ و تجعل ظہرک الی القبلۃ و تستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الا ان	یعنی مزار انور حضور اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہو روضۂ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے اس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پشت اور قبر انور کی طرف منہ کرے پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں

يحمل على نوع ما من الاستقبال
وذلك انه صلى الله تعالىٰ عليه
وسلم فى القبر الشريف المكرم على
شقه الايمن مستقبل لقبلة
وقالوا فى زيارة المقبور مطلقا
الاولى ان يأتى الزائر من قبل
رجل المتوفى لا من قبل راسه
فانه اتعب لبصر الميت بخلاف
الاول لانه يكون مقابل بصره
لان بصره ناظر الى جهة قدميه
اذا كان على جنبه فعلى هذا
تكون القبلة عن يسار الواقف
من جهة قدميه صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم بخلاف ما اذا كان
من وجهه الكريم فاذا اكثر
الاستقبال اليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم
لا كل الاستقبال يكون استدبار القبلة
اكثر من اخذه الى جهتها فيصدق
الاستدبار ونوع من الاستقبال الخ

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف
ہونا مراد لیں اس لیے کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر منور میں داہنی
کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور
علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں
حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہیے میت کی
پائینتی کی طرف سے آئے نہ سرہانے کی
جانب سے کہ اس میں مردے کی نگاہ کو
تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت
کے کہ یوں آنے والا میت کی نگاہ کے
سامنے ہوگا اس لیے کہ میت جب کروٹ
سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف
ہے تو اس تقدیر پر جب یہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف
سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ
کو رہے گا زیادہ رخ جانب قبر انور
ہوگا اور ایک گوشہ جانب قبلہ تو پشت
بقبلہ بھی ہوا اور گونہ قبلہ کی طرف جھکا
ہونا بھی صادق آیا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علما ہیں جو میت کو پتھر بے حس بے ادراک بتا رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرما رہے ہیں خدا کی شان یہی وہ مشایخ حنفیہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے

سر باندھیے اللہ تعالیٰ توفیق انصاف بخشے آمین۔

شاہد (۶)۔ یہی امام عینی شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں:۔

الروح جوهر لطيف نوراني مدرك للجزئيات والكليات غني عن الاغتذاء بريء من التحلل والنماء ولهذا يبقى بعد فناء البدن اذ ليست له حاجة الى البدن ومثل هذا الجوهر لا يكون من عالم الغر بل من عالم الملكوت فمن شانه ان يضره خلل البدن و يلتذ بما يلائمه ويتالم بما ينافيه والدليل على ذالك قوله تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم الاية وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا وضع الميت على نعشه رفرف روحه فوق نعشه ويقول يا اهلي ويا ولدي۔

روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم و سمع و بصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے کھانے پینے سے بے نیاز کھلنے بڑھنے سے بری ہے اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلا احتیاج نہیں ایسا جوہر عالم آب و گل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے جو بات موافق ہو اس سے لذت پائے جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ جانو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے اے میرے گھر والو اے میرے بچو۔

لہذا انصاف اگر روح بعد موت معطل اور اس کا فہم و ادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اسے بدن کی حاجت نہیں خلل بدن سے کچھ مضرت نہیں بھلا روح تو بیکار و جماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے یہ نعش پر جلوہ افگن و نوازن کون ہے۔

(۷) یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں:۔

حکی عن طائفۃ ان معناہ انہ یعذب بسماع بکاء اھلہ علیہ ویرق لھم قال اولی ھذا ذھب محمد بن جریر الطبری وغیرہ قال القاضی عیاض وھو اولی الاقوال واحتجوا بحدیث فیہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم زجر امرأۃ من البکاء علی ابنہا وقال ان احدکم اذا بکے استعبر لہ صویحبہ فیا عباد اللہ لا تعذبوا اخوانکم۔

یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ لوگ جو مردے پر روتے ہیں مردے کو ان کا رونا سن کر صدمہ ہوتا اور ان کے لیے اس کا دل کڑھتا ہے امام نے فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے اور اس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھی نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں منع کیا اور فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کے رونے پر مردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔

یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرما چکے ہیں:۔

اما تصور البکاء من المیت وقد ورد فی حدیث ان النبی صلی اللہ تعالی

یعنی میت کا رونا متصور ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی

علیہ وسلم قال ان احدکم اذا بکی استعبر لہ صویحبہ والموت بصوت المیت۔ | روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے۔

للہ انصاف یہی علماء ہیں جو ارواح موتی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں۔

فائدہ:۔ یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ و زرقانی نے ان سے روایت کی وہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھیں ایک بیٹے کو یاد کر کے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک کرو اور مرے پیچھے ایذا دو۔

فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدکم لیبکی فیستعبر لہ صویحبہ فیا عباد اللہ لا تعذبوا موتاکم۔ | قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمہارے رونے پر تمہارا مردہ رونے لگتا ہے تو اے خدا کے بندو اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔

شاہد (۸)۔ علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں قول درر الایلام لا یتحقق فی المیت وکذا الکلام لان المقصود بھذا الافھام والموت ینافیہ پر تقریر کی اور خود فرمایا الاصل فیہ ان کل فعل یلذ و یولم و یغم و یسر یقع علی الحیاۃ دون الممات اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالۂ حضرت استاذ سن چکے کہ مردوں کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے۔

(۹) قول ۵۱ دیکھو کہ گھاس اور پیڑ کی تسبیح سے مردے کا جی بہلتا ہے۔

تنبیہ:۔ فتاوی قاضیخاں و امداد الفتاح و مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت و گیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس عاقل غیر ماؤف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا اس کا ذہن قطعاً اسی طرف جائے گا کہ اس نے اس کی تسبیح سنی اور اس سے

انس ملا بلا ہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اس پر اطلاع ضرور اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطور سماع تو یہ کلام علما صراحۃً سماع موتی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویۂ سمع کی جو عامۂ احیا کو حاصل نہیں کما نبہنا علیہ سالفا۔ تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں پھر کہا:۔

"باید دید کہ ایں عبارت را از سماعت موتی چہ مناسبت"

محض نافہمی و جہالت ہے ہاں بحمد اللہ تعالیٰ اس تذییل جلیل نے شمس دامس کی طرح روشن کر دیا کہ اس کے مقتدا صاحب مأتہ مسائل کا ان عبارات خمس سے استدلال کرنا اور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کا اسی طرح کی اور عبارات نقل کر کے اوراق بھرنا سب مطلب سے ناآشنا اور مورد نزاع سے محض بیگانہ تھا وللہ الحمد۔

شاہد ۱۰ تا ۱۲:۔ یونہی سید علامہ ابو السعود ازہری صاحب فتح اللہ المعین و سید علامہ طحطاوی و سید علامہ شامی محشیان دُر نے دربارۂ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میت کو انس ملنا ذکر فرمایا کما تقدم۔

(۱۳ و ۱۴) سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اس سے میت کا جی بہلتا ہے دیکھو قول ۴۷ و ۴۹۔

(۱۵ و ۱۶) یونہی دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مردے کو بھی ایذا ہوتی ہے دیکھو قول ۳۸ و ۳۹۔

(۱۷) علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے دیکھو قول ۴۴۔

(۱۸ تا ۲۰) سید علامہ حلبی محشی دُر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہہ فرمایا کہ میت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے دیکھو تذییل زیر قول ۴۔

(۲۱) قول ۲۷ میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی۔

(۲۲)۔ قول ۴۶ میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائینتی سے آئے کہ میت کے پیش نظر ہوگا۔

(۲۳) تکمیل جمیل میں علامہ زیادی و داودی و اجہوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ گمی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جا کر حضرت سیدی احمد بن علوان کو ندا کرے۔

(۲۴) علامہ طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کر کے فرمایا حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مردہ اسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے۔

حیث قال واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام۔

(۲۵)۔ انہیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے جواب دیتے ان سے انس پاتے ہیں پھر فرمایا اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت نہ کسی وقت کی قید۔ خدارا انصاف یہ علما سماع روح کے منکر ہوں گے حاشَ للہ حاشَ للہ ولکن الوهابیہ قوم یعتدون یہ پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن۔ مگر علما اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواح موتی کے لیے سمع و بصر و علم و فہم مانتے اور بدن مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں یہی بعینہ ہمارا مذہب اور یہی عبارات علماء کا مطلب والحمد للہ رب العالمین۔

دلیل ۱۲:- اگر یہ کلام مشایخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو مثلاً:-

اوّلاً:- حدیث ۴۰ سے ۵۱ تک انہیں بارہ احادیث عظیمہ صحیحہ خفق نعال و قلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل و بے دلیل کما سمعت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:-

یردہ ان الاختصاص لا یصح الا بدلیل وھو مفقود ھٰھنا بل السوال والجواب ینافیانہ۔

ثانیاً:- یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عموماً و مطلقاً اموات کے علم و سمع و بصر و ادراک و معرفت میں وارد ہیں ان سے کیا جواب ہوگا مرقاۃ میں ہے:-

مع ان ما ورد من السلام علی الموتی یرد علی التخصیص ولی الحوال الی فن

ثالثاً:- بہت اچھا جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل یہاں تک کہ کلام لا یعقل متکلم لا یعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف و قائل حیث قال:-

"در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند"

تو اس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع و فہم سب کچھ حاصل جس طرح انہیں امام ابن الہمام نے دربارۂ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ:-

الا انہ علی ھذا ینبغی التلقین بعد الموت لانہ یکون حین ارجاع الروح

یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشایخ کو باطل و از بیخ کندہ کرتے ہیں بخلاف اس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا۔

فاقول:- وباللہ التوفیق تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع و فہم نامتصور لاجرم یہ قسم حالت حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول و مہجور کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اس کے حواس و مشاعر باطل و افسردہ عذاب قبر اگرچہ روح و بدن دونوں

پر ہے مگر اس کے لیے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر ادراک الم دی جاتی ہے ورنہ موت تو اس قدر احساس و ادراک کے بھی منافی ہے پھر اس حیات کا استمراء بھی ضرور نہیں احادیث کثیرہ کہ سمع و بصر و فہم و ادراک و معرفت اموات پر ناطق ہیں ضرور صادق ہیں ان میں مراد ارواح موتی ہیں کہ ادراک حقیقۃً روح ہی کا کام ہے اور اسے موت نہیں نہ موت بدن سے اس میں تغیر آئے البتہ احادیث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں قطع نظر اس سے کہ لفظ میت بدن میں حقیقت ان میں صراحۃً اذا وضع فی قبرہ ارشاد ہوا اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرض سوال بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ میت کے اور احادیث قلیب اگرچہ حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اول تو کافر جاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے۔ امام ابو عمر ابن عبد البر نے فرمایا سوال یا مؤمن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اس سے سوال نہیں۔ امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا :۔

ھو الارجح ولا اقول سواہ اھ نقل فی رد المختار۔

شرح الصدور میں اس کی تائید کر کے فرماتے ہیں :۔

وفی اٰخر حدیث ابی ھریرۃ عند الطبرانی من قول حماد وابی عمر الضریر ما یصرح بذٰلک۔

اور اگر سوال مانیے بھی تو اس کا وقت ابتدائے وضع و دفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کوآں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جا کر مخاطب ہوئے تھے۔ صحیح مسلم کی روایت حدیث ۸ہم میں گزری اور صحیح بخاری شریف میں ہے :۔

عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی

قوم اقام بالعرصة ثلث ليالٍ فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم مشى وتبعه اصحابه وقالوا ما نرى ينطلق الا لبعض حاجته حتى قام على شفة الركى فجعل يناديهم باسمائهم واسماء اٰبائهم يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا قال فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه یارسول الله ما تکلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم قال قتادة احیاهم الله حتی اسمعهم قوله توبیخا وتصغیرا ونقمة وحسرة وندامة۔

اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ ان کافروں نے گوش بدن ہی سے سُنا کہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور کیا کلام فرماتے ہیں، ان بدنوں سے جن میں روح نہیں۔ اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم! تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا۔ مگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقینًا معلوم اور بے عودِ حیات سماعِ جسمِ خالی قطعًا معدوم تو ان کافروں کے لئے تین دن بعد پھر عودِ زندگی ماننے سے چارہ نہیں۔ اور ظاہر کہ یہ امر عمومًا نہیں ہوتا۔ ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادتِ حسرت و ندامت و عذاب و اذیت ہونے کیلئے واقع ہوا کہ روح و بدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد و سخت تر ہے۔

ولہٰذا قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کی حسرت و توبیخ و تذلیل کے لئے اعادہ حیات فرما کر سنوایا۔ بالجملہ جو احادیث سماعِ جسمانی میں نص ہیں۔ ان میں تخصیصِ وقت یا بعض اموات خود بھی واضح ہے۔ اور جو ایسی نہیں وہ رأسًا غیر وارد کہ سماعِ روح تو آپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحبِ تفہیم المسائل

کا ضبط بے ربطہ کہ

ہر چند مبنی ایمان بر طرف است مگر مقصود فقہا از نفی سماع درین مقام نفی سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتی دال است نبود۔

فہل ھذا الا توجیہ بمالا یرضی بہ قائلہ محض نافہمی وجہل فاضح ہے۔

فاقول:۔ اولاً یہاں عرفی وحقیقی متغایر نہیں۔ اوپر مقصّٰ واضح ہو چکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقتِ لغویہ اور یہی متعارف ہے۔ اور وہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں محل یمین میں اُن کا احتمال ہی کیا تھا کہ اطلاق نفی انھیں بھی شامل ہو۔

ثانیاً:۔ مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے۔ اُن کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی۔ اس سے سماع رُوح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے۔

ثالثاً:۔ توجیہ عذاب قبر کی بھی ایک ہی کہی۔ ذی ہوش کو نافع ومضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں۔ مگر تصحیح المسائل کے مقابل آنا ضرور ہے

ماذا اخاضك یا مغرور فی الخطر

حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے رُوح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے۔ دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اُسے ملاحظہ کیجئے۔ اور صاحب تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے۔

رابعاً:۔ کاش اس بطور تغویش جماد شونده نابینا و ناشنونده یعنی اس تحریر سے پہلے مر جانے والے تفہیم نگارندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھتا کانوں سنتا اس وقت کھلتا کہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا ارتکاب کس نے کیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اس وقت حنث کیوں نہیں۔

اقول :- ہاں یوں نہیں کہ یہ متعلقِ یمین مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی۔ اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات و ادراکات تو مستمرہ ہیں ضرور حنث ہوتا۔ فان الارض والکان لا یبقی زمانین لکنہ ما دام مستمرا بتجدد الامثال یعد شیئا واحدا باطباق اللغۃ والعرف والشرع۔ بخلاف بدن کہ اس کی حیات زائل ہو کر اب حیات جدیدہ اس وقت ملی ہے۔ اور وہ حیات اولی کی غیر ہے۔ تو جس حیات سے یمین متعلق تھی منقطع ہو چکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :-

"الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیہا وقت ومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض تلاشی لا یمکن اعادتہا بعینہا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیما المدوح"

تنبیہ جلیل :- الحمد للہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ اُن عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگل قبر کو مہمل و ناقابل التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کیلئے وقت اعادۂ روح ایسی خفی آواز ہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں یوں ہی یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماع جسمانی سے مانع یہی موت تھی۔ و لہٰذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیات ملی سماع اصوات کی راہ کھلی تو ظاہر کہ روح کا بالاجماع ہمیشہ زندہ و مستمر و بحال و نامتغیر ہے۔ اس کا سماع عادۃ دائم رہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود اب کھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث و کلام فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ صراحتاً اُن کا رد ہیں۔ اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی و قوت وہمی نے کہ در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ ما بر عدم سماع موتی است و در آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدین وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال

وجواب داین وقت ہمی را بجہت عود روح سماع حاصل است پس
این طائفہ ہم منکر سماع موتی است و در وقت سوال و جواب ہمہ قائل
سماع اند درین صورت از عبارت فتح القدیر معلوم میشود کہ مذہب ہمہ
فقہا انکار سماع موتی است۔

کیسا حکم تیر باز گشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میت جس کیلئے فقہا سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے۔ ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عود روح کس میں ہوتا ہے۔ پھر یہ پوچھئے کہ ذی ہوش وہ روح جس کے ادنیٰ عود سے یہ مشت خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمع ہو جاتا ہے۔ وہ خود کہ حجاب و حائل سے منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے۔ کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا و بینا ہوگی۔ اب یاد کیجئے امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۶۵، کہ اولیائے احیاء و نور خدا سے دیکھتے ہیں۔ اور نور خدا کو کچھ حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال ۷، کہ روح کے آگے مکان دور و نزدیک یکساں ہے۔ جس طرح نظر کوئیں میں آسمان برین کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذلک اقوال کثیر و مذکورہ۔ دیکھ ظالم حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔ ہاں یہ باقی رہا کہ ادراک روح کیلئے جسم شرط مانیے، یہ اور پر واضح ہو چکا کہ اس کے کون قائل ہیں۔ معتزلہ وغیرہم لیام آگے تم جانو اور تمہارا کام ہی۔ بحمداللہ تقریر و تفسیر و تحریر و تنویر۔ اس کلام حضرات مشائخ کرام کی جسے مخالف اپنا کمال ہوا فق جان کر اہل حق سے الجھتے اور موافق بگمان مخالف مشکل و معضل سمجھتے۔ اہل بدعت اپنی سپر و پناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر ٹوپیاں اچھالتے اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدہ صادقہ پا کر سلاح معارضہ و مناقضہ سنبھالتے۔ اب بعون عزیز مقتدر عز جلالہ روشن ہو گیا کہ امر بالکل بالعکس ہے۔ وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدہ اہلسنت کے مطابق مادر مذہب مخالف کا ردو عکس ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اب مخالف دیکھے کہ اس کے شوشے قعر عدم کے کس گوشے میں گئے۔ موافق نہ صرف موافق ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہ تعالیٰ اس تقریر منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے۔

فائدہ (۱) :۔ کلام مشائخ بحمداللہ تعالیٰ ہرگز عقیدۂ اہلسنت کے مخالف نہیں۔

فائدہ (۲) :۔ نہ عیاذ باللہ کسی حدیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف۔

فائدہ (۳) :۔ نہ تصریحات آئمہ میں اصلاً تعارض۔

فائدہ (۴) :۔ نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بوئے تناقض۔

فائدہ (۵) :۔ نہ وہ اس مسئلہ میں اپنے ہی اس مقرر یعنی بنا علی العرف سے جدا چلے بلکہ اسی جڑ سے یہ پودے کھلے۔

فائدہ (۶) :۔ نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے۔

فائدہ (۷) :۔ نہ ان کی اس دلیل پر زنہار کوئی نقض وارد نہ تفریع وتاصیل پر کچھ الزام عائد۔

غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں ان کے کلمات، اور باقی آئمہ کے نصوص و تصریحات، اور احادیث وآثار کے عالی ارشادات بحمداللہ تعالیٰ سب متفق و منتظم ہیں۔ اور ایک دوسرے سے متناسب وملتئم۔ اور اس تقریر معقول مستنیر ومصقول واجب القبول کو نہ مانیے۔ تو یہ تمام فوائد منقلب ہوکر ان کے مقابل اتنی ہی ضرر حاصل اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلام مشائخ طرح طرح سے منقوض وباطل اور انواع انواع ذلزلوں سے متزلزل۔ اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا مما لا یرضاہ عاقل اب بحمداللہ تعالیٰ مہر نیمروز وماہ نیم ماہ سے زیادہ رخشاں و درخشاں ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں۔ اصل مرام مشایخ کرام پر وارد نہیں۔ وہ گویا بر سبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر بجواب مخالف کی تعلیمیں تھیں۔ اور واقعی ہمارے آئمۂ کرام و مشائخ اعلام کے انظار غامضہ دقیقہ ایسے ہی عالیہ واقع ہوئیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اس کے مرقاۃ مدارج ومعالی معارج تک وصول میں تساہل رہیں۔ جیسا کہ خادم ابواب وفصول فقہ واصول پر آشکارہ مبین ہے بحمداللہ تعالیٰ

حق تحقیق وتحقیق حق ہے۔ جس سے حق حقیق بقبول وتصدیق یکسر مو تجاوز نہیں ۔
ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ والی التوفیق الحمدللہ اگر اس تمام کتاب میں ان مقدمات سبع کی تمہید وتزیین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر وتبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضلِ عظیم حضرت کریم عم نوالہ اسی قدر شافی وکافی ومغنی ووافی تھا۔ ذٰلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون۝
رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلٰی والدیّ وان اعمل صٰلحًا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین
والحمد للہ رب العٰلمین ۝

الحمدللہ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلا حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں دلائل نے بفضلہ تعالیٰ یقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے۔ لہٰذا چالشگری کو کچھ اور بھی امتداد سہی۔ اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کردن وباللہ التوفیق۔

تنبیہ اول اقول:۔ بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ حسبِ اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر نداء کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں۔ ان کا ماخذ معلوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیۂ کریمہ

"لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔	"رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو"۔

تو نام پاک لے کر نداء ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ یاحبیب اللہ یاخلیفۃ اللہ وغیرہا اوصافِ کریمہ کے ساتھ نداء چاہئے۔ یونہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو

منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگساروں کے نزدیک اموات کی روح و بدن سب اینٹ پتھر ہیں۔ ولہٰذا وہ سفہا عذاب قبر و سوال نکیرین کے منکر ہیں۔ اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں۔ قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے۔ قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ و در مختار سے گزرا کہ تلقین اہلسنت کے نزدیک مشروع ہے۔ قول ۱۵۴

ہر کہ تلقین نمیکند و نمیگوید باں او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است۔

ولہٰذا امام ابن الہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے۔ یہ ان جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے۔ مگر بعض علمائے اہلسنت کہ منع میں شریک ہوئے۔ ان کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا کما مر عن سلطان العلماء یا ان کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت۔ ولہٰذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں۔ مگر انکار تلقین میں ہرگز اس کا نام نہ لیا بلکہ اُسے عدم فائدہ سے استناد کیا جیسا کہ قول ۱۵۰ و نکتہ جلیلہ میں گزرا ولہٰذا ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد نے جب انکار تلقین اختیار کیا۔ اس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی بر بنائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا۔ ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:

المیت لا فائدۃ فی تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانہ لا ینفعہ الایمان بعد الموت و ما قیل ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فھذا باطل۔

فائدہ: ۔ امام علام شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بر وجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اصل سماع کے منکر نہیں۔ ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے۔ اینٹوں پتھروں

کو یوں ہی آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع و نفی قبول ذکر فرمائی - زیر کریمہ ملئکہ فرمایا،
شبہ الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعھم -
زیر کریمہ نمل
لما کانوا لا یعون ما یسمعون ولا بہ ینتفعون شبھوا بالموتی -
زیر کریمۂ روم
وھو لاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک -
مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع و افترا کے ماہر کامل صاف لکھ دیا در تفسیر مدارک تحت آیۂ کریمہ
" والذین کذبوا بآیتنا صم بکم می نویسد المعنی انھم فی حال کفرھم وتکذیبھم کمن لا یسمع ولا یتکلم فلھذا اشبہ الکفار بالموتی لان المیت لا یسمع ولا یتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتھی اھ "
مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں. لطف یہ کہ اس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کر کے انتہی لکھ دی - یعنی یہاں تک عبارت مدارک تھی - حالانکہ صاحبِ مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے - اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہوئی - نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی اور وہ بھی اپنے کسی ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے نابینائی جو چاہے کرائے۔
تنبیہ دوم - اقول بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کام - نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعویٰ نہ ہمارا کوئی مسئلہ، اس پر موقوف تو اگر بالفرض بدن کے لئے موت مطلق دائم رہتی - ہاں ہمارا کچھ حرج نہ تھا - ورود نصوص کے سبب ہم نے تنعیم و تعذیب قبر روح و بدن دونوں کے لئے مانی اور بشہادت عقل و نقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات ہے - اس تلذذ و تألم کے لئے لازم جانی - ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے - اور بحمد اللہ دلائل قاہرہ اس پر قائم

ہو چکے کہ روح باقی و مستقر بحال و نا متغیر و سمیع و بصر اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے۔ ضرور دیکھے گی مطلع ہوگی، اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی اذیت پائے گی۔ فصول سابقہ اس سب بیان کی متکفل ہو چکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت و تحقیر ہے۔ قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی۔ رہا یہ کہ اس سے اسے اذیت و درد جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں یعنی جس طرح عالم حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اسے روح تک پہنچانے کا آلہ و واسطہ بنتا کہ اس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا آیا۔ بعد فراق بھی مثل عذاب الٰہی والعیاذ باللہ تعالیٰ تعذیب بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اس میں درد منتفی اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے۔ ولہذا کافی میں فرمایا

المیت لا یتألم بضرب بنی اٰدم وانما ذلک مما یتفرد بہ اللہ تعالیٰ۔

اور یہی مقتضائے اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

اخرج ابن سعد عن خالد بن معدان قال لما انہزمت الروم یوم اجنادین انتہوا الی موضع لا یعبرہ الا انسان انسان فجعلت الروم تقاتل علیہ فتقدم ھشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقاتلھم حتی قتل ووقع علی تلک الثلمۃ فسدھا فلما انتھی المسلمون الیھا ھابوا ان یطوھا الخیل فقال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثۃ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأھو وتبعہ الناس حتی قطعوہ۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"ھذہ الاثار لا تدل علی ان الارواح لا تتصل بالابدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجساد لا تتضرر بما ینالھا من عذاب

الناس لها ومن اکل التراب لها فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع آخر یصل الی المیت بمشیۃ اللہ تعالیٰ وقدرتہٖ۔

اور ظواہر حدیث و دیگر آثار و اخبار و اقوال اخیار جانب اوّل ہیں۔

حدیث ۲۶ میں روایت دارقطنی سے زیادت لفظ فی الاثم گزری۔ یعنی مردہ و زندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے۔

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

جمع غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظم المیت ککسر عظمہ حیا فی التألم والتاذی۔

جماعت عظیم علما اس طرف گئی کہ مراد حدیث یہ ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنی درد و ایذا میں ایسی ہی ہے جیسے زندہ کی۔

امام ابو عمر ابن عبدالبر و شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۳۰ و ۳۱ میں گزرا اور تینوں سید علامہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی محشیان دُر کے اقوال انہی کے بعد مذکور ہوئے۔

حدیث ۴۲ میں بروایت صحیح مسلم شریف الخیس عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا

جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔

یہی وصیت حدیث ۴۳ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری۔ اور وہیں اس پر شیخ محقق کا قول کہ

این اشارت است بآنکہ میت احساس میکند و دردناک میشود بآنچہ دردناک میشود بآن زندہ۔

حدیث ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ

انہ لیناشد باللہ غاسلہ الا خفف علی۔

مردہ اپنے نہلانے والے کو قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا۔

ام المومنین[۱۲] صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اُسکے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے۔ فرمایا:

علام تنصون میتکم۔ — کس جرم میں اپنے مُردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو۔

الامام محمد فی الاٰثار، اخبرنا ابو حنیفۃ ح و عبد الرزاق فی مصنفہ واللفظ لہ قال اخبرنا سفیٰن عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا رأت امرأۃ یکدون رأسہا بمشط فقالت علام تنصون میتکم ورواہ کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراھیم الحربی فی کتابیھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم۔

بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہرحال اگر الم مانیے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچیگا حیات معاودہ سے اور حلف تھا حیات موجودہ عند الحلب پر کما قدمنا تحقیقہ عن الفتح اور نہ مانیے تو مسئلہ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے۔ آلیت بدن ہونا نہ ہونا یکساں ولہٰذا امام اجل سیوطی نے باآنکہ اثبات سماع موتی میں وہ تحقیقات باہرہ قاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی۔

ھٰکذا ینبغی ان یفھم ھٰذا المقام واللہ سبحانہ ولی الانعام وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علیٰ سیدنا محمد اکرم الکرام والہ وصحبہ الیٰ یوم القیام۔

جواب دوم:۔ مانا کہ روح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلات جسمانیہ نہیں۔ یوں بھی مطلب حاصل اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرور فرمایا۔ شرح مشکوٰۃ

میں فرماتے ہیں :۔

" درینجا سخن دیگر است کہ فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بحاسہ سمع میباشد و سمع بخرابی بدن خراب شد بگوئیم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید و علم بروح بود کہ باقیست پس علم بمبصرات و مسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار و سمع چنانچہ بعض متکلمان سمع و بصر الٰہی تعالیٰ را بعلم مسموعات و مبصرات تاویل کردہ اند الخ "

اقول :۔ و باللہ التوفیق محصل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہٗ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنے مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے۔ عام ازیں کہ آلاتِ جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں ولہٰذا اللہ عزوجل کو سمیع ماننے ہیں کہ عقیدۂ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل و تجوز نہیں۔ اسلئے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعطیل آلات کردے۔ اور اگر سمع کے لئے یہ معنی نہ بھی مانیے بلکہ توسطِ آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علی السبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی، ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے۔ اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل۔ اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے سمع و بصر الٰہی جل وعلاء کو یوں ہی تاویل کیا۔ اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفر لہ المولیٰ القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ نہ ہمیں دعوٰے سمع سے تنزل کی حاجت نہ روح مفارق یا معاذ اللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر و مسلم ہیں۔ اور ایک دوسرے کافی نہیں۔ معنی آیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس کے معنے میں اطلاق سمع محصور ہو سکے۔ کہ ناچار تاویل و تمحل کریں۔ خیر یہ طرز بحث کا تنوع تھا۔ اصل سخن کی طرف چلئے۔

فاقول :۔ جبکہ سمع کے جسمانی و روحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح و واضح ہو یہ ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے تو باہمی محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا۔ آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا:

"اکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی۔	اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہاری درود مجھ پر عرض کی جائے گی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے گزارش کی:

"یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت۔	یارسول اللہ یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہتے۔

فرمایا:

"ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء۔	بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔

رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیھقی فی الدعوات الکبیر وابونعیم وصححہ الاربعۃ السابقون علی الآخرین وابن دحیۃ وغیرھم وحسنہ عبد الغنی والمنذری۔

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملٰئکۃ وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا۔	"جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو کہ وہ دن حضور ملائکہ کا ہے۔ رحمت کے فرشتے اس دن حاضر رہتے ہیں۔ اور جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جبتک بھیجتا رہے اس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے۔

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قلت وبعد الموت۔ میں نے عرض کی، اور بعد انتقال اقدس کے فرمایا:

"ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔	بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔

تتمہ حدیث ہے:

فنبی اللہ حی یرزق	تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے
رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ	ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پر ظاہر کہ پیش ہوتے کے معنے نہ تھے مگر اطلاع دی جانی اس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک واطلاع بذریعہ آلات جسمانی ہی کی طرف گئے۔ لہٰذا وہ سوال عرض کئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات بدن ہی سے جواب دیئے۔

صاحب تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا:

"درین ہر دو حدیث دلیل ست بر آنکہ موتی را سماع نیست و بر آنکہ این امر مستقر بود نزد صحابہ زیراکہ ایشان بر عرض و سماع درود بعد موت استعجاب[۱] کردہ استفسار نمودند آنحضرت[۲] جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل و جسد ایشان نیز باقی ست لہٰذا محل استبعاد سماع و عرض نیست۔

اقول اوّلاً:۔ اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کے لئے بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا مستفاد تو ہمیں مسلم اور تمہیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انھیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر سکوت تقریر و تسلیم بتانا ہے۔ ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابۂ کرام نے فنائے جسد و بقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی۔ اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب نہ دیا۔ بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں۔ اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مردہ مانتے یا ادراک روح کیلئے بقائے بدن شرط جانتے فصول سابقہ و نیز مباحث قریبہ میں بار بار بتکرار واضح ہو چکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت و ضالین

---

[۱] اوردہ ھکذا لان ھذہ القطعۃ محتملۃ الاوجہ فاثبتھا علی وجہ یحتمل الوجہین وھذا من دقائق حسن التعبیر فلیتفطن۔ وللہ الحمد ۱۲ منہ۔ [۲] اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ۔

معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں۔ قول ۱۵ میں مقاصد و شرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے۔ اسی طرح عامۂ کتب عقائد و تفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر۔ افسوس کہ اپنی بدمذہبی بنانے کیلئے معاذاللہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عقائد فاسدہ کا معتقد و مظہر اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر ساکت و مقرر بتاؤ اور دل میں خوفِ خدا نہ لاؤ۔

ثانیاً:۔ کیا خوب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتاتا کہہ رہا ہوں۔ وہ صراحتہً کلامِ اقدس کے معنے بتا چکا کہ ازاں جا کہ انبیاء کے اجسام باقی ہیں۔ لہٰذا سننے میں استبعاد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادراک روح کے لئے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ بدمذہبی کی بلا سے بچائے۔

ثالثاً:۔ طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملٰئکہ مقصود حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود اور خود اس کے ترجمے میں لکھا:

"گفت ابو درداء گفتم بطریق استفہام و استبعاد کہ پس از موت نیز عرض میکنند"

ذرا اس میکنند کا مرجع تو بولئے مگر از ہان صحابہ میں فنا و خرابی بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمہاری مقرر بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب و استبعاد فرماتے۔ مگر اشاں آیۂ کریمہ النار یعرضون علیہا سے کہ مکیہ ہے۔ اور اظہار فضل جمعہ و تنزیل فرض درود سے بہت پہلے نازل ہوئی۔ ان کے کان بے خبر تھے۔ ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اسی کو وہ موت عارض ہوتی ہے جو مطلقاً منافی شعور ہے۔ تنِ مردہ جب تک مردہ ہے نہ ملک کی بات سن سکتا ہے نہ بشر کی۔ اور وقت سوال وغیرہ عود و سماع بعود حیات ہے۔ اس کا بھی استمرار ضرور نہیں تو بر قیاس عامۂ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء کا علم نہ تھا۔ بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال

اور اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہوا۔ الحمد للہ اتنی حقیقت تھی آپ کے اس نٹے نازکی جس پر بڑی دھوم سے دکان فخر بازی کی کہ

چوں از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد لہٰذا تحقیق این مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد۔

ماشاء اللہ اس شرط و جزاء کے ربط کو تو دیکھئے یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہ کو لاحل سمجھ رہے ہو۔ اگر واقعی اعتراض اٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی۔ آپ کے اس فراغت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع

نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

فائدہ جلیلہ:۔ جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہو چکا، اور ام المؤمنین محبوبۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں۔ اور پر ظاہر کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں۔ خصوصًا وما انت بمسمع من فی القبور۔ اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسمائے اجسام مفہوم لہٰذا ام المؤمنین نے اُسے منافی آیات خیال فرما کر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا۔ یعنی ان کی روحیں جانتی ہیں۔ راوی کو یسمعون یاد رہا کہ ان کے جسم سنتے ہیں۔ پر ظاہر کہ علم صفت خاصۂ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعہ آلاتِ بدنیہ کہ بے حیات بدن ناممکن اور یہ وقت ان کافروں کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات اسماع اجسام منافی آیات ہے۔ ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے۔ یہ حاصل ارشاد ام المؤمنین صلی اللہ تعالیٰ علی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے۔ اور اسی بناء پر مشائخ کرام نے کہ قطعًا دربارۂ ابدان کلام فرمارہے تھے۔ اس سے استناد محض رجمًا بالغیب وخرط القتاد۔ بلکہ اُس کے ضلالت و بطلان اور ان کے بطالت و خذلان پر خود ارشادات صحیحہ

صریحہ ام المؤمنین احسن الاشہاد اوّل تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں۔ تو ادراک روح کی خود قائل ہوئیں پھر انکار سمع روح کے کیا معنے۔ اور حدیث علاجہ تنصون میتکو ابھی گزری کہ میت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا "کاہے پر اس کے بال کھینچتے ہو" اس سے قطع نظر کیجئے تو حدیث جلیل صحیح بستم کہ ابتدائے نوع دوم مقصد دوم میں مذکور ہوئے جس میں ام المؤمنین قسم کھا کر فرماتی ہیں۔ واللہ جب سے امیر المؤمنین عمر دفن ہوئے میں ان کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزارات طیبہ پہ حاضر نہ ہوئی۔ قطعاً لاجواب ہے۔ جب ام المؤمنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً باقی و مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل امور دنیویہ بھی جانتے ہیں۔ پھر انکار سماع ظاہر الامتناع بلکہ محل قرب میں حال سماع حال ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اس کے شرائط اس کے شرائط سے ازید ہیں۔ شاہد میں معہود و مشہود تو یہ ہے کہ باوصف حائل و حجاب ابصار زائل اور سماع حاصل۔ جب امّ المؤمنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں سننا کیونکر نہ مانیں گی معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا۔ اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانیگا۔ تیسری حدیث جلیل امّ المؤمنین منقول بہ نقل ائمۂ اجلۂ ثقات وعدول رجال بخاری و مسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے:

حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) نا عیسیٰ بن یونس (ثقۃ مأمون من رجال الستۃ کسائر السند) عن ابن جریج عن عبد اللہ بن ابی ملیکہ قال توفی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بالحُبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیہا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتت قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر فقالت ؎

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ — من الدھر حتی قیل عن یتصدعا
فلما تفرقنا کانی و مالکا — لطول اجتماع لو نبت لیلۃ معا

ثم قالت واللہ لو حضرتك ما دفنت الا حيث مت ولو شهدتك ما زرتك۔

یعنی حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما برادر حقیقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا۔ ان کی نعش مبارک مکہ معظمہ لائے۔ جنۃ المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ جب ام المومنین مکہ معظمہ آئیں، اُن کے مزار مبارک پر گئیں۔ دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہ عرب وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح (کہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یکجا رہے تھے) ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ اب کہ جدا ہوئے گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے۔ پھر اپنے برادر مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر یہ باتیں کیں:

"خدا کی قسم! اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی؟"

وہیں دفن ہونا اسی لئے کہ یہی سنت ہے، نعش کو دور لے جانا نہ چاہئے! اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصّہ کم ہے

ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنے تھے۔ کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے۔ اور کیونکر منکر ہوتیں۔ حالانکہ دیکھتی سنتی جانتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے ہیں۔ خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جاتے، اور فرماتے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین — سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو!

وانا اکم ما توعدون غداً مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون. رواہ مسلم ولفظ النسائی مکان قولہ اتاکم انی مؤجلون وانا وایاکم متواعدون غداً وموا کلون ولابن ماجۃ من وجہ اٰخر واشار الیہ النسائی ایضاً بعد السلام انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون۔

اب تم کو لاچا ہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے۔ تمھاری میعاد کل کے دن ہے۔ ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں۔ اور اسی پر بھروسہ کئے ہیں۔ تم ہم سے پہلے پہنچ لئے، اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

کیونکر منکر ہوتیں، حالانکہ خود دریافت کر چکی تھیں کہ یارسول اللہ جب میں مدفونانِ بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو اُن سے کیا کہوں۔ حکم ہوا کہ سلام کر کے یوں کہو کہ انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

مسلم والنسائی وغیرھما عنہا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یارسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

بالجملہ ام المؤمنین صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر ازیں جا کہ احادیث ثقات عدول شاہدانِ واقعہ کے رد کی طرف سبیل نہیں۔ جمہور علماء نے اس مسئلہ میں ان کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے۔ ان خبیثوں کے ناپاک جسم پھول پھٹ گئے تھے۔ اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں۔ مگر پھر بھی انھوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سنا کہ اللہ عزوجل نے ان کی زیادت حسرت کیلئے ان خالی جسموں کو اس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سنانا اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہوا۔ نہ وہ جلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے۔ وصف موتی آیت میں ملحوظ

ہے یعنی میت جب تک میت ہے اُسے سُنا نہیں سکتے۔ اور بعد اعادۂ روح اب وہ میت ہی نہیں تو آیات کا اصلا محل ورود نہ رہا۔

اقول :۔ یہ تقریر کلام جانبین بحمداللہ تعالیٰ سب تکلفات سے مجانب و منزہ ہے۔ اور اب ام المؤمنین پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں۔ علم روح کے لئے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہو۔ اور اب خود ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن اُن سے اسی قصۂ بدر میں یہی لفظ روایت کئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انتم باسمع لما اقول منهم۔ تم میرا فرمانا کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

(جسے علماء نے بشرط محفوظی رجوع ام المؤمنین پر محمول کیا تھا کہ جب متعدد صحابہ کرام حاضران واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی)۔ ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہوکر نفی و اثبات میں تنافی نہ ہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی ام المؤمنین ان لفظوں پر انکار نہیں کرتیں۔ اُنھیں تو خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار اس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھے۔ یعنی سمع جسمانی نہ مانو کہ خلاف آیت ہے بلکہ مراد حضور سمع روح ہے میں بحمداللہ تعالیٰ بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول ام المؤمنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی و امام بیہقی و امام سہیلی و امام سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولیٰنا قاری و شیخ محقق و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں۔ اگرچہ یہ سب اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں۔ جن سے اس مسئلہ میں مخالف نے جہلاً استناد کیا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر

ـہ۱ امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسلک کی طرف ناظر فان ام المؤمنین لما وھمت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی حدیث تعذیب المیت ببکاء اھلہ وشبھت وھمہ فیہ بوھمہ فی حدیث القلیب کان وجہ المشابھۃ بینھما حمل ابن عمر علی الظاھر والمراد منھما ای من الحدیثین غیر الظاھر اھ بید ان الاظھر من کلامھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ھو المسلک الاول واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ۔

یوں فرماتے ہیں :۔

فان قالت ما وجه ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشة رضی الله تعالیٰ عنهم وهما متعارضان فی ترجمة عذاب القبر قلت لما ثبت من سماع اهل القلیب کلامه وتوبیخه لهم دل ادراکهم کلامه بحاسة السمع علی جواز ادراکهم الم العذاب ببقیة الحواس فحسن ذکرهما فی هذه الترجمة ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبة اهل القلیب کانت وقت المسألة ووقتها وقت اعادة الروح الی الجسد وان حدیث عائشة محمول علی غیر وقت المسألة فبهذا یتفق الخبران۔

یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جانتے ہیں دونوں اس باب عذاب قبر میں اسلیے ذکر کیں کہ جب انھوں نے حس گوش سے کلام سن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک کرلیں گے۔ اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اس وقت بدن میں روح آجاتی ہے۔ اور ام المؤمنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہجاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہوجائیں گی۔

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ یہ سارا کلام ونقض وابرام سماع جسمانی کے بارہ میں ہے۔

اس میں ہے :

قلت هذا من عائشة یدل علی انها ردت روایة ابن عمر المذکورة ولکن الجمهور خالفوها فی ذلك وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقة

یعنی میں کہتا ہوں یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ام المؤمنین نے روایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رد فرمایا۔ مگر جمہور علماء نے اس باب میں ام المؤمنین کا خلاف کیا۔

من رواہ غیرہ۔ — اور حدیث ابنِ عمر مقبول رکھی اور صحابہ نے بھی اس کے موافق روایت کی۔

اسی میں ہے:

سامعین باذان رؤسھم کما ھو قول الجمھور۔ — یعنی ان لاشوں نے وہ ارشاد اقدس اپنے جسمانی کان سے سنا۔ جمہور کا قول یہی ہے۔

جواب سوم جامع الجوابین۔

ف: جواب سوم

اقول: قول مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا۔ چار معنے کو محتمل کہ میت حقیقی بدن ہے اور روح پر بھی اطلاق کرتے۔ اور زید عرفی بدن ہے اور روح متعلق بالبدن بھی اس کے معنے بہرحال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے۔ یوں ہی سماع عرفی سمع آلات بدن ہے۔ اور اس کے دوسرے معنے ادراک تام اصوات بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعہ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے۔ اور حاصل ضرب چار،

۱- بدن مُردہ کو سمع آلات نہیں۔

۲- بدن مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

۳- روح مردہ کو سمع آلات نہیں۔

۴- روح مردہ کو ادراک اصوات نہیں۔

اور ہمارے کچھ مخالف نہیں نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنے ہوتے، ایک موافق ایک مخالف تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا۔ نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکر سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہو سکتا نہ کہ تین احتمالات صحیحہ چھوڑ کر از پیش خویش چوتھا احتمال جما لینا اور کلام کو بزور زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتا دینا کیسی جہالت واضح ہے۔

جواب چہارم:

ف: جواب چہارم

مذہب حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں۔ یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدۂ اہلسنت منکر سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں۔ یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق فضل الرسول قدس سرہ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا۔

اقول :- کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا۔ صغریٰ یہ کہ انکار سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں وہ عبارات خمسہ پیش کیں۔ اور کبریٰ مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے۔ فی نفسہ حق ہے۔ یا ہم پر اس کی تسلیم واجب ہے۔ تقدیر اوّل پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی۔ بہرحال اس کا ثبوت کچھ نہیں۔ اگلے تین جواب ان کے صغریٰ کی ناز برداری میں تھے۔ یعنی کلامِ شیخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں۔ اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرٰے مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ و اصرار و عناد و استکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صریحہ و عقیدۂ اہلسنت و کلمات آئمہ کرام و خود اقوال مشائخ اعلام کو چھوڑ کر یہی دلیل بلکہ خلافِ دلائل واضح معنی کلام مشائخ یہی گڑھو کہ ارواح موتیٰ کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہلسنّت ہوں، جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں۔ کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں۔ درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا۔ اس پر علاّمہ شامی نے ردالمختار میں فرمایا:

نقل ذلک عنہ لان الزمخشری	یہ مسئلہ اس سے اسلئے نقل کیا کہ زمخشری
من مشایخ للمذھب وھو حجۃ	مشایخ مذہب سے ہے اور اس کی نقل پر
فی النقل۔	اعتماد ہے۔

پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود۔ خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہوئے اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ

"میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتیٰ سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتیٰ سے منکر ہیں۔"

اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا:

"نسب الی اھل السنۃ والجماعۃ	اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت وجماعت

و خلافہ الی المعتزلہ۔ کی طرف منسوب ہوا اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف۔

اور کلام امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے۔ جوہرہ و در مختار کی عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ اکثر مشایخ منکران سماع وہی منکران تلقین معتزلی ہیں۔ یہ سند واضح بتفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی۔ بایں ہمہ صاحب تفہیم المسائل نے موہنہ زوری سے گٹی نکی کہا:

ف۔ زبان زوری تفہیم المسائل

"از اکثر مشایخنا کہ ابن ہمام مشایخ را نسبت بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن از بس مستبعد ست و در کلام کدامی اہلسنت چنین واقع نشدہ و ابن ہمام را معتزلی قرار دادن کار معترض است و آن مسئلہ کہ خلاف عقیدۂ حنفیہ اہلسنت باشد دران ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ این قول علمائے حنفیہ است کمالا یخفی علی من لہ ادنی رجوع الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشایخنا در کلام اہلسنت و مراد بودن ازان معتزلہ ثابت نکنند چگونہ این توجیہ بمعرض تسلیم درآید۔

اقول:۔ اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل ہے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشایخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد و خلاف ظاہر ہے یہ کہنا اس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یہ تو علامہ معترض نے یوں ہی بے سند فرما دیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مراد ہیں یا آپ جواب سند سے عہدہ برآ ہو لیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف استبعاد و مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہو سکتا۔ ہر ادنیٰ خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح دفع ہے نہ حجت استحقاق تو اس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں اگر منع سند مقصود ہو تو اور سخت تر جہالت کمالا یخفی علی اہل العلم۔ ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی فرماتے ہیں:

وانکار تلقین را نسبت بمعتزلہ بعض علمائے شافعیہ کردہ اند نہ حنفیہ چنانچہ

در برجندی نوشتہ ولا یلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن و

زعم بعض اصحابہ انہ مذہب اہل السنۃ والاول مذہب

المعتزلہ وایشان انکار تلقین را مطلقاً نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار

بخصوصیت این وجہ کہ سماع موتی را نیست کما زعم المعترض۔

اقول اولاً:۔ اس نابینائی کی کچھ حد ہے بھلا۔ جوہرہ و در مختار و کشف الغطا وغیرہا تصانیف حنفیہ کو تلاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیش نظر نہ تحصین تلخیص الادلہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ

"امام زاہد صفار کہ در طبقہ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص

الادلہ نوشتہ وینبغی ان یلقن المیّت علی مذہب الامام الاعظم

والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فهو علی مذہب الاعتزال۔"

یعنی امام اعظم و پیشوائے مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر میت کو تلقین کرنی چاہئے۔ جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے۔ اور آنکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ

"بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ۔"

مگر امام اجل مجتہد فی المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابو یوسف وامام محمد کے تلمیذ رشید ہیں۔ سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں۔

ثانیاً:۔ شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی ومنافی ہے۔ کہ عبادت برجندی سے نہ حنفیہ بھی نکال لیا۔ خود سرکار اسی تفہیم کے ص۱۱ پر فرماتے ہیں:

"از تخصیص شی بذکر نفی عما عداہ لازم نیاید در توضیح نوشتہ تخصیص

الشی باسمہ لا یدل علی نفی الحکم عما عداہ۔"

انھوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا۔ اس سے کب لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا۔ اور بالفرض اُن کا لازم سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے اجلہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو

مٹا دے گا قاعدہ اجماعیہ عقل ونقل میں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں۔ دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا دوسرا فرماتا لکھا تو لکھنا ہی ثابت ہوتا کہ اس نے نہ دیکھا لہٰذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں ومن علم حجۃ علی من لم یعلم نہ کہ ثبوت عیانی کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کر دیں۔ یعنی اگر یہ ہم آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ شافعیہ نے کہا لہٰذا مجبوری ہے اب حس ومشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے۔ سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد لایسمع ولا یفہم ہو جاتا ہے۔

ثالثاً:۔ طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار بایں خصوص منسوب بمعتزلہ ہے۔ اے ذی ہوش! حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکار تلقین مذہب معتزلہ ہے۔ اور امام ابن الہمام اس کا مبنیٰ بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے۔ لہٰذا تلقین سے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں، اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی۔ ویسے ہی نہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا۔ ہاں اس پر ایک شبہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت[1] بھی تو منع تلقین کی طرف گئے۔ اور جب اس کا مبنیٰ وہ ہے تو یہ بھی اس کے قائل ٹھہریں گے۔ تصحیح میں اس وہم کے دفعہ کو توجیہ فرما دی کہ ان کا انکار انکار سماع پر مبنی نہیں بلکہ ان کے نزدیک تلقین کا بیکار یا ناثابت ہونا ذی ہوش

[1] اقول۔ سابقاً مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود مذہب امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور انھیں بربنائے جمادیت موتیٰ انکار تلقین لازم۔ ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بناء پر منکر تھے۔ لہٰذا امام صفار اس حصر پر حاکم بعد کو بمرور زمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایۃ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور بعدم فائدہ یا عدم ثبوت سے رنگ توجیہ دیا۔ لہٰذا اب انکار دو طرف منقسم ہو گیا۔ بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی وغیرہ سے گزرا۔ فاعلمہ فعسیٰ ان لا یتجاوز الواقع عنہ۔

۱۲ منہ ؔ

اسے نسبت باین خصوص کا دعویٰ سمجھ لیا - یہ فہم سقیم اور ادعائے تفہیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہٰذا وانا اقول :- وباللہ التوفیق سب این وآن سے در گزرے تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً حجت اولیٰ کلام کا ہے یں مفروض ہوا روح میں ۔ سماع سے کیا مراد لیا - ادراک مطلق . اگرچہ بے ذریعۂ آلات اور یہ مشایخ دلیل کیا لا رہے ہیں کہ وہ مردہ ہے بے حس ہے . فہم وادراک کے قابل نہیں ۔ ہزار بار سن چکے ہو کہ روح کی نسبت ان اعتقادات سے اہلسنت پاک منزہ ہیں ۔ یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں . خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں :

"مذہب بعض معتزلہ آنست کہ میت جماد ست دراں حیات وادراک نیست "

اور اس میں فرمایا کہ

"بعض معتزلہ کہ از آیۂ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال میکردند علینی در ہمیں شرح بجواب ایشاں نوشتہ کہ عدم استماع مستلزم عدم ادراک نیست "

افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بے ہوشی ص٦٣ پر یہ اَن کہی بھی بلوا گئی :

"ہر چند بعضے گویند کہ شہداء را ہم حیات مثل انبیاء بجسد است مگر ایں قول مختار اہل تحقیق نیست آنچہ تحقیق ست این ست کہ حیات انبیاء بسلامت جسد و روح ہر دو ست وحیات شہداء صرف ببقائے روح است بلکہ تخصیص شہداء نیز بایں معنی لغو ست زیرا کہ ارواح را مطلق خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مؤمنین یا روح کافر یا فاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور وادراک و حرکات و تصرفات بسبب تعلق روح باوے از وے ظاہر میشد ندوحالا نمی شوند کذا فی التفسیر العزیزی وبعضی گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہداء

بیہوشی تفہیم المسائل کی کہی بھی بول جانا

را ہم حیات مثل انبیاء بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیۂ
کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد
علماء در تفسیر آیت و احوال شہدا خلاف کردند عبداللہ بن عباس و حسن
بصری گفتند ایشان زندہ اند بارواحہم و اجسادہم بامداد و شبانگاہ روزی
بایشان میرسد و ایشان خرم اند بآنچہ خدا بایشان میدہد چنانچہ در دیگر آیت
فرمود من قولہ تعالیٰ یرزقون فرحین بما اٰتٰہم اللہ من فضلہ و بعضے
دیگر گفتند ارواح ایشان زندہ باشد و روزی بر ایشان عرض میکنند بامداد
و شبانگاہ چنانکہ بر ارواح آل فرعون آتش عرضہ میکنند فی قولہ تعالےٰ
النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا و علمائے محققان بیشتر بر قول اول
اند۔ انتہیٰ۔"

کیوں مُلّاجی اب بسنت کی خبریں کہیے۔ جب اہلسنت کے نزدیک ہر فاسق و کافر کی روح زندہ ہے۔ موت صرف بدن کے لئے ہے اُسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں، تو اب سماعِ موتٰی میں کیا مجال مقال رہی۔ جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی۔ تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک میں ملی۔ اب یہ کلام مشائخ جس میں موت و بے فہمی و بے حسی کی تصریحیں ہیں، روح پر محمول ہو کر مشائخِ اہلسنت کا کلام نہ ہونا کیسا واضح و منجلی والحمد للہ العظیم العلی۔

اور عجیب لطیفہ یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرما گئے۔ جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی کھوئی اُس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس و حضرت امام حسن بصری و اکثر علمائے محققین شہداء کے اجسام بھی زندہ مانتے ہیں۔ اور اسی کو ظاہر آیۂ کریمہ سے مؤید کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا۔ بر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے کہاں۔ ارشادِ الٰہی میں یرزقون روزی دیئے جاتے ہیں، اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں ؏

شربت بنمایند و چشیدن نگذارند

اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ تو توڑیے۔ شہداہی کے لئے سماع ثابت مانیے انھیں سے استمداد جائز جانیے کہ یہاں تو جسم وروح سب کچھ زندہ ہے کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں۔ جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے ص۸۸ پر لکھ چکے ہو:

"در سماع انبیاء علیہم السلام کلامی نیست کہ ایشان را حیات حاصل است۔"

نیز ص۸۹ پر آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

"جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل و جسد ایشان نیز باقی است لہٰذا محل استبعاد سماع و عرض نیست۔"

طرفہ بکف چراغی دیکھئے۔ عبارت تو یہ نقل کی اور دعویٰ وہ کیا کہ "بعضی گویند تحقیق ہمیں است۔" خیر وہ بعض ہی سہی اب اس اجماع کی تو خیر نہ رہی جو بکمال وقاحت ص۹۳ پر فرمایا:

"بالجملہ از کتاب وسنت واجماع امت ثابت کہ موتی را سماع حاصل نیست۔"

مگر تم کیا شرماؤ۔ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص۸۶ پر یہی جو لکھ گئے:

"وآنکہ از عبارت مرقاۃ سماع سائر اموات سلام وکلام را وعرض اعمال اقارب بر انہا در بعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام وکلام سلام وکلام زائران است نہ دیگران۔"

سچ ہے بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا ؎

وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا نئے امیدواروں میں

حجت ثانیہ:۔ پھر شارح نے جب وقت سوال سماع مانا تو اس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی۔ جب کلام روح کی طرف آئیں تو اس جواب کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی۔ بے حس وبے ادراک تھی۔ جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی۔ یہ صراحۃً بدن کو شرط ادراک ماننا

ہے کہ سو برس پہلے کہ یہ مذہب نامہذب معتزلہ ہے۔ اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط مانیے تو اپنی ہی سند بگاڑ دیجئے۔ اپنے ہی پاؤں میں تیشہ ماریے۔ ورنہ یقیناً قطعاً اُن سے وہی معتزلہ مراد ہیں۔ بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹالے بالوں کی کیا گنجائش ہے۔ نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کر لائے۔

اقول: ویسے ہی نقل کر لائے۔ جس طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی اصل مذہب ہے۔ جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاؤالدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں ذکر کر دیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے۔ جس کا بیان فائدہ جمیلہ فصل سیزدہم میں گزرا۔ خود انھیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے نقل کیا۔ پھر فرمایا:

"ھکذا توارد ھا الشارحون"	شارحین یکے بعد دیگرے یوں ہی لکھتے چلے آئے۔

پھر فرمایا، یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے۔ پھر اسے بیان کر کے فرمایا:

"فھذا ھو الوجہ وکثیرا ما یقلد الساھون الساھین۔	سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں۔

علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی۔ پھر فرمایا:

"وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذہ العبارات متونا وشروحا وفتاوی ولم یتنبھوا لما اشتملت علیہ من الخطاء بتغیر الاحکام واللہ الموفق للصواب وقد	یعنی مجھے تعجب ہے کیونکہ ان عبارتوں کو متون و شروح و فتاوی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں۔ اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا

يقع كثيرا ان مؤلفا ينكر شيئا خطأ فى كتابه فيأتى من بعده من المشايخ فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون لها و اصلها لواحد مخطئ كما وقع فى هذا الموضع ولا عيب بهذا على المذهب لان مولينا محمد بن الحسن ضابط المذهب لم يذكر على هذا الوجه وقد نبهنا على مثل ذلك فى الفوائد الفقهية فى قول قاضى خان وغيره ثم نبهت على ان اصل هذه العبارة للناطفى اخطأ فيها ثم تداولوها۔

ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنّف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے۔ پھر بعد کے آنے والے مشایخ اسے ویسے ہی بلا تنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اُس کے ناقل بکثرت ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی جیسا یہاں واقع ہوا۔ اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا۔ اور اسی طرح کے ایک واقعے پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضیخان وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ وصاحب ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا۔ پھر میں نے آگاہ کر دیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی۔ ان کے بعد مشائخ اسے یونہی نقل کرتے رہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہٗ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابو جعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح وافتا کی نسبت میں واقع ہوا جس میں تداول وتوارد ونقول آج تک چلا آیا۔ اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہانتک کہ سب میں متأخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفر لہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوی نہ اس پر بلکہ قطعاً اس کے برعکس ہونا خود کلام امام ممدوح کے اٹھارہ نصوص ودلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہارِ حق وحفظ مذہب ودفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ

علی بنی ہاشم ۱۳۰۷ھ معرض تصنیف میں لایا وللہ الحمد حمداً کثیراً علی ما وھب من جزیل العطایا۔

مانحن فیہ میں اگر کلام مشایخ کے یہ معنی ہوں جس سے موت وبے ادراکی روح ثابت ہو تو یہاں توامر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی وقت نہیں۔ صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہوا کہ مشایخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی۔ پھر بعض مشایخ اہلسنت نے سہواً نقل کردی۔ پھر نقول در نقول ہوتی چلی گئیں۔ تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی۔ اب متاخرین اکثر مشایخنا کہا ہی چاہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل ایمن سُن چکے۔ یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے تھے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدۂ حقہ متعدد وجوہ سے ظاہر ہو۔ وللہ الحمد۔

کیوں ملّاں تفہیمی صاحب! اب اپنے اعذار باردہ واستبعادات کاسدہ دیکھئے کدھر گئے۔ وباللہ التوفیق۔

اور حقیقتہً یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں۔ نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزور زبان وزور وبہتان یہ معنے باطل گڑھو۔ نہ اس جواب کی حاجت ہو انصافاً اپنے استبعادوں کو آپ ہی بیٹھ کر روؤ۔ ہمارے نزدیک نہ مشایخ کرام نے خطا کی نہ ان کا کلام حاشا کسی عقیدۂ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض نہ یہاں باہم متناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سن چکے۔ وللہ الحمد۔

جلیلہ عظیمہ:۔ رہی ملّاجی کی پچھلی نزاکت کہ

"انکار سماع موتی بطوریکہ ما می کنیم مذہب معتزلہ فہمیدن محض غلط است زیراکہ مذہب بعض معتزلہ آنست کہ میت جماد است دران حیات وادراک نیست پس تعذیب آن محال است واہلسنت گویند کہ ہر چند در میت حیات نیست مگر جائز ست کہ خدائے تعالیٰ دران نوعی از حیات

ف۔ ملا عظیم متم تفہیم المسائل کی پچھلی نزاکت

بقدر ادراک الم عذاب و لذت تنعم عند الایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزم سماع نیست "۔

ہمارے کلمات سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملا جی کی خاطر کیجیے کلام کو چند عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجیے۔ اور باذنہ تعالٰے ازالۂ ہر گونہ اوہام کا ذمہ لیجئے۔

فاقول :۔ وبحول اللہ اصول

عائدۂ اولیٰ نجدی صاحبو! ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو۔ اہلسنت کے یہاں تمھاری گزر نہیں وہ کہ وقت[1] تنعیم وتعذیب اعادۂ حیات کاملہ خواہ ناقصہ مانتے ہیں۔ بدن کے لئے مانتے ہیں نہ روح کے لئے کہ وہ تو ان کے نزدیک مرتی ہی نہیں۔ اگر تم لوگ صرف سماع جسم یا سماع جسمانی بذریعۂ آلات جسم کے منکر اور سماع روح بے توسط بدن کے معترف ومقر ہوتے تو ضرور اہلسنت سے موافق اور ان کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے۔ مگر یوں خلاف ہی کب باقی رہتا۔ یہ تو خاص ہمارا مذہب وعین مراد چشم ما روشن دل ما شاد تھا۔ مگر حاشا تم ہرگز اسکے قائل نہیں۔ اس میں تمھارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پھر کو ندا ہے، کب بر آتا۔

کیوں ملا جی! ذرا نگاہ روبرو، کیا آپ وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنا مذہب نا مہذب بزور زبان بناتے کے لئے ایک گڑھی ہوئی فرضی کتاب خیالی تصنیف "غرائب فی تحقیق المذاہب" سے سند لائے۔ اور اُس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جیتی افترا اٹھائے۔ آپ اگرچہ خیالی علماء گڑھ لیتے، فرضی[2] کتابوں کی ساختہ عبارتیں پیش کر دینے کے پختہ ماہر کار

---

[1] شش ناصر فا کہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیاداری صاف کہہ دیا۔ گو ناصر فا کہانی نباشد کلام در کلام است ۱۲ منہ

[2] شش القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملانی نہ آئی۔ معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور مولد جو یا اسمیں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو وکلام ع "باحیا باش وانچہ خواہی کن" ۱۲ منہ

ہیں۔ جن کے حال صواعق و تفہیم و غایۃ الکلام کے مطالعے سے آشکار ہیں۔ بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ "سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافتراء" لکھا۔ اور اُس میں ایک سو ساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گڑھت کی ابتداء شاید سرکار سے نہ ہو۔ تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں۔ بہر حال یہ گندی بو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی، ذرا ایمان ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے؟ کہیں اس کتاب کا نام و نشان بھی ہے؟ کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے۔ اللہ اللہ صدہا سال سے مسئلہ سماع و مسئلہ استمداد زیرِ بحث رہے۔ صدہا کتابوں میں ان کے بیان آئے۔ آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان میں نص صریح موجود ہے۔ اب گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا۔ اور وہ بھی کس کتاب میں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اس کا نام سنا۔ خیر اب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مرکر جماد لایفہم ولا یتکلم ہو گئے۔ اہلسنت نے اُن کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرات یہ ساختہ عبارت فتاویٰ غرائب میں تو ہے نہیں۔ جواب دیا کہ یہ اور رسالہ "غرائب فی اختلاف المذاہب" ہے اور کبھی کہا "فی تحقیق المذاہب" ہے۔ عرض کی گئی۔ آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا۔ کہا مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے۔ مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا۔ انھوں نے فرمایا میں اصلاً اس کتاب سے واقف نہیں۔ اللہ اللہ! حیا کا پایا، یہاں تک پہنچا اور پھر ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

مقدس متدینوں کو عبارت بھی گھڑنی نہ آئی۔ سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی۔ اُس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اندھی گڑھت ہے۔ عبارت[1] حاشیہ پر ہے۔ ہر صاحب ذوقِ سلیم دیکھے اور دادِ انصاف دے۔

---

[1] در غرائب فی تحقیق المذاہب مرأی الامام ابو حنیفہ من یاتی القبور باھل الصلاح فیسلم ویخاطب مخاطبہم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثر الی ان اتیتکم وناد یتکم من شھور (باقی آگے)

بعض اصحاب فقیر سلمہم اللہ تعالیٰ نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ " نشاط المسکین علیٰ حلق البقر السمین ۱۳۰۴ھ " لکھا۔ اُس میں اُس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑاکر اخیر میں ملّا قنوجی کے اسے نقل کرکے انتہیٰ لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے۔ جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا۔ قال سلمہ اللہ تعالیٰ ابھی سے انتہیٰ لکھ دی۔ اسکے بعد تو فرضی صاحب غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گھڑی ہے :

" حیث قال بعد ما ثقلتم حدثنا بذلك المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابو الفقدان الخیالی ثنا موھوم بن مفروض اللّیسی ح نبا الکذاب بن المفتری نا الوضاع الزوری انا من لایثق به الانجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من بنی ضلال قبیلة من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلك فلا ادری احفظت ام نسیت لکن اشھدوا ان الذی یحدثکم بھذا کذاب مبین "

ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق بیشک یہ پچھلا فقرہ اُس نے سچ کہا : ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اھ۔ کلامہ سلمہ ربہ۔

بقیہ سابقہ :-

ولیس سوالی منکم الا الدعاء فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابو حنیفة یقول مخاطبة لھم فقال ھل اجابوا لك قال لا فقال له سحقا لك وتربت یداك کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور انتھی ۱۲ تفھیم المسائل ۹۱

جو لفظ سرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یوں ہیں۔ انھیں کوئی غلطی ناسخ سمجھے۔ نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطاء ہیں۔ بلکہ خود مصنف تفہیم وضاع امل کی۔ اسلیے کہ غلطنامہ تفہیم میں بھی ان کی تصحیح نہ کی۔ اور تفہیم ص۶۶ میں ہے۔ احتمال غلطی کاتب ہم مرتفع اور صحیح نامہ و غلط نامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نگردہ اھ بھلے مانس کو ینطق ویتفوہ ویذکر ویحوث ویشافہ ویحاور وغیرہا یاد نہ تھے۔ ورنہ انھیں بھی تخاطب وتکلم ویقول کے ساتھ ملحق کردیتا ۱۲ منہ ؏

سے ھذا وان کان فیھما لکن لا یغیر انه فی المتابعات نقل رواہ ـــــ الضلالی موھوم مفروض کما سمعت ـــــ بن مفقود واخرون

اچھا سب جانے دو اگر سچے ہو تو لکھ دو کہ ہاں مردے احیاء کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوش بدن بلکہ قوت رُوح سے۔ کیا تم اسے کہہ سکتے ہو ہر گز نہ کہو گے۔ اب پردہ کھل گیا اور صاف ادراکِ روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعویٰ پر کلام مشائخ ڈھالا۔ اور وہ موت و بے ادراکی و بے حسی کا سارا نزلہ روح پر لاڈالا۔ تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں۔ تم قائل عذاب اس تفرقے سے تمہارا اُن کا وُہ اتفاق زائل نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی پورا وہابی اپنی نیچریت[1] کے زور میں دعوی کر بیٹھے کہ سیدنا عیسیٰ نبی اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ ضرور سولی دیئے گئے۔ یہود عنود نے انھیں قتل کیا تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیرا یہ قول مذہب نصاریٰ ہے۔ کیا وُہ اس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سولی دیا جانا جس طرح وُہ مانتا ہے مذہب نصاریٰ سمجھنا محض غلط ہے۔ اسلئے کہ مذہب نصاریٰ یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کیلئے سولی دیے گئے۔ معاذ اللہ۔ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھے اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہر چند سولی دیئے گئے۔ مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں۔ کیا اس فرق کے سبب اس کا وہ قول مذہب نصاریٰ ہونے سے خارج ہو جائے گا۔

عائدہ ثانیہ:۔ وکانھا الاولیٰ بعبارۃ اخصر میّت میں حیات نہیں اس سے مراد روح ہے یا بدن اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ اور اگر روح تو تم ہی مان کر اہلسنت سے خارج و بری اور اُن کی طرف اُس کی نسبت کر کے کذاب و مفتری ہوئے۔ اہلسنت ہر گز رُوح کو بے حیات نہیں مانتے۔ اگر کہیے موت مجازی تو مانتے ہیں۔

اقول:۔ ہاں مگر اُس کا اثر ادراکات روح پر اصلاً نہیں۔ کما مر مرارا خود مُلّاجی کی عبارت بے ہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وُہ موت مان رہے ہو جو نافی و منافی ادراک ہے۔ اسی کو کلام مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکار سماع کی بناء رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو، اور اُسے روح کیلئے ماننا یہی اعتزال

[1] وہابیت کا کمال ہی نیچریت ہے ۱۲ منہ رضی

ہے۔ اگر کہیے معتزلہ تو روح کے لئے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں۔ ولہٰذا عذابِ قبر محال جانتے ہیں۔ اور یہاں مراد وہ موت ہے جسے صرف ادراک صور و اصوات دُنیاوی سے منافی ہو نہ برزخیہ سے۔

اقول اوّلاً:۔ یہ تخصیص محض بے دلیل و باطل ہے موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو۔ جیساکہ کلام مشائخ میں مصرح ہے۔ پھر اُسے ادراک بعض دُون بعض سے خاص کردہ یہ جہل اقبح ہے۔ موت کہ منافی ادراک ہے۔ ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کی نہیں۔ خود اسی تفہیم المسائل میں براہِ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا:

ف: نفی ادراک میں تخصیص اور دعوی بیہودہ کارد

"در مدارک نوشتہ توفیہا اماتتہا وھوان یسلب ماھی بہ حیۃ[1] حساسۃ دراکۃ"

پھر لکھا:

امام راغب در مفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ۔

کیوں حضرت جب رأسا حس و ادراک کی قوت ہی زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کاہے سے ہوگا یا رب یہ موت کونسی کہ آدھی کی شتو آدھی سے بہری۔ آدھی کی بینا آدھی سے اندھی۔ ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے۔ اور موت منتفی کہ حیات باجماعِ عقلا[2] شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط۔ نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی منافی سے ملتصق۔

ثانیاً:۔ یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں۔ جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم و سمع و بصر باقی مانے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی۔ جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بشدت سفاہت

---

[1] صحیح ہمچناں است و در تفہیم المسائل این راماہی بجۃ ساختہ و در غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲ منہ۔

[2] ای ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان لم یبق من اھل العقول وھم الشرذمۃ الذیلۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ۔

مقابل اہلسنت کیا تھا کہ

"درشرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیام علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر میت مذہب فرقہ صالحیہ از معتزلہ است"

ذی ہوش کو اتنی نہ سوجھی کہ اہلسنت نے کس دن موصوف بالموت موصوف بالادراک مانا تھا وہ تو جس کے لئے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میت نہیں کہتے، ہمیشہ زندہ جانتے ہیں۔ مگر ہاں اب آپ نے روح کو بھی میت مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کیلئے ادراکات برزخیہ بھی ثابت کئے۔ یہ عین مذہب طائفہ صالحیہ ہے۔ وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب قبر ہوئے ہیں۔ اسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اول کی دلیل ہفتم میں گزری کہ صالحی کے نزدیک میت باوصف موت معذب ہوتا ہے نیز اسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے:

"عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیر حیاۃ اذ الحیاۃ عندہ لیست بشرط لثبوت العلم۔

نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہب صالحی فرماتے ہیں:

"وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لاحس لہ فکیف یتصور تعذیبہ۔

اگر کہئے ہم یہ ادراکات بعود حیات مانتے ہیں۔ بخلاف صالحی۔

اقول :- ذرا ہوش میں آکر۔ بھلا اس عود حیات سے پہلے بھی روح کو ادراک امور برزخیہ تھا یا نہیں۔ اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکشف ثابت ہوا کہ تم نے رُوح کو وُہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے۔ اب عام معتزلہ میں جا ملے۔ اور اگر ہاں تو عود حیات کا حیلہ اٹھ گیا۔ رُوح میت بحال ممات بعود حیات صاحب ادراکات تھی۔ اب معتزلہ صالحیہ میں جا ملے مفر کدھر۔ کیا یاد کروگے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔ ہاں بفراس میں ہے کہ ان سب اقوال وابحاث کو دربارۂ بدن مانیے۔ اور روح کو اس تمام بروومات سے پاک و محفوظ جانیے۔ بدن ہی کو مشایخ مردہ و بے فہم کہتے۔ اور

اسی کے سماع بحال موت سے انکار رکھتے ہیں۔ اب ٹھکانے سے آگئے۔ مگر ہیہات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول۔ واللہ المستعان علیٰ کل مستکبر جہول۔

ثالثاً: صریح جھوٹے ہو کلام مشائخ میں نشان تخصیص مفقود بلکہ اس کے بطلان پر تنصیص موجود کیا انھوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہہ عذاب قبر وارد نہ کیا۔ کیا عود حیات سے اُس کا جواب نہ دیا۔ کیا خود ملا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ

"مقصود فقہاء نفی سماع عرفی و حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر نبود۔"

فھل ھذا الا توجیہ بما لا یرضی بہ قائلہ۔

تو قطعاً ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امور برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں۔ تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفت اعتزال سے نامعزول ہوا۔

عائدۂ ثالثہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے واضح ہوا کہ عدم ادراک امور دنیویہ میں عذر باطل حجاب و حائل خشت و گل اور ملا تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال و استغراق کہ ص ۶۲، ۶۳ میں لکھا: ف

"ارواح طیبہ مجردہ از ابدان بجہت اشتغال عبادت رب حقیقی و استغراق بکیفیت آن التفات باکوان و حوادث این عالم ندارند۔"

محض مہمل و ناروا و باد رہوا تھے۔

اقول: جب تم لوگ کلام مشائخ سے مستدل اور اُس کے اس معنی محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذار باردہ کی کیا گنجائش۔

اوّلاً: مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک اور اس کی وجہ انتفائے اصل قوت حساس و درّاک مان رہے ہیں۔ اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود و کامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل۔

ف: عذر حائل و حیلہ استغراق کا رد

ثانیاً:۔ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمہارے اعذار انھیں امورِ خارجیہ سے خاص۔

ثالثاً:۔ حائل و حجاب بدن پر ہے اور کلام روح میں۔

رابعاً:۔ پردۂ وحیلولت صرف مدفون کے لئے ہے۔ صرف بعد دفن صرف تا عدم انکشاف اور کلام عام بلا اختلاف۔

خامساً:۔ تمہارے حاجب و حائل کا پردہ تو اسی دن چاک ہو چکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آواز نعال تسلیم کیا۔ اور ملّا تفہیمی نے "در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند" کا مژدہ دیا۔

سادساً:۔ عبادت سے اشتغال اور اس کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانیے گا۔ یوں کہئے کہ منعم ہے تو لذت نعمت یا معاذ اللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے۔

میں کہتا ہوں اس لذت یا الم کی حالت میں سماع محال ہے یا ممکن برتقدیر اوّل دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اوّل نوع اوّل سوال اوّل کی تقریر یاد ہو برتقدیر ثانی ممکن کی جانبین وجود و عدم یکساں اور برزخ غیب اور غیب پر رجماً بالغیب حکم لگانا ضلالت و عیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوتہ فیما غاب عنا الا بسمع"

؎ تنبیہ اقول بقائے روح و ادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب ناکافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی مانیے، تو یہ دعویٰ ایسے نصوص قواطع و اجماع ساطع سے ثابت جس میں موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں، آخر مخالفین بھی تنعیم و تعذیب و ادراکاتِ امور برزخیہ مانتے ہیں۔ اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے جب مدرک باقی ادراک باقی پھر تو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے اور اگر بالفرض بنظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعویٰ سماع ہے اور دلیل سمع۔ جسکا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم و سوم میں روشن ہو گیا تو کسی مقدمے پر منع کی گنجائش نہیں۔ اور دعویٰ پر تو منع کے معنے ہی نہیں خصوصاً بعد اقامت دلیل لاجرم یہ عذار بغصب منصب استدلال ہیں اور اب بقانون مناظرہ وظائف منعکس فاحفظ تحفظ ۱۲ منہ ؁

شرح عقائد نسفی میں ہے:

"القضایا منہا ما ھی ممکنات لا طریق الی الجزم باحد جانبیھا فکان من فضل اللہ ورحمتہ ارسال الرسل لبیان ذلک"۔

تفسیر کبیر میں ہے:

"کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی"۔

لاجرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہو کر رہ گیا۔ اور شرع مطہر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ و تألم مانع سماع ہیں۔ اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیاں، ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھائیے عبث وناتمام باتوں میں کیوں وقت گنوائیے۔

سابعًا:۔ اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا۔ خواہ تمہاری ہوسات عاطلہ خواہ جہال فلاسفہ کے مقدمۂ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ تو ذاجب کما اہل برزخ کو کلام ملائک کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک ہے حالانکہ تالی قطعًا باطل ہے تو یونہی مقدم۔ غرض استغراق کو امور برزخیہ و دنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا، وہ خود محتاج فارق ہے۔

ثامنًا:۔ العظمۃ للہ والضراعۃ الی اللہ، وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس[1] کا ادنیٰ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر، جس کا صدمہ[2] ہزار ضرب تیغ سے سخت تر۔ بلکہ ملک الموت[3] کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمے سے بڑھ کر۔ وہ نئی جگہ وہ نری تنہائی وہ ہرطرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا، وہ سخت ہیبت ناک

---

[1] ابن ابی الدنیا عن الضحاک بن حمزۃ مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ [2] الخطیب فی التاریخ عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحارث بن ابی اسامۃ بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲ [3] ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۔

صورتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں۔ کالا رنگ[1] نیلی آنکھیں[2] دیگوں[3] کے برابر بڑی۔ برق کی طرح[4] شعلہ زن، سانس[5] جیسے آگ کی لپٹ، بیل[6] کے سینگوں کی طرح لمبے نوکدار[7] دانت۔ زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ[8] بال۔ قدوقامت جسم وجسامت بلا قیامت کہ ایک[9] شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ۔ ہاتھوں[10] میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن[11] وانس جمع ہوکر اٹھانا چاہیں نہ اُٹھا سکیں، وہ گرج[12] کڑک کی ہولناک آوازیں۔ وہ دانتوں[13] سے زمین چیرتے ظاہر ہونا۔ پھر ان[14] آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ[15] ڈالنا، مہلت نہ دینا۔ کڑکتی[16] جھڑکنی آوازوں میں امتحان لینا۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یا کریم یا جمیل صل وسلم علی نبی الرحمۃ وآلہ الکرام وسائر الامۃ اٰمین اٰمین یا ارحم الرّٰحمین۔

---

[1] (حدیث) الترمذی وحسنہ وابن ابی الدنیا والآجری فی الشریعۃ وابن ابی عاصم فی السنۃ والبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) البیہقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ [2] حدیث اول و۳۔۱ ابن المبارک فی الزہد وابن ابی شیبۃ والآجری وابی والبیہقی عن ابی الدرداء وعن قولہ ۱۲ [3] (حدیث ۴) الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ [4] (حدیث ۲، ۵) ابویعلٰی وابن ابی الدنیا عن تمیم الداری (۶) و ابوداؤد فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر عن امیر المؤمنین عمر (۷) وابن ابی الدنیا عن ابی ہریرۃ (۸) وھو وابونعیم والاٰجری والبیہقی عن عطاء بن یسار مرسلاً کلہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [5] حدیث پنجم ۱۲ [6] حدیث چہارم وپنجم ۱۲ [7] حدیث دوم وششم وہفتم [8] حدیث سوم ۱۲ [9] حدیث پنجم ۱۲ منہ [10] حدیث ششم وہفتم ۱۲ [11] حدیث پنجم ۱۲ [12] حدیث دوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم ۱۲ [13] حدیث دوم ششم ہفتم ۱۲ [14] حدیث دوم وہشتم [15] (حدیث ۹) احمد وطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابن ابی الدنیا عن جابر (۱۰) وابن ابی عاصم وابن مردویہ والبیہقی بوجہ آخر عنہ (۱۱) والآجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲ منہ ؎

ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پہچل سنتا ہے۔ جس کا تمھیں خود اعتراف ہے۔ اور وہی امام عینی مستند ماتہ مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

"فیہ ذھول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسأل فلما سمع صریر السبتیتین اصغی الیہ فکاد یھلک لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القھما لئلا تؤذی صاحب القبر ذکرہ ابو عبد اللہ الترمذی۔"

"یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا، اتنے میں جوتوں کی پہچل اس نے سنی۔ ادھر کان لگائے۔ جواب میں دیر ہوئی۔ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا انھیں اتار ڈال کہ مردے کو ایذاء نہ پہنچے۔ یہ حدیث امام ابو عبد اللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔"

اور پھر وہ سننا بھی کاہے سے گوش سر سے جس کا ادراک بنسبت ادراک روح بہت قاصر و مقصور تو بداہۃً ثابت کہ احوال برزخ آپ کے اوہام عادیہ سے منزلوں دور اور عادات معہودۂ دار دنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور۔

فائدۂ رابعہ:۔ ادراکات روح مشروط بجسم ہیں یا نہیں علی الاول صریح اعتزال وعلی الثانی تعلقات بدنیہ کی کمی بیشی سے اس کے ادراکات میں تفاوت کیسے توضیح مقام یہ کہ وہ جو ملا تفہیمی نے اہلسنت سے نقل کیا کہ ادراک الم ولذت کے لئے وقت تنعیم و تعذیب (جسے وقت ایلام و تعذیب کہا اور ان کے نصیبوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا)۔ ایک نوع حیات میت میں آجاتی ہے۔ اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس سے کہ فقرۂ آں مستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قول اہلسنت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عود حیات اس کیلئے ہوتا ہے اور

اگر حدوث زیادت تعلق بالبدن وقت انعام و ایلام و سوال کو روح کے لئے عودِ حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکاتِ جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت آلیت بدن کی طرف آئل مگر اہل سنت کے نزدیک ادراکاتِ رُوح بدن پر موقوف نہیں تو وُہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی، جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوع حیات ملتی ہے جس سے ادراک لذت والم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ناشی نہیں۔ آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق پھر اس سے ادراکات روح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلافِ بدن کہ اُس کے ادراکات بنفسہ نہیں بلکہ تعلق روح ہی کے باعث ہیں۔ اور تعلقات متفاوت تو وقت مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا۔ اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا۔ لہٰذا ممکن کہ تعذیب و تنعیم کے لئے تعلق کے مدارج متوسط سے وُہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراک لذت والم کا آلہ قرار پائے۔ اُس کے ذریعہ سے سماع وابصار ہاتھ نہ آئے۔ اور سوال و کلام کے لئے اس سے اعلیٰ درجہ ملے جسکے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھلے اور وجہ وہی کہ یہ سب[۲] امور روح و جسم دونوں سے متعلق ہیں۔ تنعیم و تعذیب میں مشارکت بدن کو صرف اسی قدر درکار اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب۔ غرض کلام اہلسنت بدن پر محمول کیجئے۔ اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت، محنت رائیگاں، اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے۔ تو ضلال اعتزال نقد وقت ہے مفر کہاں۔

بالجملہ بحمداللہ تعالیٰ توفیق الٰہی رفیق اہلسنت اور خذلان و حرمان نصیب اہل بدعت ہے۔ جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں نفس سے پہلے اُنہی کے مُنہ پر پلٹا کھاتے ہیں۔ علمائے اعلام کے جتنے کلام بہزار جانکاہی اپنی دلیل بنا کر لاتے ہیں۔ وُہ اُنہی کے دشمن قاتل اور اہلسنت کے سچّے دلائل بن جاتے ہیں۔ الحمدللہ اب ملّاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا۔ اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ میگوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔

ناجی اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس[1] حلق کے شکم زاد بول آپ ہی کے منہ پر پلٹ دیں کہ بیچارہ،

"قنوجی عیارہ پختہ جنون خام کارہ کہ از روی کیش خویش کور و کر بل خشت و حجر بلکہ ازانہم بتر شدہ است بتصور اینکہ من ہرچہ خواہم نگاشت عامۂ مؤمنین بران اعتماد خواہند ساخت ہرچہ در شکم داشت از دہان بر آورد افسوس کہ مامروہان رعایت این بیچارہ کہ شبہا دریں باب محنت کشیدہ نکردہ تغلیط وی ظاہر کردیم پس این معاملہ طشت از بام شد۔"

والحمد للہ رب العٰلمین وقیل بعداً للقوم الظّٰلمین۔

جواب پنجم:۔ فرض کیا کہ وُہ معتزلہ نہیں، مشائخ اہلسنت ہی ہیں۔ مگر یہ مسئلہ کچھ فقیہہ نہیں۔ صاحب مأتہ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جُدا متعلقہ بہ اخبار ہے۔ سائل نے سوال کیا تھا: جواب پنجم

سماعت موتی کلام احیا در شرع جائز است یا گناہ کدام گناہ آپ اس کے جواب میں اظہار علم فرماتی ہیں کہ عادت وتکیہ کلام سائل آنست کہ در ہر جا می پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ در ینمقام پرسیدن بایں عبارت نمی سزد زیرا کہ جواز وگناہ در افعال و اعمال میشود و ایں متعلق باخبار است کہ این

اور جب مسئلہ علمِ فقہ سے ہی نہیں تو حنفیت وشافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اسے تعلق یعنی چہ متعلق باخبار ہے۔ اخبار و احادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے غرض تمہید یہ اٹھاکر برخلاف نصوص صریحہ احادیث صحیحہ جواب یوں دینا:

"پس جواب ایں است کہ نزد اکثر حنفیہ سماعت موتیٰ ثابت نیست۔"

اور پھر اس میں بھی تصریحات جلیلۂ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ:

"چنانکہ از کافی و فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ صراحۃً و اشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم میشود۔"

[1] در مقام نجومیہ میں ۱۳۰۸ کو فلج لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ۔

محض بیجا و بے محل واقع ہُوا۔ اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں اشارہ فرمایا۔ حیث قال:

"در حقیقت ایں مسئلہ از علم فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز دریں جا اقرار نمودہ"

اقول:۔ صدر کلام میں واضح ہو چکا کہ یہ کلام ہمارے آئمہؒ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں۔ استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے۔ فقہیات میں آئمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ علینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم مگر ع

ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے دارد!

موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اسی کی حد تک محدود و مقبول۔ تحقیق حلال و حرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی۔ اور صحت و ضعفِ حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے نہ نحوی طب سے۔

علماء فرماتے ہیں، شروح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں۔ بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلافِ کتب فروع ہو معتمد نہیں۔ بلکہ فرمایا، جو مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو۔ مسئلہ مذکورہ فی الباب کا مقاوم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے۔ وقد بینا کل ذٰلک فی رسالتنا المبارکۃ انشاء اللہ تعالیٰ فصل القضاء فی رسم الافتاء۔

تو جو فرق مراتب گما کر خلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل برزخ و معاد امورِ غیبیہ ہیں جن میں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں۔ اُن کا پتہ تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے۔ نہ مشائخ کی رائے سے بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں؟ اللہ کو ایک رسول کو سچا، جنت و نار کو موجودہ، سوال و جواب و نعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض اُن کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں!

عقائد میں کتاب وسنت واجماع امت وسوادِ اعظم اہلسنت کا اتباع ہے۔ اس لئے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتا دیا کہ اجماع ضلالت پر نا ممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔

اب "کتاب مجید" دیکھئے تو بلا شبہ ثابت فرما رہی ہے کہ روح میت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، رُوح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے۔ بر خلاف ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر حمل کرکے صریح کتاب اللہ کے خلاف کر دیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماع موتیٰ ثابت فرما رہی ہیں جنھیں سُن کر پتھر بھی موم ہو جائے۔

اجماع مانگیے تو اُس کی نقول اوپر منقول سوادِ اعظم درکار، تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یا رب پھر خلاف کی طرف راہ کدھر۔ بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے، جن کے لئے کوئی فصل وباب کتب فقہ میں نہ پائیے گا کہ وہ بحثِ فقیہہ سے یکسر جدا ہیں کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے۔ اس کے بیان کو کتب فقہ میں باب الردۃ مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انھیں مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور۔ مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط بانکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں زینہار اُن پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی در بارۂ اسلام مل جائے گی۔ اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے۔

وہی درمختار جس میں "اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ الخ" تھا، اسی میں ہے:

"الفاظہ تعرف فی الفتاوی	یعنی الفاظ کفر کتب فتاوی میں معروف
بل افردت بالتآلیف مع انہ	ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں
لا یفتی بالکفر بشیٔ منھا الا فیما	تصنیف ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہ

اتفق المشائخ علیہ کما سیجئ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منھا۔

ان میں سے کسی کی بناء پر فتوای کفر نہ دیا جائے گا۔ مگر جہاں سب مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔

بحرالرائق میں نے فرمایا میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتوی نہ دوں۔

تنویر الابصار میں ہے:

لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ۔

کسی مسلمان کے کفر پر فتوی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو۔ اگرچہ ضعیف ہی روایت ہے۔

ردّ المختار میں ہے:

"قال الخیر الرملی اقول ولو کانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا ویدل علی ذلک اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعا علیہ۔

یعنی علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو اس لئے کہ تکفیر کیلئے اس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب "علامہ خیر رملی و مدقق علائی دربارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق و سدید رکھنے والے ہیں انکی تصانیف جلیلہ بحر و اشباہ و رسائل زینیہ و درو فتاوی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں انکے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہو فتوی مشایخ پر عمل نکرینگے ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال و حرام تک منتہی ہو گیا آگے کفر و اسلام اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد و کلام وہاں تحقیق ہو چکا ہے۔ کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شے کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو اوکی غیر

یہیں اجماع ہرگز نہ ہوگا۔ اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رک نہیں سکتا۔ لہٰذا تمام فتاوی ونقول سے قطع نظر کرکے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمادیا جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلف نہ حلت وحرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت وعدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب وسنت واجماع امت و سواد اعظم سادات ملت سے منقطع ہوکر رہون نقول بعض کتب فقیہہ ہونے لگا هٰذا هو حق التحقیق والحق احق بالتصدیق۔

جواب ششم۔ اقول:۔ سب جانے دو۔ یہ بھی مانا کہ یہ قول مشایخ یہاں حجت اور فی نفسہ قابل قبول ومتابعت ہے۔ اب اس سے زیادہ تو تنزل کا کوئی درجہ نہیں۔ تاہم ہم پر اس سے احتجاج اصلا موجہ نہیں۔ کسی دلیل کا فی نفسہ کافی و صالح تعویل ہونا اور بات، اور اس سے ثبوت واتمام حجت ہوجانا اور مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے۔ مگر نص کے آگے نامقبول حدیث صحیح آحاد حجت شرعیہ ہے۔ مگر اجماع کے سامنے غیر معمول وعلیٰ ہٰذا القیاس ولہٰذا حدیث کی صحت حدیثی وصحت فقہی میں زمین آسمان کا فرق ہے جس کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ "الفضل[1] الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" میں ہے۔ ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں تو صدہا اکابر اعلام کے ارشادات جلیلہ ہماری طرف ہیں۔ جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلۂ ائمہ ومشائخ وعلمائے حنفیہ بھی ہیں۔

تم نے پانچ متاخرین کے قول ذکر کئے۔ ہم نے پچاس سے زائد ائمہ وعلمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب وفقہاء النفس وعمائد محققین سلف وخلف کے ارشادات

---

[1] اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا۔ لہٰذا تاریخی لقب اعز النکات بجواب سوال ارکات ہے۔

یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اس مشہور مغالطہ کے رد بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرمادیا ہے۔ جب حدیث صحیح ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ ایک غیر مقلد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طالب جواب ہوا۔ یہاں بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہ تعالیٰ یہ مختصر ونافع رسالہ تحریر ہوا[عہ] ۱۲ منہ۔

[عہ] یہ رسالہ مکتبہ قادریہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے مل سکتا ہے۔

دکھا دیئے۔ جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی و امام عینی و امام ابن الہمام شامل۔ اُدھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے۔ تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنت مذکور ہوا ہے۔ اب دو راہیں ہیں تطبیق و ترجیح۔ ان میں تطبیق ہی اولیٰ و اوّل اور بتصریح علماء حتی الوسع اسی پر معوّل، اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سبیل واضح ہے کہ اثبات سماع روح کے لئے ہے۔ اور انکار سماع بدن پر محمول۔ اس کی تقریر اور اُسکے منافع و فوائد کی تذکیر جواب اوّل میں مفصّلا تحریر اور اگر توفیق بھی نہ ملے تو بہت خوب باب ترجیح کھلے، یُوں بھی باذنہٖ تعالیٰ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا۔

اوّلاً:۔ ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں، تمھاری طرف ایک بھی نہیں، کتنی حدیثوں میں سُن چکے کہ:

"ان المیت لیسمع"۔ "بیشک مُردہ سُنتا ہے۔

یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ:

"المیت لا یسمع"۔ مردہ نہیں سنتا۔

اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لا یعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ کما فی الغنیۃ ورد المختار۔

ثانیاً:۔ روح کی موت و بے ادراکی اور اُس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمھارے طور پر مفاد کلام مشائخ ہے، کتاب اللہ کے خلاف و معارض ہے۔

ثالثاً:۔ اجماع اہلسنت کے مناقض ہے۔

رابعاً:۔ خود اُن کا کلام مضطرب و متناقض ہے۔

خامساً:۔ بوجوہ قاہرہ مجروح و مرجوح ہے۔

سادساً:۔ عمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں۔

سابعاً:۔ اگر کوئی حدیث اثبات سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص و مجمع علیہ ہے۔ اور کلام کا ظاہر سے صرف و عدول باجماع علماء مردود و مخذول۔

ثامناً:۔ تم خود مان چکے کہ مردے زائروں کا سلام سنتے ہیں۔ (مأۃ مسائل جواب سوال ۱۹)

پھر ثبوت سماع موتیٰ میں کیا محل کلام رہا۔ جب قوت سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سُننا سمجھنا ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اس سلب کلی مشایخ کا ضرور نقیض ومبطل تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استناد ہوس عاطل۔

تاسعًا:۔ بحث ایک امر کے وجود وعدم نفس الامری میں ہے وہ مشایخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں۔ مثبت مقدم۔

عاشرا:۔ اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مردوں کو مدرک جانیں گے۔ قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے۔ افعال منکرہ سے حیا کریں گے اور پھر جانا تو بیباک ہوں گے۔ یُوں بھی انکار سماع میں ضرر واندیشۂ ضیر ہے اور اثبات سماع محض نفع وخیر ہے۔ ختم اللہ تعالیٰ لنا علیٰ محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضیر وضیر والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین آمین ہ

وہ تین جواب اُن کے صغریٰ پر عائد تھے۔ یہ تین اُن کے کبریٰ پر وارد اور اُوپر گزارش ہو چکا کہ یہ ارخائے عنان ہے۔ حق تحقیق وحقیقت حق جواب اوّل سے عیاں ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین ہ

فقیر نے اس مسئلہ یمین وکلام اُم المؤمنین کے متعلق بحث کو زیر حدیث ۵۰ و حدیث ۵۱ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دور آئندہ پر محوّل رکھا تھا۔ مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی ووافر عطا فرمائے مولٰنا المکرم ذی الفضل والکرم ناصر سنن کاسر فتن محبّ زین متین صدیقنا مولوی محمد عمر الدین سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالیٰ کو کہ اس بحث نفیس وجلیل ومہم کی تحریر وتحبیر پر مصر ہوئے۔ جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدہ بڑھائے گئے۔ خیال تھا کہ ایک آدھ جز لکھ دیا جائے گا۔ جو مقصد سوم کی کسی

فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا۔ طبیعت علیل ذہن کلیل مدت معالجات طویل
جس کے سبب قوت ضعف معاذ اللہ تا حد تعطیل باآں ہمہ نام فرصت معدوم و قلیل
روزانہ امصار و اقطار سے ورود فتاوی کثیر و جزیل مگر جب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب
الفیض عز جلالہ سے در فیوض باز ہوا بحمد اللہ تعالیٰ وہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ عطا ہوئے
کہ فقیر حقیر کی حیثیت و لیاقت سے بدرجہا ورا تھے۔ لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ
مستقلہ کیا اور بلحاظ تاریخ الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب ۱۳۱۶
الیمین لقب دیا جو با انصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ بدل
صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق، موافق مخالف
سمجھا کرتے تھے۔ اس کا عقدہ اب منحل ہوا جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے
اب وہ کلمے خود انھیں کو ذلیل بنائیں گے۔ جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے،
اب انہی کو اپنی دلیل بنائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی "تفہیم المسائل" کی ساری بالاخوانیاں
بھی نیچی پڑیں۔ صبح سنت شرق حق سے چمکی۔ باطل کی ظلمتیں دھواں بن کر اڑیں یہ سب
بحمد اللہ تعالیٰ ادنیٰ تصدق کفش برداری اعلیٰ حضرت سید العلماء المحققین سند الفضلاء
المدققین حامی السنن ماحی الفتن حجۃ الخلف بقیۃ السلف اعلم علماء العالم سیدنا الوالد
الماجد الاکرم حضرت مولٰینا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب حنفی قادری برکاتی و
کمترین برکات خاکبوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین سنام
الاولیاء الواصلین بدر الطریقۃ بحر الحقیقۃ حبر الشریعۃ اقوی الذریعۃ سیدی و مولائی و مرشدی
و کنزی و ذخری لیومی و غدی حضور سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی
مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اتم نورہما و نور قبورہما و قدس سرہما و اعاد علینا
فی الدارین برکاتہما و رزقنا بمنہ برہما آمین الٰہ الحق آمین ھی و الحمد للہ رب العلمین ۰

جو اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں، مامول کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصال
ثواب فاتحہ فاتحہ سے شاد فرمائیں۔ اور اس فقیر حقیر اور مولینا مولوی محمد عمر الدین صاحب
موصوف کو، کہ اس نفیسہ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ کے

مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتانِ زمن محبّانِ دین و سنن حاجی اسحاق آدم صاحب صباغ پلبندری و حاجی ابو حاجی حبیب صاحب پلبندری میمن امین حفظہما اللہ تعالیٰ عن الفتن والمحن کو جن کی ہمتِ بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رذائل۔ مولٰینا مولوی محمّد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ اللہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے۔ دُعائے عفو و عافیت و خیر و برکات دنیا و آخرت سے یاد فرمائیں۔

صحیح حدیث میں ہے پس پُشت اپنے بھائی مسلمان کے لئے دُعا پر ملائکہ کہتے ہیں:

آمین ولک بمثل۔ تیری یہ دُعا قبول اور اسکے مثل تجھے بھی حصول۔

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا و مولٰینا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین ٭

الحمد للہ! آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسّی ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہٗ قبول فرمائے۔ اور فقیرِ حقیر و اہلسنت کیلئے دارین میں حجت نجات بنائے۔ آمین۔

حسنِ اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصنیف میں ایک سو اسّی، اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اس کے عدد بھی یہی۔[1] ١٨٠

نسأل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا ویؤمن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیاٰتنا ویصلی ویسلم و یبارک علٰی سیدنا الکریم النبی المکین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ کان ذلک لیوم ھو اوّل النصف الاٰخر من اٰخر النصف[1]

---

[1] یہ اجتماع بھی حسنِ اتفاق سے ہے۔ ہزار دوم کی صدی چہارم کا عشرہ دوم ١٣١١ھ کے شروع سے ١٣٢١ھ کے آغاز تک ہے۔ اور اس عشرہ کے نصف اخیر کا اوّل ابتدائے ١٣١٦ھ اور سال کے نصف اوّل کا اخیر ماہ جمادی الآخرہ اُسکے نصف اخیر کا اول تاریخ ١٦۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ١٦ جمادی الآخرہ ١٣١٦ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ آمین ١٢ منہ

الاوّل من اول النصف الأخر من العشر الثانية من السادسة
الرّابعة من الالف الثانى من هجرة سيّد المرسلين مولى
الأمال ومولى الامالى صلى الله تعالىٰ وسلم وبارك عليه وعلىٰ آله
وصحبه وذريته وحزبه وعياله قدر حسنه وجماله وجوده
ونواله آمين. والحمد لله رب العٰلمين. سبحٰنك اللهم و
بحمدك اشهد ان لّا اله الا انت استغفرك واتوب اليك
سبحٰن ربك رب العزّة عمّا يصفون وسلٰم على المرسلين ٥
والحمد لله ربّ العٰلمين ٥

تجدید تعدید!

صفحہ ۵۴ پر معلوم ہولیا کہ شمار احادیث واقوال علماء اصل کتاب میں جس قدر مذکور تھے اس کا بھی استیعاب نہ کیا۔ پھر اس ذیل مبارک کا اضافہ علاوہ۔ لہٰذا از سرِ نو تجدید شمار مناسب۔

احادیث پچھتر ہیں ۶۰ متن میں دو کا پتا حاشیہ ص ایک کا حاشیہ ص، آٹھ کا ص دو حدیث ائمۂ اہلبیت طہارت کا ص پر دیا پانچ ص پر مذکور ہوئیں۔ ازیں جملہ دو صفحہ اخیرہ کی حدیثیں اسلئے کہ احادیث سلام میں کثرت وافرہ ہے۔ اُنہی کی کیا تخصیص نہ گنیے تو شمار ۷۵ رہا۔

آئمہ وعلماء دو سو پانچ ہیں۔ صحابہ ۲۹ - ۱۱ متن میں ص پر مذکور ہوئے۔ ۱۰ کا دیں پتہ دیا۔ عبداللہ بن سلام و اُمّ المؤمنین صدّیقہ حاشیہ ص پر معدود ان کی تقریر ص ان کے ارشادات و اسنادات ص ۳۱ بلکہ پر بھی ہو ئو

اُن کے علاوہ مغیرہ بن شعبہ و افضل الاولیاء امیر المؤمنین صدّیق اکبر و عمران بن حصین و سمرہ بن جندب ص ۳۲ عبداللہ بن ابی فروہ ص ۳۵ سعد بن ابی وقاص حاشیہ ص ۳۲ پر مذکور رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تابعین ۲۱ - ۱۲ متن میں ص سات حاشیہ ص پر امام زین العابدین و امام حسن مثنیٰ ص سعید بن المسیب ص جبلۃ بن ابی حیلہ ص ابو قلابہ ص و ابن مینا ص سلیم بن عمیر ص۔ ان کے سوا سلیم بن عامر ص عبید بن مرزوق ص۔

تبع تابعین ۴۔ تین متن میں ابن ابی نجیح حاشیہ پر۔

بقیۂ علمائے ذوعین ۱۵۱ - ۸۴ متن ۵۵ حاشیے میں اُن کے علاوہ امام اجل احمد بن حنبل و امام ضیائی مقدسی و امام ابو بکر ابن العربی مالکی ص امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر جنھیں وہابیہ نے خود اسی مسئلہ میں براہِ جہالت مستند جانا ص۔

۔امام رکن الدین ابوبکر محمد بن عبدالرشید کرمانی حنفی صاحب جواہر و علامہ شمس الدین محمد قہستانی صاحب جامع الرموز صہ۔ صاحب فتاوٰی غرائب صہ صاحب نصاب الاحتساب صہ۔ علامہ محمد بن یوسف بن علی دمشقی صالحی صاحب عقود الجمان صہ علامۃ الوجود امام ابوالسعود عمادی مفتی دیار رومیہ صاحب ارشاد العقل صہ۔ علامہ عزیزی صاحب سراج المنیر شرح جامع صغیر صہ۔

اور ہاں ذریت اسمٰعیلی کا دم چھلا تو رہا ہی جاتا ہے۔ خود فریبوش کامل صاحب تفہیم المسائل کہ سماع موتٰی کا سخت منکر اور آپ ہی جابجا قائل صہ

جدول

اقوال علماء پونے چار سو ہیں، ۳۰۵ سلسلہ وار شمار اور ۷۰ کی فہرست اس جدول سے آشکار،

نام	صفحہ	نام	صفحہ
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ		امام ابن حجر مکی	
سیرۃ حلبی		علامہ طاہر	
مرقاۃ		امام ابوالقاسم قشیری	
ابن جریر طبری		سیدی ابوسعید خراز	
احکام کبری		حضرت ابوعلی رودباری	
ابن عبدالبر		حضرت ابراہیم بن شیبان	
سید سمہودی		حضرت ابویعقوب نہرجوری	
امام قرطبی		سیدی علی خواص	
شرح الصدور		امام شعرانی	
مدارج شریف		امام ابن حجر ہیتمی	
امام ابن الصلاح		امام شہاب الدین شاج منہاج	
امام ضیا		عقود الجمان	
امام عسقلانی		ردّالمختار	
امام سخاوی		مرقاۃ وشرح لباب	
امام احمد		نصاب الاحتساب	
امام ابن العربی		شیخ ابراہیم کردی	

مذکورین حواشی